علمائے مظاہر علوم سہارنپور

اور

ان کی علمی و تصنیفی خدمات

جلد اول



شہرۂ آفاق علمی، دینی، درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی جامع اور مستند تاریخ نیز اس کے نامور علماء و فضلاء کا تعارف اور ان کے علمی کارناموں اور تصنیفی خدمات کا تحقیقی جائزہ و تجزیہ

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر
مکتبہ یادگار شیخ
محلہ مبارک شاہ اردو بازار، سہارنپور (یوپی) ٢٤٧٠٠١

علمائے مظاہر علوم سہارنپور



ان کی علمی وتصنیفی خدمات

(جلد اول)

شہرۂ آفاق علمی، دینی، درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے نامور علماء کا تفصیلی تذکرہ
نیز ان کے علمی کارناموں اور تصنیفی خدمات کا تحقیقی جائزہ وتجزیہ

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ - (اردو بازار)

محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)

نام کتاب..................علمائے مظاہر علوم سہارنپوراوران کی
علمی و تصنیفی خدمات (جلداول)

تالیف..................مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
(امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

باراول..................۱۴۰۰ھ، ۱۹۸۰ء

باردوم..................(مع اضافات کثیرہ) ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ..................(مظاہر کمپیوٹر سہارنپور یوپی)

(جلد اول)

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ - (اردو بازار)
محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)

MAKTABA YADGAR-E- SHAIKH
(URDU BAZAR) MOHALLA MUBARAK SHAH
SAHARANPUR (U.P)

فہرست مضامین

باب اول

☆ مقدمہ طبع دوم ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

☆ مقدمہ طبع اول ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

☆ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام

اسباب ومحرکات اور تاریخی پس منظر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ (طبع دوم)

۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ کا ہزاراں ہزار شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے ایک ضعیف و ناتواں بندہ کو کم وبیش ۳۵ سال سے ایک عظیم الشان دینی وعلمی دانشگاہ اور فکری وتہذیبی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمارکھی ہے اور اس ربع صدی سے زائد کی مدت میں جیسے جیسے انکا فضل وکرم وسیع ہوتا گیا اس خدمت کی انواع وجہات بھی وسیع ہوتی چلی گئیں۔

چنانچہ انکے افضال وعنایات نے آج سے ۳۵ سال قبل یعنی ماہ شوال ۱۳۹۰ھ دسمبر ۱۹۷۰ء میں جب اس ضعیف وناتواں پر درس وتدریس کی شکل میں توجہ فرمائی تو پڑھانے کیلئے کتابیں مل گئیں اور پڑھنے کیلئے طلباء مہیا ہوگئے سالہا سال تک ان کا ابر کرم اس شکل میں شامل حال رہا اور جو آج بھی دامن گیر ہے۔

☆ زندگی کے چند ہی سال اس طور وطریق پر گزرے تھے کہ ان کے الطاف وانعامات کا دوسرا رخ قلم اور قرطاس کی شکل میں اس ضعیف وناتواں کی حیات مستعار میں جلوہ افروز ہوا اور وہ شخص جس نے نہ کبھی مضمون نویسی کی مشق کی اور نہ ادب وانشاء کی صلاحیت پیدا کرنے کیلئے کسی کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کیا اسکو پہلی مرتبہ ایک ایسے عظیم الشان سوا سو سالہ ادارہ کی تاریخ لکھنے کیلئے بٹھادیا گیا جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور باریک سے باریک سلوٹوں نے بڑے بڑے محدث، فقہاء، بحاث، اور نقاد پیدا کئے تھے۔

یہاں پہونچ کر اس ضعیف و ناتواں نے جب اپنی کتاب زندگی کے پچھلے اوراق پلٹے تو ایک صفحہ پر سولہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ (یکم مئی ۱۹۷۲ء) کی تاریخ درج پائی اور پھر نظروں میں یہ منظر سماتا چلا گیا کہ وہ ایک قطب عالم اور شیخ وقت کے سامنے دوزانو ہے ماحول میں سکون و سکینت ہے علماء اور خواص مسترشدین سے کچے گھر کا صفہ آباد ہے اہل دل اور مشائخ وقت سے مجلس معمور ہے اور کَاَنَّ علی رؤسھم الطیر کا نقشہ سامنے ہے اتنے میں شفقت و محبت سے بھرپور لب و لہجے میں یہ ارشاد سننے کو ملا کہ!

''میں نے بالکل ابتداء میں مظاہر علوم کی تاریخ لکھنی شروع کی تھی جو اوجز و لامع کی مشغولیت میں پوری نہیں ہو سکی اب تو اس کو پوری کر دیگا؟''

جس ضعیف و ناتواں کو مخاطب بنا کر یہ جملے فرمائے گئے تھے وہ ابھی تک کچھ کہنے بلکہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ انکی چارپائی سے متصل بیٹھنے والے ایک فقیہ امت جن کی حیات بھی محمود تھی اور عاقبت بھی محمود بول اٹھے۔

جی ہاں دید یجئے۔ان شاء اللہ اچھی لکھ لیگا

اس مہر تصدیق کے ثبت ہوتے ہی تاریخ مظاہر کا ناتمام مسودہ اس شخص کے ہاتھ میں دیدیا گیا جو ادب و انشاء کی ابجد سے بھی ناواقف تھا لیکن جنہوں نے یہ خدمت سونپی تھی انہوں نے اسکی تکمیل بھی کرادی۔اور پھر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ میں جلد اول کی تکمیل کے بعد حسب الحکم اسی نہج پر جلد دوم بھی ربیع الاول ۱۳۹۴ھ (اپریل ۱۹۷۴ء) میں مکمل ہوگئی۔

☆ ماہ و سال کی گردش یوں ہی جاری تھی حال بہت تیزی کے ساتھ ماضی میں بدل رہا تھا کہ کتاب زندگی کا دوسرا ورق سامنے آ گیا جس پر ۱۸/ شوال ۱۳۹۶ھ (۱۳/ اکتوبر ۱۹۷۶ء) درج تھا اس موقعہ پر انکے کرم و احسانات کا تیسرا رخ یہ سامنے آیا کہ اسی جامعہ سے متعلق کچھ انتظامی اور کچھ تنظیمی خدمات اس ناتواں کو سونپی گئیں یہ وقت وہ تھا جس میں اس ذات والا صفات مجمع البرکات والانوار کے چہرے کی تابناک کرنوں میں سے صرف ایک کرن کی روشنی و تابانی سے جامعہ مظاہر علوم پورے طور پر جگمگا رہا تھا

اس کی تعمیرات بڑھ رہی تھیں، اسکا بجٹ بڑھ رہا تھا، اسکے معلمین و متعلمین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ (تصویر کا دوسرا رخ یہ تھا کہ) اس موقع پر بہت سی وہ چیزیں جو اس ضعیف و ناتواں کے حدود مشاہدہ اور دائرۂ ادراک سے باہر تھیں آہستہ آہستہ مشاہدہ و ادراک میں آکر فکر و تشویش میں اضافہ کر رہی تھیں حال کا جو تانا اور بانا دیکھنے کو مل رہا تھا، نہاں خانۂ دل سے آواز آرہی تھی کہ اگر مستقبل اسی پر تعمیر ہو گیا تو نتائج ہولناک حد تک تباہ کن ہوں گے۔

یہی وہ ماہ و سنین تھے جن میں قطب عالم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ پر یہ چیز چھائی ہوئی تھی کہ اس ادارہ کیلئے قانونی تحفظ فراہم ہونا ضروری ہے اور جس کی بہترین شکل رجسٹریشن ہے تاکہ اسکے ذریعہ ادارہ اسکی مجلس شوریٰ اور اسکے اغراض و مقاصد سب قانون کے دائرہ میں آکر محفوظ و مضبوط ہو جائیں۔

ایسے حساس اور نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق و سعادت سے اس ضعیف و ناتواں نے ایک فیصلہ کیا اور دل و دماغ نے اسکی بھرپور تائید کی وہ یہ کہ قوم و ملت کی تاریخ میں قرطاس و قلم ایک زبردست طاقت رکھتے ہیں۔ اسکے ذریعہ نہ صرف ماضی کو زندہ رکھا جا سکتا ہے حال کو سنوارا جا سکتا ہے اور مستقبل کی پیش بندی کی جا سکتی ہے بلکہ وقت کا ہر تیز دھارا اسکے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے اور ہر آنے والے طوفان کا رخ اسکے ذریعہ موڑا جا سکتا ہے بشرطے کہ وہ تاریخ صفحات سیاہ کرنے کے مترادف نہ ہو بلکہ صحیح معنی میں تاریخ نگاری ہو، تاریخ سازی نہ ہو اسلئے کیوں نہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی ایک ایسی تاریخ قلم بند کر دی جائے جو اسکو ہر نوع کا تحفظ فراہم کرے اور ہر طرح کے خطرات کی روک تھام کیلئے سد سکندری ثابت ہو۔

چنانچہ احباب و اکابر کے مشورہ کے بعد سات ربیع الاول ۱۳۹٦ھ (۷ مارچ ۱۹۷٦ء) میں بنام خدا اس کام کا آغاز بنام علماء مظاہر علوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات کر دیا گیا۔ اور چار سال کی شبانہ روز محنت کے بعد کتاب دو جلدوں میں مکمل ہو گئی۔

ایک ہزار صفحات پر مشتمل اس کتاب کیلئے اندازہ یہ ہے کہ مظاہر علوم کے سابقہ سو سالہ دور کے پانچ ہزار صفحات زیر مطالعہ آئے ہوں گے لیکن امر واقعی جس کے لکھنے میں کوئی تکلف وحجاب مانع نہیں ہے (اور بعد کے حالات سے اسکی تائید وتصدیق بھی ہوگئی) یہ ہے کہ اس طویل مطالعہ کے نتیجے میں مظاہر علوم کے تعلق سے حضرات اکابر کی قربانیوں وجانفشانیوں کی جو عظیم تاریخ پڑھنے کو ملی، یا یوں کہئے کہ اسکو دل و دماغ میں اتارنے کا موقعہ ملا اسکے نتیجے میں جو نظری وفکری پختگی حاصل ہوئی اور خطرات وخدشات سے بے فکر بلکہ نڈر ہوکر ان سے نبرد آزما ہونے کا جو حوصلہ ومزاج بنا اس نے بعد کے آنے والے نازک ترین دور میں خاص کر ادارہ مظاہر علوم کی تطہیر اور غسل صحت کے موقع پر اس ضعیف و ناتواں کو بڑی طاقت وتوانائی بخشی۔ اور عزم وہمت کے ساتھ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا سلیقہ بخشا۔

مذکورہ کتاب کی جلد اول جب زیر طبع تھی تو مخدوم العالم حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سہارنپور تشریف فرما تھے اور اسی کچے گھر کے صفہ پر ارباب ایمان وایقان کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی اور اس مجلس پر نور ونورانیت کی ایک چادر تنی ہوئی تھی اور اس ضعیف وناتواں کے ہاتھ میں جلد اول پر لکھے ہوئے مقدمہ کا مسودہ تھا اجازت ملنے پر جب اسکو سنانا شروع کیا تو اسی بزم انور میں موجود ایک منور شخصیت کو بآواز بلند خطاب کرکے اور نامزد کرکے یوں ارشاد فرمایا گیا کہ!

"مولوی منور" غور سے سنو اور دل کے کان سے سنو کہ شاہد نے اپنے مقدمہ میں کیا لکھا ہے"

اور پھر یہ مولوی منور اپنے شیخ ومرشد کا حکم پاکر دنیا ومافیہا سے نکل کر خدا معلوم کہاں چلے گئے اور پھر انہوں نے دل کے کان کھولنے کیلئے اپنی آنکھ بند کرلی اور گردن جھکالی اور پورا مقدمہ ایسے سناٹے میں سنا کہ سوئی گرے تو اسکی بھی آواز سنائی دے۔

کاتب سطور کے روزنامچہ کے مطابق یہ واقعہ ۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ (۱۶/ ستمبر ۱۹۸۰ء)

کا ہے وقت کو پَر لگ گئے اور دیکھتے دیکھتے ۲۵ رسال سے اوپر گزر گئے لیکن آج بھی یہ ضعیف و ناتواں جب اس مقدمے میں شامل مضمون کی شوکت وصولت کو محسوس کرتا ہے الفاظ کی بندش وچستی جملوں کی ترکیب و برجستگی پر غور کرتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ دین وشریعت کے تینوں اہم شعبوں کی یکجائیت کو اسمیں موجود پاتا ہے تو اندر سے آواز آتی ہے کہ میاں دھوکے میں مت مارے جانا یہ بے شک لکھا تو تم نے ہے لیکن لکھوایا کسی اور نے ہے اور یہ تو صرف آقاء کا کرم ہے کہ تمہاری بات اب تک بنی ہوئی ہے۔ ورنہ ان کے استغنا اور بے نیازی کے سامنے اچھے اچھوں کا دم نکل گیا ہے۔

جلد اول کے مرحلہ تکمیل سے فراغ پر جلد ثانی کا مرحلہ آغاز اور پھر بخیر وخوبی اسکا اختتام ہوا دونوں موقعہ پر یہ ضعیف و ناتواں بلدۃ الرسول بلدۂ طاہرہ وطیبہ میں مقیم تھا۔

دونوں مرحلوں میں مصنف کتاب کیطرح خود کتاب بھی حضرت قطب عالم نوراللہ مرقدہٗ کے فیضان نظر سے مالا مال رہی لیکن یہ تقدیری بات ہے کہ جلد دوم اس وقت منظر عام پر آئی جب ان کی شخصیت خود منظر عام سے پوشیدہ ہو چکی تھی۔

بہر حال کتاب شائع ہو کر دینی علمی اور صحافتی حلقوں میں پہونچی اور اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے وہ اپنے لئے داد تحسین وصول کر کے اپنا ایک مقام اور اپنی ایک شناخت بنانے میں کامیاب ہوگئی اور جو محققین ہندو پاکستان مدارس عربیہ اور وہاں سے فارغ اہل علم و فضل کی تاریخ سے ذوق ودلچسپی رکھتے ہوئے اس موضوع پر کام کررہے تھے ان کو یہ کتاب بعض تاثر نگاروں کے مختصر الفاظ میں ایک قیمتی اساس وبنیاد کی شکل میں مل گئی۔ یا ماہنامہ تعمیر حیات لکھنؤ میں لکھے گئے واضح اور کشادہ الفاظ میں!

”ہندوستان میں اسلامی تعلیم کی تاریخ اور مدارس کے نظام تربیت پر تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے یہ کتاب ایک مرجع بن گئی ہے۔“

کتاب کے تعلق سے اس حقیقت (یا خوش فہمی) کا ہلکا سا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مصنف کتاب کے محدود علم کے مطابق اس گذشتہ پچیس سالہ عرصہ میں برصغیر

کے علماء ومشائخ پر شائع ہونے والی بیس کتابوں میں پیش نظر کتاب (علماء مظاہر علوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات) سے استفادہ کا اعتراف اور انکی فہرست مراجع ومصادر میں اس کتاب کا نام) بطور حوالہ موجود ہے۔ فللہ الحمد والشکر۔

قارئین کو سطور بالا سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کتاب آج سے پچیس سال قبل پہلی مرتبہ طبع ہوئی تھی اور پھر اس طویل عرصہ میں اس پر نظر ثانی یا طباعت دوم کی نوبت نہیں آئی اور خدا معلوم کہ یہ نوبت کب تک نہ آتی اگر سال گذشتہ مدینہ یونیورسٹی کے بعض عرب علماء کچھ دیگر ممالک کے اہل علم کے ساتھ جامعہ مظاہر علوم آ کر اس کتاب کی طباعت و اشاعت پر اصرار نہ کرتے۔

وضاحت اس اصرار کی یہ ہے کہ علمائے عرب کا یہ وفد سرزمین حرمین شریفین سے اس جذبہ کے ساتھ ہندوستان میں (دیوبند وسہارنپور) وارد ہوا کہ ''مشاہدہ اور معائنہ کے ذریعہ یہ معلومات جمع کی جائیں کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے علما کی تصنیفی و تالیفی خدمات کیا ہیں اور ان کی تصنیفات وتالیفات نے عالمِ اسلام اور خاص طور پر عالم عرب پر کیا اثرات ڈالے ہیں اور یہ کہ ان اہل علم کی تصنیفات نے اہل عرب کو کس درجہ متاثر و مانوس کیا ہے۔

دیوبند کے معائنہ ومشاہدہ کے بعد باضابطہ طور پر یہ وفد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آیا تو اس ضعیف وناتواں نے ان کی میزبانی کے فرائض انجام دینے کے بعد جب مظاہری بحر زخار سے کچھ چیدہ ومنتخب ''موتی اور علمی شہ پارے'' ان کے دامن میں رکھے تو عش عش کر اٹھے اور بہت اونچے کلمات کے ساتھ اپنے قلبی تاثرات ظاہر کرنے لگے راقم سطور کے لئے ان کے یہ تاثرات و جذبات کچھ زیادہ تعجب خیز اس لئے نہیں بنے کہ اس سے قبل کتنی ہی مرتبہ بذل المجہود، اعلاء السنن، اوجز المسالک لامع الدراری، امانی الاحبار وغیرہ اپنا لوہا خود منوا چکی تھیں۔

لیکن اس مجلس میں حیرت وتعجب کی بات یہ پیش آئی کہ اس وفد نے اپنے بعض مدنی احباب کے حوالہ سے کتاب علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات کا تذکرہ کچھ

وقیع انداز میں کرتے ہوئے اسکے ایک نسخہ کا مطالبہ کیا اور پھر میرے اس کہنے پر کہ وہ اردو زبان کی کتاب ہے آپ اس سے کیسے استفادہ کریں گے اور یہ کہ وہ بالکل نایاب ہے اور میرے پاس اسکا صرف ایک نسخہ باقی ہے ان کا جواب یہ تھا کہ اگر صرف ایک ہی نسخہ ہے تو ہم اسکا فوٹو اسٹیٹ کرالینگے چنانچہ ان حضرات کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے اسکے ابتدائی پچاس صفحات کی فوٹو اسٹیٹ ان کے حوالہ کی گئی پھر ان کی جانب سے اصرار کے ساتھ دیئے جانے والے اس مشورہ کو قبول کرلیا گیا کہ انشاء اللہ کتاب پر نظر ثانی کے بعد اسکا اردو اور عربی جدید ایڈیشن بہت جلد تیار کرالیا جائے گا۔

اب جب کہ حیات شیخ کی ترتیب وتسوید میں بیحد مشغولیت تھی (اور جلد اول و دوم کی اشاعت کے بعد) جلد سوم مرتب کرنی تھی اسکو درمیان میں کچھ ماہ کیلئے روک کر حسب وعدہ ''علمائے مظاہر علوم'' پر نظر ثانی کا کام شروع کردیا گیا۔ خیال تھا کہ بہت سے بہت دو، تین ماہ میں اسکی تکمیل ہوجائے گی لیکن یہ ''زلف محبوب'' کی طرح دراز ہوتی چلی گئی چنانچہ وقت کی تنگی، مشاغل کا ہجوم اور حیات شیخ جلد سوم کے طبعی تقاضہ نے اس ضعیف و ناتواں کو اس کتاب پر بارہ بارہ گھنٹے یومیہ خرچ کرنے پر مجبور کردیا۔ اس عرصہ میں سفر بھی کثرت سے ہوئے لیکن قرطاس وقلم رفیق سفر رہے اور پھر کتاب کا ایک معتد بہ حصہ اسٹیشنوں پر لکھا گیا اور ریل کے اسفار میں اسکی نوک و پلک درست کی گئی۔ یہاں تک کہ لکھنؤ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں اپنے وکلا کے چمبرز میں بھی ملنے والے فرصت کے لمحات کو غنیمت سمجھ کر کارآمد بنالیا گیا۔

کتاب پر نظر ثانی اور اضافہ کے دوران اس ضعیف و ناتواں پر اپنے اکابر و مشائخ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی، مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا صدیق احمد صاحب باندوی، مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی، مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کے حالات وواقعات زندگی لکھتے ہوئے لطف وانبساط اور حلاوت کی جو کیفیت طاری رہی اس کو الفاظ میں بیان کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جب جب اس لطف

وحلاوت والی کیفیت میں اضافہ ہوتا اور وہ بڑھکر بیخودی تک پہنچ جاتی تو بے اختیار امیر مینائی کا یہ شعر زبان پر جاری ہوجاتا تھا۔

بڑے مزے میں گزرتی ہے بیخودی میں امیر
خدا وہ دن نہ لائے کہ ہشیار ہوں ہم

طبع ثانی کے موقعہ پر کتاب کی کمیت اور کیفیت میں جو اضافہ طبع اول کے لحاظ سے کیا گیا ہے اس کا ایک تقابلی جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے تاکہ دونوں ایڈیشنوں میں قائم ہونے والی برتری اور امتیازی فرق واضح ہوکر سامنے آجائے۔

(۱) مقدمہ کتاب (طبع اول) کے ابتدائی صفحات میں شامل ممتاز علماء مظاہر علوم کی مجموعی تعداد (۱۴۷) تھی۔ طبع دوم میں یہ تعداد بڑھکر (۳۳۵) ہوگئی۔

(۲) طبع اول میں (۱۱۷) مظاہری علماء کا تعارف کرایا گیا تھا۔ طبع دوم میں یہ تعداد بڑھکر (۲۴۶) ہوگئی ہے۔

باب سوم میں شامل چون علماء کے اضافہ کے بعد اب یہ تعداد (۳۰۰) ہوجاتی ہے۔

(۳) طبع اول میں مظاہری علماء کی (۱۱۵۶) کتابوں کا تعارف تھا۔ طبع دوم میں یہ تعداد بڑھکر (۲۰۲۶) ہوگی ہے۔

(۴) طبع اول میں مظاہری علماء کے جاری کردہ اخبارات ورسائل کی کل تعداد (۵۳) تھی۔ طبع دوم میں یہ تعداد بڑھکر (۸۲) ہوگئی ہے۔

(۵) طبع اول میں ماخذ (حوالہ جات) کی کل تعداد (۱۸۸) تھی۔ لیکن طبع دوم میں یہ بڑھکر (۳۲۸) ہوگئی۔

(۶) طبع اول میں باب سوم نہیں تھا۔ طبع دوم کے موقعہ پر اسکا اضافہ کیا گیا۔ اور اس میں ایسے مظاہری علماء کی تالیفات کا اندراج کردیا گیا ہے جن کے احوال مصنف کو معلوم نہیں ہوسکے۔

(۷) طبع اول میں دونوں جلدوں کے مجموعی صفحات (۱۰۴۳) تھے جو طبع دوم کے موقعہ پر بڑھکر (۱۹۲۷) ہوگئے۔

(۸) طبع اول میں علمائے مظاہر علوم کے قائم کردہ اداروں، اشاعتی مراکز، علمی درسگاہوں

اور جامعات کی کوئی فہرست نہیں تھی۔اس جدید ایڈیشن میں اسکا بھی اضافہ کر دیا گیا۔

(۹) طبع اول کے موقعہ پر یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل تھی لیکن طبع دوم میں یہ اپنی تمام تر وسعتوں کے وجہ سے پانچ جلدوں پر محیط ہوگئی۔فللہ الحمد والشکر

آخر میں ایک ضروری وضاحت یہ کی جاتی ہے کہ دوران مطالعہ قارئین یہ بات محسوس کریں گے کہ چند مظاہری علماء وفضلاء کو ان کی علمی تالیفات اور تصنیفی خدمات نہ ہونے کے باوجود پیش نگاہ کتاب میں جگہ دیگئی ہے اوران کے حالات لکھے گئے ہیں۔یہ دراصل ان کے عالمانہ مقام اورانکی علمی خدمات کے پیش نظر انکو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔بالفاظ دیگر علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں ان کی جانفشانی وقربانی، نیز اپنے اپنے علاقوں میں مکاتیب اسلامیہ کے جابجا قیام کیلئے ان کی بھر پور محنت وکوشش کو ان کی جانب سے تصنیفات و تالیفات کا بدل بلکہ نعم البدل سمجھ لیا گیا ہے۔

اس ضروری وضاحت کو مختصر الفاظ میں اس طرح بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ یہ اصحاب فضل وکمال اگر چہ تصنیف وتالیف کے میدان کے بادشاہ نہیں ہیں تاہم ''بادشاہ گر'' ضرور ہیں۔

لہٰذا۔! مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری، مولانا عبداللطیف صاحب پورقاضوی، مولانا منور حسین صاحب بہاری، مولانا قاری امیر حسن صاحب (بہاری مقیم ہردوئی) مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مولانا مفتی منظور احمد صاحب جونپوری، مقیم کانپور) مولانا مکرم حسین صاحب سنسارپوری، مولانا غلام محمد صاحب وستانوی اکل کواں، مولانا عبداللہ صاحب جامعہ مظہر سعادت ہانسوڈ گجرات کے حالات وواقعات اسی حیثیت ولحاظ سے مطالعہ کئے جائیں۔

مقدمہ کے اختتام پر قارئین دعا کریں کہ اللہ جل شانہٗ وعم نوالہ اس کتاب کو اپنی پاک بارگاہ میں قبول فرمائے۔اوراسکو علوم دینیہ کی ترویج اوراسکی تحصیل کے شوق کا ذریعہ اور جامعہ مظاہر علوم کے حقوق کی ادائیگی کا سبب بنائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم . و تب علینا انک انت التواب الرحیم

سید محمد شاہد غفرلہٗ

۲۰؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

۲۶؍اگست ۲۰۰۵ء یوم جمعہ

111784

(مقدمہ (طبع اول)

۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

الحمد للہ و کفیٰ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المُجتبیٰ.

علم نبوت، دعوت وتبلیغ اور تزکیہ وتربیت وہ بنیادی امور ہیں جن سے دینی مزاج بنتا ہے، اور دین کے تمام چھوٹے بڑے شعبوں کو تقویت ومدد ملتی ہے۔ اگر علوم نبوت سے دل ودماغ کی راہیں کھلتی ہیں اور صحیح افکار ونظریات پر انسانی ذہن کی تعمیر ہوتی ہے تو دعوت وتبلیغ کے ذریعہ عمل کی قوت، سنت پر استقامت اور اللہ عز وجل کے راستہ میں جان ومال لگانے کے جذبے اور حوصلے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر توفیق الٰہی شامل حال رہے اور کسی مرد مؤمن کا انتخاب کر کے اس سے وابستگی ہو جائے تو تزکیہ کے ذریعہ اخلاص کی قوت اور مکائد نفس سے حفاظت بھی ملجاتی ہے۔

ان ہر سہ امور کی اہمیت اور قوتِ تاثیر کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اسلام کی تاریخ کسی عہد میں بھی ان سے خالی نہیں ملے گی اور اس میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ جن ارباب صدق وصفا اور مخلصین نے ان تینوں خطوط پر محنت کی انہوں نے اپنی اپنی محنت کا حق ادا کر دیا۔ اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک نشان راہِ بلکہ ایک روشن مینارہ قائم کر گئے تا کہ ان نشانات قدم پر چلتے ہوئے اور اس مینارۂ نور سے روشنی وتابنا کی لیتے ہوئے اخلاف کا یہ قافلہ اسلاف سے جاملے۔

ان اسلاف کی محنت وقربانی سے جس طرح دین اسلام اپنی اصلی اور صحیح شکل میں مسلسل پھیلتا بڑھتا گیا اور پورے عالم میں اس کی آواز پہنچتی گئی۔ اسی طرح اسلام کے مخلص خادموں، دین کے سچے داعیوں کی تعداد میں بھی برابر اضافہ ہوتا گیا۔ اور اللہ کی قدرت کاملہ سے اس دین مبارک کو ہر گام پر اور ہر موقعہ ومقام پر ایسے سچے خدمت گزار وفا شعار اور

جانثار ارباب صدق وصفا ملتے گئے جو شاید ہی کسی دینِ سابق اور ملتِ سابق کو اتنی بڑی تعداد میں نصیب ہوئے ہوں۔

دین محمدی میں ان باکمال اصحاب کی یہ کثرت اس وجہ سے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے مضبوط و مستحکم فیصلہ کے مطابق یہ مذہب آخری مذہب، یہ امت آخری امت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نبوت ورسالت آخری نبوت اور آخری رسالت ہے اسلئے ضروری تھا کہ امت محمدی میں نائبین محمدی کثیر تعداد میں ہوں جو دینی تقاضوں کو قرآن وحدیث اور سیرت محمدی کی روشنی میں پورے طور پر خود بھی بجالانے والے ہوں اور پوری امت کو اسکی دعوت دینے والے بھی ہوں۔اسی کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے" **ان اللہ عز و جل یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا**" (رواہ ابوداؤد والطبرانی فی الاوسط) یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے نفع کے لئے ہر سو برس کے ابتداء میں ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کی تجدید کرے۔

اسی بناء پر یہ دنیا کسی وقت بھی مردان حق آگاہ سے خالی نہیں رہی۔اور یہاں ایسی بلند و بالا شخصیتوں کا تسلسل وتواتر قائم رہا جو ہر زیغ وضلال ہر پستی وکجروی سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھنے کے لئے سرگرم عمل رہیں۔

اور پھر اسلامی تاریخ کے قارئین پر یہ بات بھی مخفی نہیں کہ حفاظت دین کی غرض سے ربط و تسلسل کا یہ غیبی نظام صرف ماضی میں ہی نہیں رہا بلکہ قیامت تک کیلئے یہ فیصلہ کردیا گیا کہ دین حق کیلئے ہر دور اور ہر زمانے میں نیا خون اور نیا عزم وحوصلہ اس امت کو ملتا رہیگا۔اور یہاں وقتاً فوقتاً ایسی طاقت ور دینی شخصیتیں میدان میں آتی رہیں گی جو اپنے کردار حسن عمل اور تعلق مع اللہ کی نسبت قویہ کے ذریعہ اس امت کو صحیح سمت پر چلاتی رہیں گی۔اور ان کی دینی وعملی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ کے اس قانون ودستور اور سنت قدیمہ کے مطابق عالم اسلام کے ایک تربیتی گہوارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو بھی یہ توفیق بخشی گئی کہ یہاں سے دعاۃ ومصلحین اور علمائے ربانیین کی ایک بڑی تعداد ایسی تیار ہوگئی جن کے ذریعہ دین کے یہ تینوں بنیادی

امور یعنی ☆علم نبوت ☆دعوت وتبلیغ ☆ تزکیہ وتربیت حسن وخوبی کے ساتھ چل رہے ہیں۔اور یہ حضرات ان کا حق پوری نیک نیتی اور بصیرت کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور اپنی عمر کے ایکسو تیتالیس سال پورے کر چکا۔اس ایک صدی سے زائد کے طول وطویل عرصہ میں یہاں ایسے اکابر ہدی اور اعاظم رجال پیدا ہوئے جو علم نبوت، تزکیہ وتربیت اور تبلیغ ودعوت کی دنیا میں ایک ممتاز مقام۔ایک مخصوص حیثیت اور ایک منفردانہ طریقہ واسلوب رکھتے ہیں۔

بادی النظر میں خواہ اس کو مظاہر علوم سہارنپور کی حسن تربیت، اسکے مخصوص دینی ماحول اور اسکے غیر تمندانہ ایمانی مزاج کا نتیجہ سمجھ لیا جائے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اللہ رب العزت کا فضل وکرم ان کی عنایات بیکراں کا ثمرہ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کھلی ہوئی تصدیق وتوثیق ہے جس بتلایا گیا ہے کہ " **یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین**"(مشکوۃ کتاب العلم) یعنی ہر زمانے میں ایک طبقہ ایسے ثقہ اور معتمد علماء کا ہوگا جو اس علم کو حاصل کریں گے تاکہ غلو کرنے والوں کی غلط روی اور اہل باطل کی غلط بیانی اور اہل جہالت کی غلط تاویلات کو ختم کردیں۔

چنانچہ اگر ایک طرف مظاہر علوم کے علماء کو سامنے رکھ لیا جائے اور دوسری طرف دین اور متعلقات دین کے تمام شعبوں کو سامنے رکھ لیا جائے تو کھل کر یہ بات سامنے آجائے گی کہ دین کے ہر ہر شعبے میں علمائے مظاہر علوم انتہائی ثابت قدمی، یکسوئی، مستقل مزاجی اور مضبوطی کے ساتھ رہتے ہوئے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں اور غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی افتراء پردازی، اور جہلا کی غلط اور بے معنی تاویلات سے دین اور شعائر دین کو پاک وصاف رکھنے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہیں۔

جامعہ مظاہر علوم کے تعلق سے اس مذکورہ بالا تاریخی حقیقت کی واضح تصدیق وتوثیق کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس مقام پر مظاہر علوم کے ممتاز علماء کی ایک ایسی فہرست پیش کردی جائے جس کو دیکھ کر قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ اس دینی ادارہ سے تعلق اور

نسبت تلمذ رکھنے والے حضرات کتنی عظیم حیثیتوں کے مالک اور اپنے اکابر کی روایات کے وارث بنے اور ان کے ذریعہ دین محمدی کی ہمہ جہت خدمت کس قدر وقیع اور وسیع انداز میں ہوئی۔

پیش کردہ اس فہرست میں مصنفین و معلمین، مشائخ و مربیین، محدثین ومجاہدین اور دعاۃ و مصلحین سب ہی موجود ہیں۔ اس فہرست کو دیکھ کر اور پڑھکر یقیناً اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مردم سازی کے اس کارخانہ میں تیار ہونے والے یہ حضرات دین کے تمام شعبوں میں کس قدر عظیم الشان کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے اور جو صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشی تھیں انکے ذریعے دین مبین کی کیسی گرانقدر خدمات ان حضرات نے انجام دیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.

یہ فہرست ۱۲۸۸ھ سے شروع کر کے ۱۴۲۵ھ پر ختم کی گئ ہے یعنی عیسوی سال کے اعتبار سے اس فہرست کا آغاز ۱۸۷۱ء سے ہوکر ۲۰۰۵ء پر ختم ہورہا ہے۔ ہندوستان کی قومی وملی اور اسلامی تاریخ سے باخبر حضرات کو تمام تر حالات اور واقعات کے حوالہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ اس طویل عرصے میں ہمارے اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں پر نصرانیت اور عیسائیت کی کیسی خطرناک اور دہشت ناک یلغار رہی ہے۔ اور پھر اس ملک سے انگریزوں کے ناپاک قدم جب نکلے تو تقسیم ہند کا دل خراش واقعہ پیش آگیا، جس میں لاکھوں مسلمان شہید کئے گئے، اور ایک بہت بڑی تعداد تقسیم ہند کی سولی پر چڑھ گئی اس زمانہ میں حالات اتنے تنگ وتاریک ہو چلے تھے کہ اسلام اور شعائر اسلام کا باقی رکھنا یاان کا نام لینا ہی موت کے مترادف بنادیا گیا تھا۔ لیکن جب آپ اس فہرست کو دیکھیں گے تو برملا اس کا اعتراف کریں گے اور مستقبل کا مورخ بھی اس سچائی کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہے گا کہ ان مردان حق نے تند وتیز ہواؤں کے مقابلہ میں نہ صرف اپنے چراغوں کی روشنی کو بجھنے نہیں دیا بلکہ متواتر ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلاتے رہے اور اس کی گرمی وروشنی کو مسلسل بڑھاتے رہے۔ ان غازیان اسلام اور خدام دینِ مبین کے اسماء سامی یہ ہیں۔

نمبر شمار	فہرست ممتاز علماء مظاہر علوم سہارنپور	مظاہر علوم سے فراغت کا سنہ
(۱)	مولانا امیر باز خاں صاحب سہارنپوری، مجاہد آزادیٔ ہند، و مجاز بیعت حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی۔	۱۲۸۸
(۲)	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی مہاجر مدنی، استاذ مدارس عربیہ منگلور بھوپال، بھاولپور، سکندر آباد، بریلی و دار العلوم دیوبند، سابق ناظم اعلیٰ و رئیس المحدثین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔	۱۲۸۸
(۳)	مولانا راغب اللہ صاحب پانی پتی، تلمیذ خاص قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی	۱۲۸۸
(۴)	مولانا قمر الدین صاحب سہارنپوری امام و خطیب جامع مسجد سہارنپور، مجاز بیعت حضرت اقدس گنگوہی و حضرت اقدس سہارنپوری۔	۱۲۸۸
(۵)	مولانا مفتی شاہ دین معروف بشاہ محمد حنفی لدھیانوی۔	۱۲۸۹
(۶)	مولانا عبد اللہ شاہ صاحب جلال آبادی خلیفہ شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی و اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی۔	۱۲۹۱
(۷)	جامع المعقول والمنقول مولانا محمد عبد الغفور صاحب رمضان پوری بہاری۔	۱۲۹۲
(۸)	مولانا محمد علی صاحب مونگیری۔ بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ خلیفۂ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب و شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی۔ فاتح عیسائیت و قادیانیت، بانی و مدیر اخبار منشور محمدی کانپور۔	۱۲۹۲
(۹)	مولانا فضل الرحمٰن ابن مولانا محمد احسن نانوتوی مصحح و مرتب مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں۔	۱۲۹۳
(۱۰)	مولانا عبد القدیر صاحب دیوبندی، نائب مہتمم دار العلوم دیوبند۔	۱۲۹۳
(۱۱)	مولانا مفتی عبد اللہ صاحب ٹونکی، استاذ مدرسہ عبد الرب دہلی، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور استاذ مدرسہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و استاذ مدرسہ عالیہ	

کلکتہ، بانی وموسس مجلس مستشار العلماء لاہور۔ ۱۲۹۳

(۱۲) مولانا احمد الدین صاحب چکوال ضلع جہلم پاکستان رکن تحریک آزادی ہند ونائب ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند، ومعاون خاص حضرت شیخ الہندؒ۔ ۱۲۹۳

(۱۳) مولانا منصور علی خاں صاحب مرادآبادی استاذ مدرسہ طبیہ حیدرآباد دکن ورئیس الاساتذہ مدرسہ شاہی مرادآباد۔ مہاجر مکۃ المکرّمہ مدیر اخبار مہر درخشاں۔ ۱۲۹۳

(۱۴) مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سہارنپوری خطیب ومہتمم جامع مسجد سہارنپور۔مجاز بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رکن مجلس شوریٰ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۲۹۳

(۱۵) امام الاولیاء مولانا سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی پنجاب۔ ۱۲۹۵

(۱۶) مولانا قاضی غلام محمد چکوال (جہلم پنجاب) قاضی چکوال۔ ۱۲۹۵

(۱۷) مولانا ناظر حسن صاحب دیوبندی رئیس الاساتذہ مدرسہ عربیہ چھتاری ضلع بلندشہر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ واستاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ ۱۲۹۵

(۱۸) مولانا تجمل حسین صاحب دیسنوی، بہاری اتالیق دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی۔ ۱۲۹۵

(۱۹) مولانا اشرف علی صاحب سلطانپوری، خلیفہ حضرت اقدس گنگوہی۔ ۱۲۹۵

(۲۰) مولانا سراج الحق صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند مجاز بیعت حضرت اقدس گنگوہی۔ ۱۲۹۵

(۲۱) مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی بانی مدرسہ قوۃ الاسلام الور وخطیب شاہی مسجد آگرہ بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور۔ ۱۲۹۵

(۲۲) مولانا نور احمد صاحب پسروری امرتسری، تحشیہ نگار تصانیف ومکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مجاز بیعت حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی استاذ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ واستاذ مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۱۲۹۷

(۲۳) مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی بانی مدرسہ ام المدارس لدھیانہ و مرتب نورانی قاعدہ، بانی و مدیر ماہنامہ نور علی نور لدھیانہ مجاز بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نگران اعلی مدارس کثیرہ مختلفہ۔ ۱۲۹۸

(۲۴) مولانا جان محمد صاحب پنجابی قاضی ریاست ٹونک۔ (راجستھان) ۱۳۰۱

(۲۵) مولانا محمد اسمعیل صاحب عرف حکیم اجمیری گنگوہی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند و مسترشد و طبیب خاص حضرت اقدس گنگوہی۔ ۱۳۰۱

(۲۶) امام المفسرین مولانا حسین علی نقشبندی داں پچھراں ضلع بنوں (پاکستان)۔ ۱۳۰۳

(۲۷) مولانا منظور النبی صاحب سہارنپوری بابائے شہر ایم، ایل، اے صدر کانگریس کمیٹی سہارنپور و رکن تحریک آزادیٔ ہند۔ ۱۳۱۹

(۲۸) مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی رئیس الاساتذہ مدرسہ یوسفیہ مینڈھو ضلع علی گڑھ و استاذ امداد العلوم تھانہ بھون۔ ۱۳۲۰

(۲۹) مولانا سکندر علی صاحب محدث تانولی ضلع ہزارہ (پاکستان)۔ استاذ حدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی و شیخ الحدیث جامعہ معینیہ اجمیر۔ ۱۳۲۰

(۳۰) مولانا عبد اللطیف صاحب استاذ حدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ۔ ۱۳۲۲

(۳۱) مولانا محمد مبین صاحب دیوبندی رئیس الاساتذہ و مہتمم مدرسہ عربیہ معین الاسلام انبالہ چھاونی و معاون خصوصی حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی در تحریک آزادیٔ ہند۔ ۱۳۲۵

(۳۲) مولانا سعید احمد عثمانی دیوبندی برادر مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی) استاذ جامع العلوم کانپور۔ ۱۳۲۵

(۳۳) مولانا حافظ ظہور محمد خاں صاحب سہارنپوری، رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ روڑکی، و سرگرم رکن تحریک آزادیٔ ہند۔ ۱۳۲۶

(۳۴) مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی استاذ مظاہر علوم سہارنپور۔ مدرسہ امداد العلوم ۱۳۲۷

تھانہ بھون- مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ، مدرسہ راندیریہ رنگون، اشرف العلوم ڈھاکہ، یونیورسٹی مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ، شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار پاکستان، رکن اعلیٰ تحریک آزادیٔ ہند، سرگرم معاون آل انڈیا مسلم لیگ، سرپرست ونگراں ہفت روزہ اخبار منشور ڈھاکہ و ماہنامہ اشراف الرحمٰن پنجاب پاکستان، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی- وحضرت مولانا خلیل احمد وحضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہما۔

(۳۵) مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی مفتی مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ بھوپال، رئیس الاساتذہ مدرسہ اشرفیہ دہلی بانی و مدیر ماہنامہ الحکمۃ دہلی مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔ ۱۳۲۸

(۳۶) مولانا مفتی خدا بخش صاحب حضرو اٹک- پاکستان رکن تحریک آزادیٔ ہند و تحریک خلافت۔ ۱۳۲۸

(۳۷) مولانا علی مرتضیٰ صاحب نقشبندی ڈیرہ غازی خاں خلیفہ ومجاز حضرت مولانا فضل علی قریشی نقشبندی۔ ۱۳۳۰

(۳۸) مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری صاحب، رئیس الاساتذہ مظاہر علوم سہارنپور شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان، شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار حیدرآباد و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پاکستان، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔ ۱۳۳۱

(۳۹) مولانا شبیر علی صاحب تھانوی مہتمم مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، وسرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، سفیر خاص منجانب حضرت اقدس تھانوی برائے ملاقات زعمائے مسلم لیگ، مدیر ماہنامہ الشیخ تھانہ بھون وماہنامہ الامداد تھانہ بھون۔ ۱۳۳۱

(۴۰) مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی ۱۳۳۱

مرادآباد، استاذ حدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد، مجاز بیعت مولانا محمد عبدالمالک صاحب نقشبندی۔

(۴۱) عارف باللہ مخدوم العالم حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث وسرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند و سرپرست مدارس کثیرہ مختلفہ، مجاز بیعت وخلیفہ خاص حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ۔ مربی روحانی وسرپرست اعلیٰ جماعت دعوۃ وتبلیغ دہلی۔ ۱۳۳۴

(۴۲) مناظر اسلام حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعداللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ ناظم اعلیٰ، مدرسہ راندیریہ رنگون برما- استاذ حدیث و ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، خطیب جامع مسجد سہارنپور، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔ ۱۳۳۴

(۴۳) مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڑھی استاذ حرم شریف مکۃ المکرمہ واستاذ حدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سعودی عرب۔ ۱۳۳۴

(۴۴) مولانا محمد بخش صاحب گورمانی، مفتی وقاضی شرع وبانی محکمہ قضائے شرعیہ ضلع ڈیرہ غازی خاں۔ پاکستان۔ ۱۳۳۴

(۴۵) مولانا عبدالغنی صاحب رسولوی (بارہ بنکی) استاذ مدرسہ جامع العلوم کانپور واستاذ مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور وناظم اعلیٰ مدرسہ مدینۃ العلوم بارہ بنکی، مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی، مجاز بیعت شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی۔ ۱۳۳۵

(۴۶) مولانا حافظ محمد حامد صاحب میرٹھی لیکچرار اسلامیات اسلامیہ کالج پشاور خطیب جامع مسجد راجکوٹ کاٹھیاواڑ- عالم فاضل الٰہ آباد یونیورسٹی- مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی۔ ۱۳۳۵

(۴۷) مولانا عبدالقوی صاحب منڈیاروی استاذ مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور ورکن مجلس عاملہ بیت العلوم سرائے میر- معاون خصوصی حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری۔ ۱۳۳۵

(۴۸) امام النحو والمنطق علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری-استاذ جامعہ مظاہر علوم۔ ۱۳۳۵

(۴۹) مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، شیخ التفسیر واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، شیخ الجامعہ وشیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بھاولپور وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، نگراں اعلیٰ ماہنامہ انوارالعلوم لاہور۔ ۱۳۳۶

(۵۰) مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی استاذ جامعہ مظاہر علوم ودارالعلوم دیوبند، استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، استاذ حدیث جامع العلوم بھاول نگر، رفیق ندوۃ المصنفین دہلی، ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث، جامعہ اسلامیہ ٹنڈوالہ یار پاکستان واستاذ حدیث مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ-مجاز بیعت حضرت قاری محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ۔ ۱۳۳۶

(۵۱) مولانا واجد علی صاحب رائے پوری (صاحب المقامات العالیہ) مجاز بیعت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری۔ ۱۳۳۶

(۵۲) مولانا سید گلاب شاہ مشہدی نقشبندی، قادری، مجاز خواجہ محمد قاسم صاحب نقشبندی۔ ۱۳۳۸

(۵۳) مولانا حیدر علی صاحب سیتاپوری-مجاہد تحریک آزادی ہند۔ ۱۳۳۸

(۵۴) مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔ ۱۳۳۹

(۵۵) مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کمتھلوی استاذ مدرسہ معین الاسلام گوڑ گانوہ، استاذ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون واستاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ-سعودی عرب۔ ۱۳۳۹

(۵۶) مولانا عبدالرحمٰن صاحب (نومسلم) اورنگ آبادی سرپرست مدرسہ مظاہر علوم حیدرآباد، پاکستان۔ ۱۳۳۹

(۵۷) مولانا عبدالشکور صاحب کیمبل پوری استاذ تفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور واستاذ حدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک وشیخ الحدیث مدرسہ ۱۳۴۰

تعلیم القرآن راولپنڈی پاکستان۔

(۵۸) مولانا حکیم محمد ایوب صاحب فاروقی ،صدر شعبہ ٹریننگ اساتذہ، پنجاب یونیورسٹی ۱۳۴۱

(۵۹) مولانا الحاج مفتی قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی- استاذ حدیث و مفتی ۱۳۴۱
اعظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۶۰) مولانا حکیم سید محمد اسحاق صاحب سنسار پوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ۱۳۴۱
عبدالقادر صاحب رائے پوری۔

(۶۱) مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، شیخ الادب مدرسہ نظامیہ حیدرآباد ۱۳۴۲
دکن، بانی و مدیر ماہنامہ المظاہر سہارنپور، استاذ حدیث و مفتی جامعہ اشرفیہ
نیلا گنبد لاہور- پاکستان، مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ
صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔

(۶۲) مولانا عادل صاحب قدوسی گنگوہی ناظم اعلیٰ الشئون الدینیہ (شعبہ ۱۳۴۲
اسلامیات سفارت سعودیہ برائے پاکستان۔

(۶۳) مولانا حافظ عبدالعزیز خاں صاحب گمتھلوی سرپرست جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۴۲
خلیفہ و جانشین خاص حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔

(۶۴) مولانا محمد حیات صاحب دیوبندی استاذ شعبہ خوشخطی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۴۲

(۶۵) مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی فاتح رضاخانیت وادیان باطلہ، مبلغ مدرسہ ۱۳۴۳
مظاہر علوم سہارنپور مفسر قرآن مجید مسجد کولوٹولہ کلکتہ استاذ مدرسہ کنز العلوم
ٹانڈہ، مجاہد تحریک آزادیٔ ہند بانی و مدیر ہفت روزہ الاسلام کلکتہ ہفت روزہ
الاستقلال کلکتہ۔

(۶۶) مولانا ممتاز احمد صاحب گیاوی خلیفہ حضرت اقدس تھانوی۔ ۱۳۴۳

(۶۷) مولانا عتیق احمد صاحب صدیقی دیوبندی، مدیر ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند ۱۳۴۳
و ہفت روزہ الانصار دیوبند و ماہنامہ سلطان العلوم دیوبند۔

(۶۸) مولانا سلطان مسعود صاحب راجوپوری- مبلغ دارالعلوم دیوبند- بانی و مدیر ۱۳۴۳

ہفت روزہ اصلاح ڈیرہ غازی خاں پاکستان۔

۱۳۴۳ (۶۹) مولانا عبد الواحد صاحب آبادؔ دیوبندی ناظم محاسبی و ناظم شعبۂ اوقاف دار العلوم دیوبند۔

۱۳۴۳ (۷۰) مولانا ممتاز بیگ صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

۱۳۴۴ (۷۱) مولانا اعجاز الحق صاحب قدوسی گنگوہی۔ رکن محکمہ امور مذہبی ریاست حیدر آباد و ممبر شعبۂ تاریخ سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی پاکستان۔

۱۳۴۴ (۷۲) مولانا حافظ قاری محمد زمان جدون صاحب خطیب جامع مسجد لورالائی بلوچستان وخطیب جامع مسجد ٹوبہ ٹیک سنگھ فیصل آباد۔

۱۳۴۴ (۷۳) مولانا محمد ذاکر صاحب پھلتی مولوی فاضل مدرسہ عالیہ میرٹھ خطیب مسجد احناف کولمبو سری لنکا سرپرست ادارہ تفسیر قرآن عظیم بنگلور ونگراں مجلس تحفظ شریعت اسلامیہ بنگلور۔ صدر جمعیۃ علماء بنگلور وممبر کرناٹک وقف بورڈ۔

۱۳۴۴ (۷۴) مولانا شیخ عبد الحق صاحب نقشبندی مدنی استاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ۔ مدینہ منورہ، محامی وزارۃ المالیہ (مشیر قانونی وزارۃ مال) سعودی عرب۔

۱۳۴۴ (۷۵) مولانا شیخ عبد الکریم صاحب مدنی نواسہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی مہاجر مدنی، استاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ، مدینہ منورہ سعودی عرب۔

۱۳۴۵ (۷۶) مولانا ولی اللہ صاحب قریشی مانسہرہ ہزارہ پاکستان استاذ مدرسہ قاسم العلوم بھاولنگر خطیب جامع مسجد احمد پورہ۔

۱۳۴۵ (۷۷) مولانا غلام نبی صاحب فاروقی مردانی خطیب جامع مسجد گوجران شرقپور ضلع شیخوپورہ واستاذ حدیث دار العلوم عربیہ تل کوہاٹ۔

۱۳۴۵ (۷۸) مولانا حافظ محمد اللہ صاحب نواکھالی (بنگلہ دیش) خلیفہ حضرت اقدس تھانوی

(۷۹) مولانا محمد داؤد صاحب کاندھلوی ایڈوکیٹ، ایف، اے، بی، اے پنجاب یونیورسٹی ایم، اے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مصاحب خاص مہاراجہ ریاست سروہی راجپوتانہ، مجاز بیعت حضرت شیخ، مفسر قرآن مرکزی مسجد ایبٹ آباد پاکستان۔

(۸۰) مولانا عبدالحلیم صاحب فیض آبادی، استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ناظم مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم مانی کلاں جونپور ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند سرپرست مدرسہ دعوت الحق گڑھی میسانہ گجرات، مدرسہ سراج العلوم مہتولی ضلع بستی- مدرسہ قاسم العلوم جہانگیر ضلع فیض آباد، بانی مدرسہ ریاض العلوم گورینی ضلع جونپور سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ وحضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۳۴۶

(۸۱) مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۴۷

(۸۲) مولانا الحاج محمد احتشام الحسن کاندھلوی- یکے از قدماء واکابر دعوت وتبلیغ دہلی مجاز بیعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی۔ ۱۳۴۷

(۸۳) مولانا جمیل الرحمان صاحب امروہوی ناظم شاخ خلیلیہ مظاہر علوم سہارنپور ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ ۱۳۴۷

(۸۴) مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی- بانی مدرسہ آثار ولی، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔ ۱۳۴۸

(۸۵) مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری استاذ اول شعبۂ فارسی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، نائب مدیر اخبار زمیندار لاہور شیخ الحدیث مدرسہ دارالعلوم کراچی- پاکستان۔ ۱۳۴۸

(۸۶) مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنا بنگلہ دیش خلیفہ حضرت شیخؒ ویکے اکابر اہل دعوت وتبلیغ بنگلہ دیش۔ ۱۳۴۸

(۸۷) مولانا عبدالستار صاحب اعظمی استاذ دارالعلوم مئو- رئیس الاساتذہ مدرسہ معروفیہ پورہ معروف صدر المدرسین وشیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم مالی گاؤں، شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، امیر شریعت مہاراشٹر۔ ۱۳۴۸

(۸۸) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب برمی مہاجر مدنی بانی مدرسہ امداد الاسلام برما- استاذ تفسیر وحدیث مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ سعودی عرب۔ ۱۳۴۸

(۸۹) مولانا عبدالغنی صاحب فیروزپوری استاذ دارالعلوم فیض محمدی فیصل آباد پاکستان ۱۳۴۸

(۹۰) مولانا ظہورالحسن صاحب کسولوی معین استاذ و معین دارالافتاء ناظم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون۔ مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی و مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ بانی و مدیر مجلّہ اشرف العلوم تھانہ بھون۔ ۱۳۴۹

(۹۱) مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ آنند گجرات و شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۴۹

(۹۲) مولانا الحاج محمد یامین صاحب کاندھلوی مہاجر مکی، ناظم اعلیٰ کتب خانہ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ مجاز بیعت حضرت اقدس شیخؒ۔ ۱۳۴۹

(۹۳) مولانا محمد عمران صاحب مدنی استاذ حدیث مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ و مراقب عام (نگراں اعلیٰ) مسجد نبوی شریف زادہا اللہ شرفاً و تکریماً۔ ۱۳۵۰

(۹۴) مولانا غلام احمد ہزاروی پروفیسر اسلامیہ کالج مجاہد آباد۔ کراچی۔ ۱۳۵۰

(۹۵) مولانا منور حسین صاحب بہاری استاذ حدیث مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار، بہار۔ مجاز بیعت حضرت شیخؒ بانی مدرسہ حسینیہ و مسجد زکریا رشید پور، بہار۔ ۱۳۵۰

(۹۶) مولانا عمر احمد صاحب تھانوی استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ استاذ حدیث مدرسہ عالیہ چاٹگام، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی پاکستان ۱۳۵۰

(۹۷) مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی استاذ و مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم کانپور۔ استاذ حدیث و مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۵۱

(۹۸) مولانا سید حسین صاحب رنگونی استاذ مدرسہ محمدیہ راندیریہ رنگون و استاذ مدرسہ عربیہ سورتیہ رنگون۔ ۱۳۵۱

(۹۹) مولانا بشیراللہ صاحب رنگون شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ دارالعلوم ۱۳۵۱

تابنوے رنگون برما۔

(۱۰۰) مولانا شبیر احمد صاحب فیض آباد۔ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ۱۳۵۱

(۱۰۱) مولانا محمد احمد صاحب تھانوی شاغل استاذ حدیث جامع العلوم کانپور بانی و مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر و کراچی پاکستان مجاز بیعت حضرت شیخ بانی و مدیر ماہنامہ الاشرف کراچی۔ ۱۳۵۲

(۱۰۲) قاری ظہیر الدین صاحب اعظمی استاذ تجوید وقرات جامعہ محمدیہ۔ مئو اعظم گڑھ۔ ۱۳۵۲

(۱۰۳) مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی امیر جماعت تبلیغ دہلی، سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی۔ ۱۳۵۴

(۱۰۴) مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی امیر جماعت تبلیغ دہلی۔ سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب۔ ۱۳۵۴

(۱۰۵) مولانا قاضی مظہر الدین صاحب بلگرامی استاذ دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، متخصص الدعوة والارشاد جامعہ ازہر قاہرہ، مصر۔ ۱۳۵۴

(۱۰۶) مولانا قاری محمود داؤد یوسف صاحب برمی، صدر کمیٹی سنی جامع مسجد رنگون، بانی و ناظم جامعہ دار العلوم تابنوے رنگون، صدر مرکزی جمعیۃ علماء برما مفتی اعظم مرکزی دار الافتاء جمعیۃ علماء برما و رکن رابطۂ عالم اسلامی مکۃ المکرمہ سعودی عرب، مدیر ماہنامہ المحمود رنگون برما۔ مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۵۴

(۱۰۷) مولانا عبد الشکور طوردی (ضلع مردان پاکستان) مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی فاضل پشتو۔ ۱۳۵۴

(۱۰۸) مولانا امیر احمد صاحب للیانوی۔ استاذ مدرسہ عربیہ شاملی و استاذ دار العلوم تابنوے رنگون برما۔ استاذ مدرسہ دار العلوم تھانہ بھون، استاذ مدرسہ امداد ۱۳۵۴

الاسلام صدر میرٹھ، مدیر ماہنامہ المحمود۔ رنگون برما۔

(۱۰۹) مولانا مسعود الٰہی صاحب میرٹھی، بانی ونگراں مدارس کثیرہ مختلفہ، مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۵۴

(۱۱۰) مولانا حافظ حکیم سعید احمد صاحب دیوبندی۔ سرگرم رکن تحریک آزادیٔ ہند وتحریک خلافت ممبر مجلس احرار سہارنپور۔ بانی ومدیر ہفت روزہ احرار سہارنپور۔ ۱۳۵۵

(۱۱۱) مولانا محمد ادریس صاحب انصاری انبہٹوی، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ صادق آباد بھاولپور پاکستان خطیب وامام جامع مسجد صادق آباد بانی ومہتمم مدرسہ فیض الغفور صادق آباد، مجاز بیعت حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مہاجر مدنی، مدیر ماہنامہ آفتاب نبوت دہلی۔ ۱۳۵۵

(۱۱۲) مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی، استاذ دار العلوم کراچی، نائب مدیر ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ۱۳۵۵

(۱۱۳) شیخ محمد حامد فرغانی نمنکانی (روس) استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، واستاذ حدیث مسجد النبوی شریف زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً۔ سعودی عرب۔ ۱۳۵۵

(۱۱۴) حضرت مولانا الشاہ محمد ابرار الحق صاحب ہردوئی استاذ مظاہر علوم سہارنپور و استاذ مدرسہ جامع العلوم کانپور ناظم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی ومجلس دعوت الحق ہردوئی۔ بانی ونگراں مدارس مختلفہ کثیرہ، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ۔ ۱۳۵۶

(۱۱۵) مولانا محمد شعیب صاحب بارہ بنکوی رئیس الاساتذہ مدرسہ ضیاء الاسلام جامع مسجد ضلع اناؤ۔ ۱۳۵۶

(۱۱۶) مولانا سجاد احمد صاحب جونپوری رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی ضلع مرادآباد رئیس الاساتذہ ومفتی اعظم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۵۷

(۱۱۷) مولانا شاہ محمد صاحب جالندھری استاذ حدیث جامعہ رشیدیہ ساہی وال۔ ۱۳۵۷
پاکستان۔

(۱۱۸) مولانا ابراہیم احمد صاحب رنگون ناظم اعلیٰ دارالعلوم تانبوے۔ صدر مرکزی ۱۳۵۸
جمعیۃ علماء برما۔ مدیر اعلیٰ روزنامہ دور جدید رنگون و مدیر ماہنامہ الاستقلال و
ماہنامہ المحمود رنگون، صدر شعبہ تالیف وترجمہ اسلامک ریلجس آفیرس کونسل،
رکن ترجمہ قرآن بیورو اسلامک سوسائیٹی برما۔

(۱۱۹) مولانا جہاں زیب صاحب پشاوری استاذ حدیث دارالعلوم چار باغ ضلع ۱۳۵۸
سوات پاکستان۔

(۱۲۰) مولانا نوراللہ صاحب رنگونی شیخ الحدیث دارالعلوم تابنوے برما و خطیب ۱۳۵۸
سورتی مسجد رنگون۔ نائب صدر جمعیۃ علمائے اسلام یانگوں-برما۔

(۱۲۱) مولانا محمد عبداللہ صاحب کرسوی خلیفہ ومجاز حضرت شیخ ؒ ویکے اکابر تبلیغ ۱۳۵۸
قصبہ کرسی، ضلع بارہ بنکی۔

(۱۲۲) مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم ۱۳۵۹
دہلی، مجاز بیعت حضرت شیخ ؒ یکے از خواص جماعت تبلیغ دہلی۔

(۱۲۳) مولانا محمد ہاشم صاحب غازی رنگونی سیکریٹری جنرل اسلامک ریلجس آفیرس ۱۳۵۹
کونسل برما مترجم ومفسر قرآن مجید در زبان برمی۔ سابق ناظم مدرسہ محمدیہ
مانڈلے حال ناظم عمومی جمعیۃ علما برما۔

(۱۲۴) مولانا عبدالرب صاحب خلیق ریواڑی، مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۳۵۹
استاذ عربی گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول ملتان، امام وخطیب جامع مسجد
رشید آباد۔ ملتان۔

(۱۲۵) مولانا ممتاز احمد صاحب تھانوی ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ حفظ القرآن ۱۳۵۹
گجرانوالہ، پاکستان سابق استاذ مدرسہ خیر المدارس جالندھر، استاذ حدیث و
تفسیر جامعہ اطہر لاہور پاکستان۔

(۱۲۶) مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی۔ صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان خلیفہ حضرت مولانا حافظ جلیل احمد شروانی۔ ۱۳۵۹

(۱۲۷) مولانا حبیب احمد صاحب الہ آبادی۔ مجاز حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی ۱۳۶۰

(۱۲۸) مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی۔ استاذ مدرسہ انوریہ لدھیانہ، استاذ مدرسہ خیر المدارس جالندھر و ناظم مدرسہ تجوید القرآن، خالصہ کالج لائل پور پاکستان مجاز بیعت حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔ ۱۳۶۰

(۱۲۹) مولانا مفتی نذیر احمد صاحب سیالکوٹی بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اشرف العلوم رحیم یار خاں پاکستان۔ ۱۳۶۰

(۱۳۰) مولانا عبدالحکیم صاحب برمی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم رنگون- برما۔ ۱۳۶۰

(۱۳۱) مولانا عبد الجلیل صاحب (ڈھڈیاں ضلع سرگودھا پاکستان) برادر زادہ حضرت اقدس رائے پوری) مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب ۱۳۶۰

(۱۳۲) مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی استاذ حدیث و تفسیر مدرسہ کاشف العلوم دہلی، استاذ حدیث دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سعودی عرب۔ مجاز بیعت حضرت شیخ و حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری۔ یکے از خواص جماعت تبلیغ - دہلی ۱۳۶۰

(۱۳۳) مولانا سعید احمد خاں صاحب کھیڑوی، امیر جماعت تبلیغ، سعودی عرب مجاز بیعت حضرت شیخ، و شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو۔ ۱۳۶۰

(۱۳۴) مولانا محمد صالح صاحب برمی استاذ حدیث جامعہ عربیہ دارالعلوم برما و سرپرست مدرسہ عربیہ صوفیہ رنگون برما۔ امیر جماعت تبلیغ۔ رنگون برما۔ نائب صدر جمعیۃ علمائے اسلام یانگون برما۔ ۱۳۶۰

(۱۳۵) مولانا قاری امیر حسن صاحب چھپرہ بہار استاذ مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی و استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن مدینہ منورہ سعودیہ عرب مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۶۰

(۱۳۶) مولانا محمد علی صاحب سواتی استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ۱۳۶۱

پشاور پاکستان۔

(۱۳۷) مولانا عزیز الرحمان صاحب المعروف صاحبزادہ محمد امیر خسرو ہزاروی اشعری استاذ دینیات پرائمری اسکول مانسہرہ ہزارہ پاکستان۔ ۱۳۶۱

(۱۳۸) مولانا عبدالولی صاحب رنگونی ناظم مدرسہ سورتیہ عربیہ رنگون و نائب مفتی مرکزی جمعیۃ علمائے اسلام برما۔ استاذ دینیات راندیریہ ہائی اسکول رنگون۔ سکریٹری مرکزی رویت ہلال کمیٹی جمعیۃ علماء۔ برما معاون مدیر ماہنامہ استقلال برما۔ ۱۳۶۲

(۱۳۹) مفسر قرآن مولانا الحاج افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مفتی کاندھلہ۔ سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بانی ونگراں مدارس کثیرہ۔ ۱۳۶۲

(۱۴۰) مولانا عبدالجلیل صاحب کاملپوری۔ استاذ جامعہ اسلامیہ، راولپنڈی پاکستان ۱۳۶۲

(۱۴۱) مولانا صدیق احمد صاحب ہتورا باندہ ناظم مدرسہ عربیہ ہتورا باندہ، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و دارالعلوم دیوبند۔ بانی ونگراں مدارس کثیرہ مختلفہ مجاز بیعت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب۔ ۱۳۶۳

(۱۴۲) مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب بستوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء و ناظم اعلیٰ کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۳۶۳

(۱۴۳) مولانا سید محمد ثانی حسنی صاحب رکن مجلس انتظامیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مدیر ماہنامہ رضوان لکھنؤ۔ مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۶۳

(۱۴۴) مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری مہاجر مدنی نائب ناظم مدرسہ حیات العلوم مرادآباد۔ استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم کراچی ومفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی پاکستان مجاز بیعت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی۔ ۱۳۶۳

(۱۴۵) مولانا سید آفاق صاحب فتحپوری استاذ عربیہ مدینۃ العلوم ٹنڈو آدم سندھ استاذ سرسید گورنمنٹ ہائی اسکول پاکستان۔ ۱۳۶۳

(۱۴۶) مبلغ اسلام مولانا سید محمود شاہ صاحب دیپال پوری بانی مدرسہ تعلیم القرآن وخطیب جامع مسجد دیپالپور مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پور ۱۳۶۳

(۱۴۷) مولانا عبدالوہاب صاحب ریواڑی گوڑگانواں میوات امام و خطیب جامع مسجد اشرفیہ ملتان پاکستان۔ ۱۳۶۳

(۱۴۸) مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب ٹانڈوی استاذ حدیث مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، شیخ الحدیث ومفتی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار ضلع حیدرآباد سندھ، مجاز بیعت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی ومولانا الحاج محمد مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی۔ ۱۳۶۳

(۱۴۹) مولانا محمد ابراہیم صاحب پالن پوری شیخ الحدیث و رئیس الاساتذہ جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند گجرات، مجاز بیعت حضرت شیخ۔ ۱۳۶۳

(۱۵۰) مولانا سید محمد طاہر صاسب حسینی سابق مددگار ناظم ونگراں شعبہ مالیات ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ خلیفہ ومجاز حضرت شیخ۔ ۱۳۶۳

(۱۵۱) مولانا عبدالقدوس صاحب رومی الٰہ آبادی استاذ مدرسہ امدادیہ مراد آباد۔ بانی و مدیر ماہنامہ الاحسان الٰہ باد۔ رئیس الاساتذہ مدرسہ عالیہ الٰہ آباد مفتی شہر آگرہ۔ ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ممبر آل انڈیا رویت ہلال کمیٹی۔ ۱۳۶۴

(۱۵۲) مولانا صدرالدین عامر الانصاری صاحب رامپوری شیخ التفسیر مدرسہ احمدیہ بھوپال، نائب مدیر مجلہ ثقافۃ الہند، (مجلس الہند للروابط الثقافۃ دہلی) سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۳۶۵

(۱۵۳) مولانا سحبان محمود صاحب شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دارالعلوم کراچی، مجاز بیعت حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب کراچی۔ ۱۳۶۵

(۱۵۴) مولانا قمر احمد صاحب تھانوی۔ پروفیسر گورنمنٹ نارمل اسکول کمالیہ فیصل آباد پاکستان۔ ۱۳۶۵

(۱۵۵) مولانا مفتی سید محمد یحیی صاحب سہارنپوری رئیس المفتیین جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۶۵

(۱۵۶) مولانا محمد اکرم صاحب بخاری (روس) استاذ عربی و استاذ فرائض دار العلوم دیوبند، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ بریسال (بنگلہ دیش) استاذ حدیث و تفسیر مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی استاذ حدیث مدرسہ تعلیم الاسلام آنند گجرات۔ ۱۳۶۵

(۱۵۷) مولانا محمد فاروق صاحب بانی جامعہ فاروقیہ اتراؤں الہ آباد۔ مجاز مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ ۱۳۶۵

(۱۵۸) مولانا امام الدین صاحب پورنوی۔ شیخ الحدیث دار العلوم لطیفی کٹیہار بہار، مجاز بیعت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ۔ بانی و موسس مدارس و مساجد مختلفہ ۱۳۶۵

(۱۵۹) مولانا محمد علی صاحب پشاوری استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ سرحد پشاور پاکستان۔ ۱۳۶۵

(۱۶۰) مولانا عبد الکریم صاحب سرگودھا خطیب جامع مسجد اہل سنت مہتمم جامعہ حنفیہ کریمیہ صدر شاہ پور سرگودھا پاکستان۔ ۱۳۶۵

(۱۶۱) مولانا احمد اللہ صاحب قادری نقشبندی استاذ حرم شریف مکۃ المکرمہ، بانی و استاذ حدیث مدرسہ عربیہ مظہر العلوم ڈاگئی ضلع مردان پاکستان رکن مرکزی مجلس شوریٰ جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان، سرگرم رکن قومی اتحاد پاکستان، مجاز بیعت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری۔ ۱۳۶۵

(۱۶۲) مولانا سید حامد علی شاہ صاحب مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں پاکستان۔ ۱۳۶۶

(۱۶۳) مولانا قاری سرفراز احمد صاحب تھانوی استاذ شعبہ حفظ مدرسہ گڑھی پختہ ضلع مظفر نگر امام و خطیب جامع مسجد صدر بازار انبالہ چھاونی و امام و خطیب جامع مسجد سیکٹر (۲۰) پنجاب۔ ۱۳۶۶

(۱۶۴) مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی، صدر شعبۂ تجوید و قرأت مدرسہ تجوید القرأت موتی بازار، لاہور۔ پاکستان، خطیب جامع مسجد چوبرجی گارڈنر لاہور پاکستان۔ جج بین الاقوامی مقابلہ قرات ملیشیا ۱۹۶۹ء پروفیسر شعبہ تجوید ۱۳۶۶

وقرأت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان۔

(۱۶۵) مولانا دین محمد صاحب اجمیری مدیر ماہنامہ دیندار سہارنپور۔ ۱۳۶۷

(۱۶۶) مولانا محب الرحمٰن سلہٹی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ گوہر ڈانگا فرید پور بنگلہ دیش۔ ۱۳۶۷

(۱۶۷) مولانا شاہ عبداللطیف صاحب نلہیڑوی، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعداللہ صاحبؒ۔ ۱۳۶۷

(۱۶۸) مولانا محمد رضاء العلی صاحب فتحپوری ناظم مدرسہ اشرف العلوم ماتن پور ضلع فتحپور۔ ۱۳۶۷

(۱۶۹) مولانا فضل مالک صاحب مردانی استاذ حدیث دارالعلوم چار باغ ضلع سوات، پاکستان۔

(۱۷۰) مولانا عبدالرؤف صاحب عالی رکن مجلس معارف القرآن دیوبند ونگراں شعبہ محافظ خانہ دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۶۸

(۱۷۱) مولانا محمد اللہ صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ اسعداللہ صاحب۔ ۱۳۶۸

(۱۷۲) مولانا سعید احمد صاحب گمتھلوی جانشین ومجاز حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سرگودھا پاکستان۔ ۱۳۶۸

(۱۷۳) مولانا ممتاز علی صاحب نیشنل انعام یافتہ مہتمم مدرسہ رحمانیہ یکھتہ مدھوبنی وبانی جامعۃ البنات یعقوبیہ یکھتہ مدھوبنی مجاز مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی ۱۳۶۹

(۱۷۴) مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب مفتی اعظم، استاذ حدیث وناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعداللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ ۱۳۶۹

(۱۷۵) مولانا عبدالغنی صاحب احمد آبادی یکے از قدمائے جماعت تبلیغ گجرات ومجاز حضرت مولانا شاہ محمد اسعداللہ صاحبؒ۔ ۱۳۶۹

(۱۷۶) مولانا محمد الیاس نیرانوی (خوشنویس) یکے از خواص حضرت شیخؒ وکاتب لامع الدراری، اوجز المسالک، امانی الاحبار وغیرہ۔ ۱۳۷۰

(۱۷۷) مولانا سید ابراہیم صاحب حیدرآبادی مہتمم وصدر المدرسین جامعہ عربیہ سیوانگر حیدرآباد۔اے،پی۔ ۱۳۷۰

(۱۷۸) مولانا عبدالباری صاحب کھپاڑوی استاذ حدیث دارالعلوم بانس کنڈی۔آسام۔ ۱۳۷۱

(۱۷۹) مولانا عبدالحق صاحب عرف زیارت گل استاذ حدیث دارالعلوم کراچی پاکستان۔ ۱۳۷۱

(۱۸۰) مولانا الحاج حکیم سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔ ۱۳۷۱

(۱۸۱) مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اعظمی استاذ و مفتی جامعہ عربیہ حیات العلوم مرادآباد۔استاذ فقہ وصدر مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۳

(۱۸۲) مولانا مفتی منظور احمد صاحب کانپوری شیخ الحدیث و نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور، صدر ادارۂ القضاء الشرعیہ (شرعی عدالت) کانپور قاضی شہر کانپور۔ معاون مدیر ماہنامہ نظام کانپور۔ بانی و مدیر پندرہ روزہ پیام سنت کانپور۔رکن شوریٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و دارالعلوم دیوبند۔مجاز بیعت حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی۔ ۱۳۷۳

(۱۸۳) مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب سابق ناظم و استاذ حدیث جامعہ مظاہر علوم۔ رکن جمعیۃ علماء ہند و آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔مجاز بیعت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی، حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکہ یوپی۔ ۱۳۷۳

(۱۸۴) مولانا محمد اطہر حسین صاحب استاذ ادب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔مجاز بیعت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ ۱۳۷۳

(۱۸۵) مولانا محمد یوسف صاحب برمی بانی و مہتمم مدرسہ مظاہر علوم پیو پولے۔رنگون برما۔ ۱۳۷۳

(۱۸۶) مولانا محمد موسیٰ صاحب برمی ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث مدرسہ عربیہ محمدیہ رنگون برما۔ ۱۳۷۳

(۱۸۷) مولانا عبدالقیوم صاحب کانپوری استاذ حدیث و نائب مفتی و ناظم تعلیمات ۱۳۷۳

جامع العلوم کانپور ناظم ادارۃ القضاء الشرعیہ مدیر اعلیٰ ماہنامہ نظام جدید کانپور

(۱۸۸) مولانا محمود یوسف ماما صاحب برمی بانی و مدیر ماہنامہ کوثر رنگون بانی و مدیر روزنامہ دور جدید رنگون۔ برما۔ ۱۳۷۴

(۱۸۹) مولانا سید عبید اللہ صاحب برمی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم برما۔ ۱۳۷۴

(۱۹۰) مولانا محمد موسیٰ صاحب رنگونی استاذ و ناظم مدرسہ محمدیہ رنگون۔ بانی و مدیر ماہنامہ تہذیب الاسلام برما۔ ۱۳۷۵

(۱۹۱) مولانا وارث علی صاحب سیتاپوری۔ استاذ مدرسہ بحر العلوم سیتاپور۔ مدرسہ عربیہ مصباح العلوم لاہرپور ضلع سیتاپور مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم خیرآباد۔ مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۷۶

(۱۹۲) مولانا مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوری مفتی و استاذ جامعہ مظاہر علوم ناظم خانقاہ قادریہ رحیمیہ رائے پور مجاز حضرت شاہ عبد الرشید صاحب رائے پور۔ ۱۳۷۶

(۱۹۳) مولانا محمد موسیٰ سلیمان صاحب (کرماڈی) والسال لندن، بانی و مدیر ماہنامہ فاران لندن یو، کے۔ ۱۳۷۶

(۱۹۴) مولانا شمس الضحیٰ صاحب برمی، ناظم و شیخ الحدیث جامعہ عربیہ صوفیہ، رنگون ۱۳۷۶

(۱۹۵) مولانا احمد اللہ صاحب بجنوری حال مہتمم مدرسہ مظاہر علوم لطیف آباد حیدرآباد پاکستان نائب صدر مرکزی جمعیۃ علمائے اسلام حیدرآباد پاکستان۔ ۱۳۷۶

(۱۹۶) مولانا ظہور احمد صاحب برمی۔ مدیر و استاذ حدیث مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم مولمین برما۔ ۱۳۷۶

(۱۹۷) مولانا نسیم احمد صاحب غازی بجنوری استاذ مدرسہ حیات العلوم مرادآباد واستاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، شیخ الحدیث جامع الہدیٰ۔ مرادآباد مجاز بیعت ۱۳۷۷

مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی ومولانا عبد الرحیم صاحب دہامپوری ومولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی۔ ۱۳۷۷

(۱۹۸) مولانا عبدالرحمان صاحب حیدرآبادی استاذ حدیث وتفسیر و ناظم (اول) مجلس علمیہ حیدرآباد مقیم مکہ مکرمہ، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحبؒ ہردوئی۔ ۱۳۷۷

(۱۹۹) مولانا عبدالروف صاحب بستوی استاذ حدیث اشرف المدارس ہردوئی، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی۔ ۱۳۷۹

(۲۰۰) مولانا حامد حسین صاحب اشرفی استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ صوفیہ رنگون برما ۱۳۷۹

(۲۰۱) مولانا قمرالدین صاحب کانپوری۔ رکن مجلس شوریٰ حیات العلوم مرادآباد مدیر ماہنامہ کانپور بانی ادارہ معارف ملی کانپور۔ ۱۳۷۹

(۲۰۲) مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ شیخ الحدیث جامع فلاح دارین ترکیسر۔ گجرات قاضی مستشار علمی رئاسۃ القضاء الشرعی۔ ابوظبی پی، ایچ، ڈی جامعہ ازہر مصر، استاذ و پروفیسر حدیث العین یونیورسٹی، رکن مجلس شوریٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ، و دارالمصنفین اعظم گڑھ، رکن شوریٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور بانی و سرپرست جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ۔ ۱۳۷۹

(۲۰۳) مولانا محمد احسان الحق صاحب لاہور یکے از خواص جماعت تبلیغ پاکستان۔ مجاز حضرت شیخ۔ استاذ حدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ پاکستان۔ ۱۳۷۹

(۲۰۴) مولانا سید شجاع الدین قادری لاتور مہاراشٹر استاذ مدرسہ مصباح العلوم لاتور، ومجاز بیعت مولانا عبدالغفور صاحب قریشی وحضرت سید شاہ اسداللہ صاحب قادری۔ ۱۳۸۰

(۲۰۵) مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت شیخ وحضرت مولانا محمد اسعداللہ صاحب سابق ناظم مدرسہ۔ ۱۳۸۰

(۲۰۶) مولانا قمرالدین صاحب کوپاگنجی استاذ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ وجامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور و مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔ شیخ الحدیث مدرسہ ۱۳۸۰

اصلاح البنات سملک گجرات۔

(۲۰۷) مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری استاذ حدیث ورئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپورومجاز حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۰

(۲۰۸) مولانا عبد الرشید صاحب بستوی استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور۔ ومفتی (درزمانہ حج برائے) مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔ ۱۳۸۰

(۲۰۹) مولانا محمد مسیح الرحمان صاحب مہتمم مدرسہ جگدیہ حنانیہ ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال ۱۳۸۰

(۲۱۰) مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی۔ یکے از خواص جماعت تبلیغ دہلی۔ مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۱

(۲۱۱) مولانا محمد عبداللہ طارق صاحب رفیق ندوۃ المصنفین دہلی۔ بانی ادارہ امور مساجد دہلی۔ ۱۳۸۱

(۲۱۲) مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث مدرسہ عربیہ دارالعلوم شاہ بہلول سہارنپور، بانی ومدیر ماہنامہ اشاعت اسلام وماہنامہ تحقیقات علمیہ سہارنپور۔ موسس مجلس تحقیقات علمیہ سہارنپور۔ ۱۳۸۲

(۲۱۳) مولانا قطب الدین صاحب گیاوی (بہار) استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۲

(۲۱۴) مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب رہتاس بہار۔ صدر القراء جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور۔ ۱۳۸۳

(۲۱۵) مولانا مفتی محمد اسمعیل صاحب کھولوی گجرات۔ حال مقیم انگلینڈ استاذ حدیث ونائب مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات، مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۴

(۲۱۶) مولانا شفیق الرحمان صاحب منی پوری امام مسجد آر ایم ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ومہتمم جامعہ احسن البنات مرادآباد۔ ۱۳۸۵

(۲۱۷) مولانا محمد ہاشم صاحب جوگواڑی رئیس الاساتذہ واستاذ حدیث دارالعلوم العربیۃ الاسلامیہ بولٹن لندن انگلینڈ، مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۵

(۲۱۸) مولانا خطیب احمد صاحب فرخ آبادی آرگنائزر شیروانی ایجوکیشنل سوسائیٹی ایٹہ فرخ آباد۔ ۱۳۸۵

(۲۱۹) مولانا قاری رضوان نسیم صاحب دیوبندی رئیس القراء و معین ناظم جامعہ مظاہر علوم سہار نپور۔ ۱۳۸۵

(۲۲۰) مولانا سید محمد سلمان صاحب سہار نپوری استاذ حدیث و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور مجاز بیعت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی۔ ۱۳۸۶

(۲۲۱) مولانا محمد یوسف صاحب متالا بانی و مہتمم دار العلوم العربیۃ الاسلامیۃ بولٹن انگلینڈ، مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۸۷

(۲۲۲) مولانا نسیم اللہ صاحب پرتا پگڑھی ناظم مدرسہ حفظ العلوم و بانی مظاہری دار المطالعہ ڈروا پرتا پگڑھ، مجاز بیعت حضرت حافظ صدیق احمد صاحب مرزاپوری۔ ۱۳۸۷

(۲۲۳) مولانا حافظ بلال احمد صاحب سہار نپوری استاذ شعبہ حفظ جامع مسجد و مجاز بیعت مولانا قاری امیر حسن صاحب ہردوئی۔ ۱۳۸۷

(۲۲۴) مولانا شاہ منیر احمد صاحب جامع مسجد کالینا۔ بمبئی خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری۔ ۱۳۸۷

(۲۲۵) مولانا عبد القادر صاحب گجراتی استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۳۸۷

(۲۲۶) مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی استاذ حدیث دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔ سعودی عرب مجاز بیعت حضرت شیخ بانی و موسس مختلف تحریکات و جامعات درتر دید فرق باطلہ (قادیانیت، عیسائیت وغیرہ)۔ ۱۳۸۸

(۲۲۷) مولانا حسان احمد صاحب بہاری۔ مجاز بیعت حضرت شیخ مقیم مکہ مکرمہ سعودی عرب۔ ۱۳۸۸

(۲۲۸) مولانا محمد ہارون صاحب اندوری استاذ و ناظم اعلی شعبۂ مخطوطات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۳۸۸

(۲۲۹) مولانا احمد لولات صاحب گجراتی استاذ مدرسہ امداد العلوم وڈالی گجرات، ۱۳۸۹

ودارالعلوم تارا پور گجرات، مجاز بیعت حضرت شیخ و شیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ، گجرات۔

(۲۳۰) مولانا محمد عباس صاحب رائے پوری مہتمم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائپور ۱۳۸۹

(۲۳۱) مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی بانی مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ و مدیر مجلّہ احوال و آثار کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔

(۲۳۲) مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی مجاز بیعت حضرت شیخ و حضرت مولانا محمد انعام الحسن و حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی و شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی۔ ۱۳۹۰

(۲۳۳) مولانا عبد الحنان صاحب بیگوسرائے بہار۔ بانی و مہتمم دارالعلوم زکریا لکھمینیا بیگوسرائے بہار۔ ۱۳۹۰

(۲۳۴) مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدناپوری شیخ الحدیث دارالعلوم پنڈوا۔ ھگلی مغربی بنگال۔ ۱۳۹۰

(۲۳۵) مولانا حبیب اللہ صاحب چمپارنی مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب مجاز بیعت جناب الحاج صوفی محمد اقبال صاحب مدنی۔ ۱۳۹۰

(۲۳۶) مولانا وسیم احمد صاحب سنسار پوری۔ شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ مجاز بیعت مولانا حکیم سید مکرم حسین صاحب سنسار پور ضلع سہارنپور۔ ۱۳۹۰

(۲۳۷) مولانا ثمیر الدین صاحب بہاری۔ استاذ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر بہار۔ ۱۳۹۰

(۲۳۸) مولانا فقیر محمد صاحب انڈمانی مہتمم خانقاہ شیخ زکریا مجاز بیعت حضرت شیخ بانی مدرسہ ناشر العلوم انڈمان۔ ۱۳۹۱

(۲۳۹) مولانا سید محمد مشتاق صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم امدادیہ کھولاپور ضلع امراؤتی ۱۳۹۱

(۲۴۰) مولانا سید محمود صاحب بانی و مہتمم مدرسہ مصباح العلوم آکولہ مہاراشٹر و دارالعلوم امان الاسلام اکولہ، رکن شوریٰ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ضلع سہارنپور۔ و یکے از خواص دعوت و تبلیغ مہاراشٹر، مجاز بیعت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب ۱۳۹۱

رائے پوری۔

۱۳۹۱ (۲۴۱) مولانا محمد مظہر عالم صاحب مظفر پور بہار۔ مجاز بیعت حضرت شیخ بانی و مہتمم معہد الرشید الاسلامی مونٹریال کناڈا۔ امریکہ۔

۱۳۹۲ (۲۴۲) مولانا ظفر احمد صاحب اعظمی، استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس۔

۱۳۹۲ (۲۴۳) مولانا محمد طاہر صاحب باقر پور سہارنپور استاذ حدیث و نائب مہتمم مالیات مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور مجاز بیعت حضرت مولانا محمد یونس صاحب

۱۳۹۲ (۲۴۴) مولانا عبدالغفار صاحب بستوی استاذ حدیث مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی

۱۳۹۲ (۲۴۵) مولانا نجیب اللہ صاحب چمپارنی۔ مجاز بیعت حضرت شیخ۔

۱۳۹۲ (۲۴۶) مولانا سید غیاث الدین صاحب الہ آبادی استاذ مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد، بانی و ناظم مرکز اسلامی الہ آباد، مجاز بیعت مولانا سید حسین صاحب الہ آبادی، آئی، اے، ایس (ریٹائرڈ کمشنر و سابق ممبر رینویو بورڈ حکومت یو پی۔

۱۳۹۲ (۲۴۷) مولانا محمد ایوب صاحب سورتی بانی و ناظم مجلس دعوۃ الحق و شیخ الحدیث دارالعلوم لیسٹر انگلینڈ۔ مجاز بیعت حضرت مولانا ابرار الحق صاحب۔

۱۳۹۲ (۲۴۸) مولانا سید محمد مفضال الرحمان صاحب ہردوئی استاذ فقہ مدرسہ اشرف المدارس وصدر انجمن اسلامیہ ہردوئی۔

۱۳۹۲ (۲۴۹) مولانا رفیق احمد بڑودہ گجرات بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ گجرات۔

۱۳۹۳ (۲۵۰) مولانا مفتی محمد خالد صاحب سہارنپوری استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔

۱۳۹۳ (۲۵۱) مولانا قاری حبیب احمد صاحب باندوی جانشین حضرت مولانا صدیق احمد صاحب ناظم و مہتمم جامعہ عربیہ ہتھورہ ضلع باندہ۔

۱۳۹۳ (۲۵۲) مولانا غلام محمد صاحب وستانوی بانی و رئیس جامعہ اکل کواں مہاراشٹر مجاز بیعت حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی۔ رکن مجلس شوری

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۲۵۳) مولانا عبدالرحیم صاحب جونپوری ناظم و مہتمم واستاذ تفسیر مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور۔ ۱۳۹۳

(۲۵۴) مولانا عبیداللہ صاحب سیوانی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۳۹۴

(۲۵۵) مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی۔ ناظم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون، مجاز بیعت مولانا سید خلیل حسین صاحب دیوبندی۔ ۱۳۹۴

(۲۵۶) مولانا محمد انور صاحب گنگوہی استاذ تفسیر وحدیث مدرسہ اشرف العلوم مجاز بیعت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب۔ ۱۳۹۴

(۲۵۷) مولانا رئیس الدین صاحب بجنوری استاذ حدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب۔ ۱۳۹۴

(۲۵۸) مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، مرکز نظام الدین دہلی مجاز بیعت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی وحضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری ۱۳۹۴

(۲۵۹) مولانا مفتی عبدالرحمان صاحب غازی پوری استاذ و مفتی مدرسہ دینیہ زیر قلعہ غازی پور۔ ۱۳۹۵

(۲۶۰) مولانا عبدالظاہر صاحب کوٹیلہ اعظم گڑھ استاذ حدیث وفقہ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر۔ ۱۳۹۵

(۲۶۱) مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب سابق شیخ الحدیث مدینۃ العلوم معماری بردوان ناظم و مہتمم۔ جامعہ صدیقیہ جامپور۔ نارتھ ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔ ۱۳۹۵

(۲۶۲) مولانا مفتی عبداللہ صاحب ہانسوڈ گجرات بانی جامعہ مظہر سعادت ہانسوڈ گجرات، مجاز بیعت حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی و حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث۔ ۱۳۹۵

(۲۶۳) مولانا مفتی عبدالودود صاحب حیدرآبادی رئیس الاساتذہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد۔ ۱۳۹۵

(۲۶۴) مولانا سید عبد القدیر صاحب حیدرآبادی ریسرچ اسکالر اسلامک سینٹر نیویارک امریکہ۔ ۱۳۹۵

(۲۶۵) مولانا عبدالرشید صاحب استاذ حدیث و ناظم تعلیمات مدرسہ بیت العلوم سرائمیر۔اعظم گڑھ۔ بانی جامعہ محمودیہ عبداللہ پور ضلع سلطانپور، مجاز بیعت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔ ۱۳۹۵

(۲۶۶) مولانا عبد الوحید صاحب مکی استاذ تفسیر دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ مجاز بیعت مولانا محمد طلحہ صاحب۔ ۱۳۹۶

(۲۶۷) مولانا عبدالعظیم صاحب جونپوری استاذ تفسیر جامعہ شرقیہ اسلامیہ پھولپور ۱۳۹۶

(۲۶۸) مولانا عبد العظیم صاحب رئیس الاساتذہ دارالعلوم اسلام نگر ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔ ۱۳۹۶

(۲۶۹) مولانا محمد اسلم صاحب استاذ حدیث جامعہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی، بانی و مہتمم دارالعلوم ٹانڈہ بادلی۔ ۱۳۹۶

(۲۷۰) مولانا کبیر الدین صاحب فاران ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش مہتمم مدرسہ نور المعارف علی میاں نگر دیا گنج پورنیہ، مدرسہ روضۃ المعارف پورنیہ و جامعہ زکریا سید پور ضلع اررریہ امیر تنظیم فلاح ملت پورنیہ کمشنری بہار، جزل سکریٹری تنظیم فلاح مدارس ہماچل ہریانہ پنجاب۔ ۱۳۹۶

(۲۷۱) مولانا محمد الیاس صاحب روڑکی امام مسجد وقف اکبرالخیری۔ حی النزہۃ۔ مکۃ المکرمہ بانی جامعۃ البنات خدیجۃ الکبریٰ مدرسہ تحفیظ القرآن روڑکی والنور انگلش میڈیم اسکول روڑکی۔ ۱۳۹۶

(۲۷۲) مولانا محمد صاحب جوہانسبرگ افریقہ مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۹۸

(۲۷۳) مولانا محمد بلال ابراہیم باوا صاحب رنگون برما۔ استاذ حدیث دارالعلوم بری انگلینڈ، مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔ ۱۳۹۸

(۲۷۴) مولانا اقبال ابراہیم باوا صاحب رنگون برما۔ مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر۔ انگلینڈ ۱۳۹۸

(۲۷۵) مولانا ابومحمد احمد حسین صاحب پٹنی مہتمم جامعہ کنزالعلوم احمد آباد گجرات۔ ۱۳۹۸

(۲۷۶) مولانا اظہارالحق صاحب رئیس الاساتذہ مدرسہ اشرف العلوم کنوہ بہار۔ ۱۳۹۸
مجاز بیعت مخدوم بہرائچ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مرحوم سابق ناظم اشرف العلوم کھنوا بہار۔

(۲۷۷) مولانا عبدالخالق صاحب مئو۔ استاذ حدیث وصدر مدرس مدرسہ مطلع العلوم بنارس ۱۳۹۸

(۲۷۸) مولانا مفتی کاظم علی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اسلام نگر ۲۴ پرگنہ بنگال۔ ۱۳۹۹

(۲۷۹) مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی استاذ حدیث وفقہ مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ
مجاز بیعت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔

(۲۸۰) مولانا احمد علی صاحب ہردوئی استاذ حدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔ ۱۳۹۹
مجاز بیعت مولانا قاری امیر حسن صاحب مقیم ہردوئی۔

(۲۸۱) مولانا مفتی شبیر احمد صاحب گجراتی استاذ حدیث دارالعلوم بری انگلینڈ۔ ۱۳۹۹

(۲۸۲) مولانا مفتی عبدالغنی صاحب نائب ناظم استاذ دارالعلوم سبیل الفلاح حیدرآباد ۱۳۹۹

(۲۸۳) مولانا مفتی محمد اسلم صاحب لکھنوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۴۰۰

(۲۸۴) مولانا محمد یوسف صاحب تنکاروی (گجرات) استاذ حدیث مدرسہ فلاح دارین ترکیسر۔ ۱۴۰۰

(۲۸۵) مولانا حبیب الرحمان صاحب پالنپوری استاذ حدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر گجرات ۱۴۰۰

(۲۸۶) مولانا محمد اقبال صاحب گجراتی متخصص ادب عربی ندوہ لکھنؤ ومعتمد النادی العربی ندوہ لکھنؤ، استاذ حدیث و استاذ عربی ادب دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات۔ ۱۴۰۰

(۲۸۷) مولانا محمد بن موسیٰ کروڈ جوناگڑھ استاذ تفسیر وحدیث وفقہ دارالعلم حسینیہ مانگرول وبانی جامعہ تعلیم القرآن وتھلی۔ ۱۴۰۰

(۲۸۸) مولانا محمد عریف الرحمٰن صاحب دربھنگوی بانی وناظم مدرسہ خلیلیہ رشید نگر۔ رتن پورہ دربھنگہ بہار۔ ۱۴۰۰

(۲۸۹) مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور۔ ۱۴۰۱

(۲۹۰) مولانا مفتی محمد زید صاحب کانپوری مفتی واستاذ فقہ مدرسہ عربیہ ہتوراواستاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ، مجاز صحبت حضرت مولانا باندوی۔ ۱۴۰۱

(۲۹۱) مولانا محمد زین العابدین صاحب رشادی مہتمم دارالعلوم شاہ ولی اللہ بنگلورہ رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کرناٹک۔ ۱۴۰۱

(۲۹۲) مولانا انصار علی صاحب ممتاز المحدثین کلکتہ، استاذ مدرسہ ندائے اسلام کلکتہ ۱۴۰۱

(۲۹۳) مولانا نسیم احمد صاحب بہاری شیخ الحدیث مدرسہ نورالاسلام میرٹھ، مجاز بیعت مولانا محمد اللہ صاحب ومولانا حکیم محمد اسلام صاحب انصاری میرٹھی۔ ۱۴۰۱

(۲۹۴) مولانا سفیان احمد صاحب اعظمی استاذ حدیث مدرسہ مطلع العلوم بنارس۔ ۱۴۰۳

(۲۹۵) مولانا عطاء اللہ صاحب بھترہ سلطان پور استاذ وصدر شعبہ حفظ بیت العلوم سرائمیر ۱۴۰۳

(۲۹۶) قاری محمد عیسی صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ وامام وخطیب جامع مسجد برونی ضلع بیگوسرائے بہار۔ ۱۴۰۴

(۲۹۷) مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب پھولپوری نائب ناظم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی۔ ۱۴۰۴

(۲۹۸) مولانا فرید احمد صاحب سہارنپوری، صدر جمعیۃ علماء شہر سہارنپور و منیجر منتظمہ کمیٹی جامع مسجد سہارنپور۔ ۱۴۰۶

(۲۹۹) ڈاکٹر مولانا فخر الاسلام صاحب الہ آبادی کامل الطب والجراحت اجمل خاں طبیہ کالج علی گڑھ، ماہر طب ایم ڈی، معالجات جامعہ ہمدرد دہلی لکچرار احمد غریب یونانی میڈیکل کالج (جامعہ اشاعۃ العلوم اکل کوا مہاراشٹر۔ ۱۴۰۶

(۳۰۰) مولانا عبد الباری صاحب سلطانپوری استاذ فقہ مدرسہ عربیہ دعوۃ الحق وناظم جامعہ عربیہ محمودیہ عبد اللہ پور سلطانپور اعظم گڑھ۔ ۱۴۰۷

(۳۰۱) مولانا عزیز النبی خاں صاحب مہتمم جامعہ صدیقیہ ترتیل القرآن رامپور، ۱۴۰۷

صدر جمعیۃ علمائے ہند رامپور سکریٹری مجلس علماء رامپور، ناظم خانقاہ شاہ ابرار۔رامپور۔

(۳۰۲) مولانا قاری محمد ریاض صاحب اناؤ محاضر کلیۃ الشریعہ اصول الدین و رئیس کلیۃ التجوید والقراۃ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۴۰۸

(۳۰۳) مولانا انیس احمد صاحب لاہور پاکستان مہتمم مدرسہ احسان القرآن والعلوم النبویہ لاہور۔مجاز بیعت الحاج صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی۔ ۱۴۰۸

(۳۰۴) مولانا ولی اللہ صاحب ولی صدیقی، استاذ تحفیظ القرآن الکریم مدینہ منورہ سعودی عرب ۱۴۰۹

(۳۰۵) مولانا مفتی لئیق احمد صاحب پھولپوری استاذ فقہ و نائب ناظم تعلیمات بیت العلوم سرائے میر و نائب ناظم مجلس دعوۃ الحق پھولپور۔ ۱۴۰۹

(۳۰۶) مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب گڈوی (بہار) سابق استاذ و مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، استاذ حدیث دارالعلوم رحیمیہ باندی پورہ کشمیر بانی و ناظم مدرسہ محمود العلوم محمود نگر گڈہ جھارکھنڈ، مجاز بیعت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔ ۱۴۰۹

(۳۰۷) مولانا محمد اشرف اسماعیل صاحب گجراتی، استاذ مدرسہ مفتاح العلوم، باربڈوز ویسٹ انڈیز مجاز بیعت مولانا حکیم اختر صاحب کراچی۔ ۱۴۰۹

(۳۰۸) مولانا مفتی محمد روشن صاحب۔بانی و سکریٹری جامعہ صدیقیہ جاپور مغربی بنگال۔ ۱۴۱۰

(۳۰۹) مولانا ڈاکٹر ہارون الرشید صاحب سہارنپوری، بی، یو، ایم، ایس علی گڑھ۔ ۱۴۱۱

(۳۱۰) مولانا مفتی محمد عبید الرحمٰن صاحب گل برگہ، استاذ حدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔مجاز صحبت حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی۔ ۱۴۱۱

(۳۱۱) مولانا نثار احمد صاحب وارانسی (بنارس) استاذ فقہ و حدیث جامعہ مطلع العلوم بنارس۔ ۱۴۱۳

(۳۱۲) مولانا مفتی محمد کوثر علی سجانی ارریہ بہار شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم الور۔راجستھان۔ ۱۴۱۴

(۳۱۳) مولانا حذیفہ صاحب علی گڑھ۔بی، یو، ایم، ایس، ٹی، ایچ، ایم، اے عربی ۱۴۱۵

(۳۱۴) مولانا احمد مجتبی صاحب لولات گجراتی شیخ الحدیث۔ مدرسہ حمایت الاسلام علی پور۔ نوساری گجرات۔ ۱۴۱۵

(۳۱۵) مولانا مفتی نیر اقبال صاحب سہرسا بہار استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴۱۶

(۳۱۶) مولانا مفتی فہیم احمد صاحب نگینہ بجنور۔ استاذ حدیث و نائب ناظم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔ ۱۴۱۶

(۳۱۷) مولانا عبد السلام صاحب بھٹکلی ندوی مظاہری استاذ حدیث (فقہ شافعی) ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ ۱۴۱۷

(۳۱۸) مولانا قاری ضیاء الدین صاحب چترا بہار۔ (فاضل قرات سبعہ وعشرہ) استاذ جامعہ ترتیل القرآن سہارنپور۔ ۱۴۱۹

(۳۱۹) مولانا محمد یوسف صاحب گجراتی متخصص حدیث جامعہ مظاہر علوم و استاذ جامعہ مظاہر علوم۔ ۱۴۲۰

(۳۲۰) مولانا صغیر احمد صاحب پرتاپ گڑھی متخصص حدیث جامعہ مظاہر علوم و استاذ ورکن شعبہ تحقیق وتعلیق معہد الانور دیوبند۔ ۱۴۲۰

(۳۲۱) مولانا محمد یوسف صاحب علی گڑھ ایم، اے عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۱۴۲۰

(۳۲۲) مولانا حسان احمد صاحب مدھوبنی بہار استاذ جامعہ اسلامیہ مظفر پور بہار۔ ۱۴۲۱

(۳۲۳) مولانا شکیل احمد صاحب وارانسی بنارس استاذ قرات وتجوید مطلع العلوم بنارس ۱۴۲۱

(۳۲۴) مولانا انعام الحق صاحب وارانسی، استاذ مطلع العلوم بنارس۔ ۱۴۲۱

(۳۲۵) مولانا محمد اسامہ صاحب علی گڑھی استاذ تفسیر و حدیث مدرسہ تعمیر ملت دودھ پور علی گڑھ۔ ۱۴۲۱

(۳۲۶) مولانا ابوطلحہ صاحب جھارکھنڈ بانی و مہتمم جامعہ ابو ہریرۃ تجوید القرآن عربی انگلش میڈیم اونرا گریڈیہ جھارکھنڈ۔ ۱۴۲۱

(۳۲۷) مولانا محمد عاقل صاحب (نانوتہ) سہارنپور متخصص حدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴۲۱

(۳۲۸) مولانا عبد العزیز صاحب جین پورہ بنارس استاذ جامعہ مطلع العلوم بنارس۔ ۱۴۲۲

(۳۲۹) مولانا محمد طارق صاحب سہارنپوری متخصص جامعہ مظاہر علوم، رکن شعبۂ تحقیق و تعلیق "جمع الفوائد" جامعہ ہٰذا۔ ۱۴۲۲

(۳۳۰) مولانا محمد معاویہ صاحب گورکھپوری، متخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ رکن شعبۂ تحقیق و تعلیق "جمع الفوائد" جامعہ ہٰذا ۱۴۲۲

(۳۳۱) مولانا قاری محمد احتشام صاحب سہارنپوری استاذ جامعہ ترتیل القرآن سہارنپور ۱۴۲۲

(۳۳۲) مولانا عبدالقادر صاحب سرائے میر استاذ شعبہ حفظ و دینیات بیت العلوم سرائے میر ۱۴۲۳

(۳۳۳) مولانا زاہد علی صاحب بنارسی استاذ جامعہ مطلع العلوم بنارس۔ ۱۴۲۳

(۳۳۴) مولانا محمد یوسف صاحب مدراسی، استاذ حدیث المدرسۃ الصلاحیہ قادر محی الدین کالج مدراس۔ ۱۴۲۵

(۳۳۵) مولانا احمد ابراہیم مدراسی استاذ فقہ المدرسۃ الصلاحیہ، قادر محی الدین کالج مدراس ۱۴۲۵

طوالت کے خوف سے اس فہرست کو مختصر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اب بھی بیش از بیش اضافہ کی مستحق ہے۔ لیکن "تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل" تاہم اس مختصر فہرست سے یہ اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے کہ جامعہ مظاہر علوم ایمانی دعوت، دینی تربیت اور تبلیغی جد و جہد کی جس محنت کو لیکر میدان میں اترا تھا اس میں وہ انشاء اللہ العزیز کامیاب و بامراد ہے اور اسکے منتسبین اپنی نسبت کی لاج رکھ کر میدان عمل میں اترے ہوئے ہیں۔

مظاہر علوم سہارنپور کے لئے دراصل مایہ افتخار اور سرمایۂ عزت یہی علماء اور معزز ابنائے قدیم ہیں جو حالات کی تنگی و ترشی، ماحول کے فساد و بگاڑ کے باوجود دینی خدمات میں مصروف ہیں ـــــــ اسلئے ـــــــ ضرورت اس بات کی تھی کہ مظاہر علوم سہارنپور کی دینی روحانی اور علمی و تصنیفی خدمات کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس میدان میں اس کا اور اسکے ابنائے قدیم کا قدم کس قدر راسخ اور مضبوط ہے۔

جہاں تک دعوت وتبلیغ کے ذریعہ دینی واصلاحی اور عوامی طور پر خالص مذہبی محنت وجدو جہد کا تعلق ہے اسکا اندازہ لگانے کیلئے صرف لکھدینا کافی ہے کہ دعوت الی اللہ کی جو عظیم الشان محنت آج جماعت تبلیغ کے ذریعہ ہورہی ہے اس کا سرچشمہ اور منبع یہ ہی مظاہر علوم سہارنپور ہے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے لیکر آج تک کی تاریخ تبلیغ اس پر گواہ ہے۔

اور پھر اکناف عالم میں جماعت تبلیغ کے ذریعہ روحانیت اور دین کے اعلی ملکوتی اقدار کی جتنی خدمت ہوئی اس کا بھی ایک عالم معترف وقدردان ہے۔

پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی نے اپنی کتاب ''تاریخ مشائخ چشت'' میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتنی صحیح بات لکھی ہے کہ ـــ!

گذشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاس نے کیا تھا۔

اب رہی علمائے مظاہر علوم کے ذریعہ علوم نبوت کی نشرو اشاعت اور ان کا وسیع وعریض تصنیفی وتالیفی میدان، سو اسکی واقعی ضرورت تھی کہ اس موضوع پر تفصیل کیساتھ لکھا جائے اور بتلایا جائے کہ یہاں کے علماء وفضلا نے ملت اسلامیہ کی علمی ودینی رہنمائی کیلئے مختلف و متنوع موضوعات پر کس قدر لکھا اور کتنا کچھ سپرد قلم کیا ہے۔ نیز احقاق حق اور اظہار حق کیلئے کیا انقلاب انگیز اور عظیم الشان قلمی وتحریری جہاد کیا ہے۔

اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایک عرصہ سے کاتب سطور کی خواہش تھی کہ مظاہر علوم کے علماء پر کوئی ایسی کتاب تیار کی جائے جس میں ان کی علمی وتصنیفی خدمات کا جائزہ اور ان کی قلمی کاوشوں کا مبسوط تذکرہ ہو۔ کیونکہ فرزندانِ مظاہر علوم نے علمی میدان میں اپنی کاوشوں کے جو یادگار نقوش اور بہترین شاہکار پیش کئے ہیں وہ اسلامی علوم وفنون کی تاریخ میں اپنا مقام اور اپنی شناخت درج کرا چکے ہیں اب ان سے کوئی پڑھا لکھا شخص انکار نہیں کرسکتا۔

چنانچہ اس جذبہ کی تکمیل کیلئے ربیع الاول ۱۳۹۶ھ (مارچ ۱۹۷۶ء) میں اس کام کو شروع کیا گیا، ان ایام میں راقم سطور کا قیام مرشدی ومولائی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی کے زیر سایۂ عاطفت مدینہ منورہ میں تھا چار سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد محرم الحرام ۱۴۰۰ھ میں یہ کام تکمیل کو پہنچا۔ بخت وخوش نصیبی سے اس وقت بھی راقم سطور مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔ وہیں یہ کتاب مکمل ہوئی۔

اس پورے عرصہ میں مخدوم الکل حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی توجہات مبارکہ کتاب اور مصنف کتاب کے شامل حال رہیں۔ اپنے پاس جو کچھ ہے اور جتنا کچھ ہے وہ سب ان ہی کا فیض اور ان کے ہی انفاس عالیہ کی برکت ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت راتہمتے برآہوئے چیں بستہ اند

آخر میں کتاب کے ابواب اور اسکے مشتملات کی وضاحت میں تحریر کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلا باب مظاہر علوم کی تاریخ پر ہے اس میں قیام مظاہر علوم اور اس کے اسباب و محرکات اسکی علمی اصلاحی خدمات، ملک وملت کیلئے اسکی دینی رہنمائی کی بیش بہا تاریخ، تعلیم قواعد تعلیم اور نصاب تعلیم، فن حدیث پر اسکے علماء کی بے لوث محنت وجدو جہد اور مشاہیر ملت کی جانب سے اسکو خراج تحسین ملکی وملی مسائل میں اس کی مساعی جمیلہ مظاہر علوم کی چند اہم خصوصیات وامتیازی صفات ملک وبیرون ملک کے دیگر علمی اداروں کیلئے اسکی مخلصانہ خدمات، اور شدھی وسنگھٹن کے دور میں اسکے اصلاحی کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

(۲) دوسرا باب مظاہر علوم کے علماء وفضلاء کے حالات اور انکی علمی وتصنیفی خدمات پر ہے ان علماء وفارغین مظاہر کے درمیان ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے قائم کی گئی ہے اور چونکہ ہر حرف کے تحت بہت سے علماء کے احوال درج ہیں اسلئے ان میں دوسری ترتیب سنین فراغت کے اعتبار سے قائم کی گئی ہے۔ یعنی جن کی فراغت مظاہر علوم سے پہلے ہے ان کا تذکرہ مقدم ہے اور جو بعد میں فارغ ہوئے ان کا تذکرہ اس

سے موخر ہے۔

اس کتاب کا بنیادی مقصد چونکہ مظاہری علماء کی تصنیفی وتالیفی خدمات کو منظر عام پر لانا ہے، اسلئے راقم سطور نے قدرے وضاحت اور وسعت کیساتھ ان تصنیفات کا تعارف کرایا ہے۔ اخبارات ورسائل نے جو تبصرے ان تصنیفات پر کئے ہیں وہ بھی اسی وجہ سے فراخ دلی کے ساتھ اس کتاب میں لئے گئے ہیں، جن زبانوں میں ان تصانیف کے تراجم ہوئے اور جہاں جہاں سے وہ شائع ہوئے انکی بھی نشاندہی کردی گئی اسی طرح تصانیف کا موضوع ان کا سائز ان کے صفحات بھی لکھدئے گئے ہیں۔

جامعہ مظاہر علوم کے سامنے ہمیشہ مثبت پہلو رہا ہے اس کا مسلک وعقیدہ ہمیشہ سے یہ ہے کہ دین کی جو خدمت جہاں بھی صحیح اصولوں کے ساتھ ہو رہی ہے وہ بہت مفید اور ضروری ہے اور ملت اسلامیہ کو اسکی شدید ضرورت ہے، اسی طرح دیگر مدارس وجامعات اور ادارے جہاں جہاں بھی قائم ہیں وہ دین کی ہی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کا بقا اور تحفظ ضروری ہے، بشرطیکہ ان کا رشتہ ونسب اسلاف سے مضبوطی کے ساتھ جڑا ہوا ہو، اور وہ قرنِ اول کی دینی خدمات سے اپنے آپ کو مستغنی وبے نیاز نہ سمجھتے ہوں۔

عقیدہ اور مسلک کی اسی مضبوطی وپختگی کی بنیاد پر مظاہر علوم نے دوسرے علمی اداروں کی دینی واصلاحی خدمات کو سراہتے ہوئے ہمیشہ وسعت قلبی اور کشادہ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔ اسکی پوری تاریخ میں کوئی واقعہ ایسا نہیں مل سکے گا۔ جہاں وہ اپنی اس مثبت سوچ اور اپنے اس طرز فکر سے ہٹا ہوا محسوس ہوتا ہو۔ یا ہمچو من دیگرے نیست کے جذبات کے ساتھ دوسروں کی خدمات کو نظر انداز کر رہا ہو ـــــ چنانچہ پیش نظر کتاب (اور خصوصاً اسکے باب دوم میں) ہر قاری اس بات کو محسوس کرے گا کہ جن علماء کی تاریخ وہ پڑھ رہے ہیں اگر انہوں نے کسی دوسرے ادارہ میں تعلیم حاصل کی ہے تو اپنے محدود علم کی حد تک اسکی بھی وضاحت موجود ہے ـــــ اور اگر انہوں نے مظاہر علوم سے فارغ ہو کر کسی دوسرے ادارہ میں تعلیم حاصل کر کے اپنی علمی استعداد اور صلاحیت کو مزید جلا بخشی تو اسکی صراحت بھی موجود ہے، اور یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا ہے کہ مظاہر علوم پورے خلوص واخلاص کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ یہ

دینی ادارے (بالخصوص بنیادی اور کلیدی ادارے) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رفیق ہیں، فریق نہیں، اور ان سب کا مشترکہ مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کیلئے متفقہ جدوجہد ہے۔ اسی لئے یہاں تواضع، عاجزی مسکنت و بے چارگی اور دین پر سب کچھ نثار کردینے کے باوجود اپنی تہی دامنی کا یقین واذعان ہی مفید و بابرکت ثابت ہوسکتا ہے۔ اور یہی چیزیں اندرونی انتشار و خلفشار، بیرونی سازشوں اور آنے والے فتنوں سے ان دینی اداروں کو بچاسکتی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات بڑی بے نیاز اور مستغنی ہے۔

(۳) تیسرے باب میں (جسکا اضافہ طبع دوم میں کیا گیا ہے) ایسے مظاہری علما کی کچھ تصانیف کا اندراج ہے جن کے تفصیلی حالات راقم سطور کو معلوم نہیں ہوسکے خدا کرے یہ کمی بعد کے ایڈیشن میں دور ہو کر ان مصنفین کے احوال بھی شامل کتاب ہوجائیں۔

(۴) چوتھے باب میں ان اخبارات و رسائل اور جرائد کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے جو مظاہر علوم کے علماء و فضلاء نے جاری کئے یا بحیثیت مدیر وہ ان کے ساتھ وابستہ رہے، تلاش و جدو جہد کے بعد ایسے جن جرائد و رسائل کا سراغ مل سکا ہے وہ باب چہارم میں شامل ہیں ان کے علاوہ یقیناً اور بھی ہوں گے، خدا کرے وہ بھی ہمارے علم میں آجائیں تو بعد کی طباعت و اشاعت میں ان کا بھی اضافہ کردیا جائے گا۔

کتاب کے آخر میں پانچ فہرستیں شامل کی گئی ہیں۔ ان فہرستوں سے اس ضخیم کتاب کی مجموعی ہیئت بآسانی سامنے آجائے گی۔

پہلی فہرست میں حروف تہجی کے اعتبار سے ان تمام تالیفات و تصنیفات کو لیا گیا ہے جن کا تعارف اس کتاب میں ہے۔

دوسری فہرست علوم و فنون کے اعتبار سے ہے اس میں فن وار ان تمام کتابوں کا اندراج کردیا گیا۔ یہ بھی حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ اس فہرست میں کتابوں کا اندراج جن علوم و فنون کے تحت ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، رجال حدیث، فقہ و اصول فقہ، تجوید و قرأت، تاریخ و سیرت، ادب و معانی، لغت، فرائض، تصوف و اخلاق، منطق فلسفہ و

معقولات، عقائد، صرف ونحو، وعظ ومتفرقات، طب اقلیدس، ادعیہ اوراد وظائف، فضائل، رد فرقِ باطلہ۔

تیسری فہرست کا عنوان ہے۔ صحاح ستہ اور جلالین ومشکوٰۃ شریف پر علمائے مظاہر علوم کی علمی وتحقیقی تصنیفات یہاں بھی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔

چوتھی فہرست میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ مظاہر علوم کے علماء کی تصانیف کے تراجم دنیا میں کہاں کہاں ہوئے اور کن زبانوں میں ہوئے۔ مصنف نے اپنی کتاب کس زبان میں لکھی اور پھر وہ دوسری کن کن زبانوں میں منتقل ہوتی چلی گئی۔

پانچویں فہرست میں ایسے مدارس، علمی ادارے وجامعات اور اشاعتی مراکز کی نشاندہی کی گئی ہے، جو علماء مظاہر علوم نے دین کے بقاواستحکام اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کے لئے قائم کئے ہیں۔

چھٹی آخری فہرست ماخذ ومراجع کی ہے پڑھے لکھے طبقے میں کسی کتاب کی حیثیت اور اس کا مقام متعین کرنے کیلئے کتاب کے ماخذ ومصادر بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے راقم سطور نے ماخذ ومصادر کے ساتھ ان کے مصنفین کے اسماء لکھنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

مآخذ کی اس فہرست سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ناچیز مصنف نے اس کتاب کی ترتیب کے لئے کتنا کچھ پڑھا اور کتنی ورق گردانی کی اور جہاں کہیں سے اس کو کام کی چیز ملتی رہی وہ اس کو لیتا رہا اس سلسلہ میں کسی شاعر کا یہ شعر مصنف کتاب کے حسب حال رہا ہے کہ!

لایا ہوں اس طرح دل صد پارہ ڈھونڈ کر
ٹکڑا جہاں پڑا ہوا پایا، اٹھا لیا

اپنے معزز قارئین پر یہاں یہ واضح کردینا بھی مفید اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقم سطور کے نزدیک ماخذ ومصادر میں صرف وہی کتابیں شامل نہیں ہیں جن کا اندراج اس فہرست میں کیا گیا ہے بلکہ علمائے مظاہر علوم کی وہ تمام تصنیفات و تالیفات بھی اس میں داخل ہیں جن کا تعارف پیش نظر کتاب میں کرایا گیا ہے اسلئے کہ تعارف

لکھتے وقت ان سب کتابوں کا بھی بھرپور مطالعہ کیا گیا ہے۔ گویا اس اعتبار سے ماخذ و مصادر کی یہ فہرست دو ہزار سے زائد کتب و رسائل پر مشتمل ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ کوئی بھی انسانی کوشش غلطی اور خطا سے پاک نہیں ہوسکتی۔ اسلئے قارئین جہاں کہیں کوئی غلطی اور خامی پائیں (یا کسی اضافہ کی ضرورت وافادیت محسوس کریں) تو برائے کرم اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اسکا خیال رکھا جائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سید محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری

۱۳ر شعبان ۱۴۰۰ھ

۲۷ر جون ۱۹۸۰ء

نوٹ:- ماہ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ (فروری ۲۰۰۵ء میں اس کتاب پر اضافے اور نظر ثانی کا کام شروع کیا گیا اور بفضل اللہ تعالیٰ ماہ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ (اگست ۲۰۰۵ء) میں اس سے فراغت پائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام

اسباب و محرکات اور تاریخی پس منظر

جو لوگ ہندوستان کی علمی، دینی اسلامی اور اصلاحی تاریخ سے واقف ہیں وہ اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں کہ انگریزی دور اقتدار میں یہاں اسلام اور اہل اسلام کو ختم کرنے کی مسلسل اور پیہم کوششیں جاری رہیں پوری قوت وشدت کے ساتھ یہاں عیسائیت کو پھیلایا جارہا تھا اور اس کے لئے حکومت اپنی پوری طاقت وقوت خرچ کررہی تھی، عیسائی مشنریاں اور ان کے مبلغین پوری عیاری اور شاطرانہ چالوں کے ساتھ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ پورے ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کر کے یہاں تثلیث کا بازار گرم کردیا جائے اور پورے ملک کے بسنے والوں کی ذہنیت مسخ کردیجائے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے سیم وزر کا لالچ توپ و تفنگ کا ظالمانہ استعمال اور عیاری ومکاری کا ہر حربہ وطریقہ بروئے کار لایا جارہا تھا۔اور جب کوئی شکار ہاتھ لگ جاتا یا بالفاظ دیگر مسیحیت قبول کرلیتا تو یہاں سے لیکر برطانیہ تک خوشی کے شادیانے بجنے لگتے تھے مشہور ومعروف مسیحی سیاح ’’گارساں دتاسی‘‘ کے خطبات ومقالات میں اس طرح کی خوشخبریاں آج بھی پڑھنے کو ملتی ہیں۔

ان تنگ وتاریک حالات میں ولی اللّٰہی جماعت آگے بڑھی اور اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا رخ موڑنے کے لئے جہاں وعظ وتقریر، مناظرے، مباحثے اور تصنیفات و تالیفات کے ذریعے زبردست دینی خدمات انجام دیں، وہیں مدارس دینیہ کی صورت میں جا بجا اسلامی قلعے اور مذہبی چھاؤنیاں قائم کیں۔ان حضرات کے نزدیک ہندوستان میں اسلام کی بقاء اور تحفظ کا واحد ذریعہ اور راستہ یہ تھا کہ یہاں زیادہ سے زیادہ ایسے افراد اور ایسے

رجال کار پیدا کئے جائیں جن میں سے ہر فرد آگے چل کر مستقل ایک جماعت اور مستقل ایک امت بنے اور جو قرآن وسنت پر پورے عامل اور اس سے مکمل طور پر واقف ہوں اور جن کی حیات کا ایک ایک لمحہ بجائے خود اسلام کی حقانیت وصداقت کی دلیل ہو۔

جن حالات میں یہ مدارس دینیہ قائم ہوئے ان کا اندازہ اب گزشتہ دور کی تاریخ پڑھکر ہی لگایا جاسکتا ہے کہ شعائر اسلام اور احکام دینیہ کا نام لینا ہی اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا تھا۔ لیکن اس وقت اس ولی اللہی جماعت کے ہر ہر فرد کے ذہن میں یہ بات ڈالی گئی اور منجانب اللہ القا کیا گیا کہ مدارس کا قیام ہی تحفظ دین کا سب سے بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ کی اہمیت وافادیت اور ان کی ضرورت وقطعیت ثابت کرتے ہوئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی ایک تقریر میں میں بڑی قوت کے ساتھ فرمایا تھا کہ!

یہ اسلامی مدرسے اس تاریکی کے زمانہ میں کہ جہل عالمگیر ہے بمنزلہ آفتاب و ماہتاب ہیں جو اپنے نور سے عالم کو منور کر رہے ہیں۔ غور کر کے دیکھو کہ اگر آج یہ اسلامی مدارس صفحہ عالم پر نہ ہوتے تو کیا علوم اسلام عدم کو نہ سدھار جاتے اور بڑے بڑے شہروں میں بھی مسائل کا بتلانے والا نہ ملتا اور اب ان مدارس کی بدولت شہر شہر قصبہ قصبہ بلکہ گاؤں میں بھی علماء موجود ہیں۔ جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کر رہے ہیں اور خلقت کو گمراہی سے بچا رہے ہیں تو ایسے مدارس کو جو عزت اور محبت کی نگاہوں سے نہیں دیکھے گا۔ ایسا شخص تو وہی ہوسکتا ہے جس کو نہ اسلام سے تعلق ہو اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ ہو نہ خدا تعالیٰ سے سروکار ہو شقاوت ازلی اس کے سر پر سوار ہو۔ شیطان کے ہاتھوں میں اس کی زمام اختیار ہو۔ ایسا شخص اگر ان دینی مدارس کو حقارت کی نظر سے دیکھے ان کا پکا دشمن اور مخالف ہو تو کچھ تعجب انگیز نہیں۔ ورنہ دینی مدارس کے وجود سے جس محلہ میں ہوں اس کی عزت جس شہر میں ہوں اس کی عزت بلکہ جس ملک میں ہوں اسکی عند اللہ اور عند الناس عزت وحرمت ہے۔ کیونکہ گویا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا خلیفہ و جانشین ہے جو آپ کے دین کی تبلیغ و تعلیم کر رہا ہے۔
تو جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذرا سی سچی محبت ہوگی اس کو بالضرور ان مدارس کے ساتھ محبت اور دلچسپی ہوگی۔ اور مدارس کے طلباء و علماء کے ساتھ ارتباط اور الفت ہوگی، اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ارتباط اور الفت نہ ہوگی اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھوٹی محبت کا دعویٰ ہوگا اسکو بے شبہ مدرسہ اور مدرسہ کے طلبا سے دلچسپی نہ ہوگی بلکہ تنفر ہوگا۔ پس ہر شخص جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت کا اندازہ کرنا مدنظر ہو وہ ان مدارس کے ساتھ اپنی محبت کا اندازہ کر کے دیکھ لے جس قدر ان مدارس کے ساتھ علاقہ محبت کا ہوگا اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علاقہ محبت کا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مدارس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نائب اور منیب کا عقلاء کے نزدیک ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ [1]

دارالعلوم دیوبند جو اس سلسلۃ الذہب کی سب سے اولین کڑی ہے اسکی بنیاد اور تاسیس میں بھی یہی جذبۂ اندرونی اور داعیۂ قلبی کام کر رہا تھا، مظاہر علوم سہارنپور جو اس سلسلہ کی دوسری اور اہم کڑی ہے یہاں بھی وہی اندورنی جذبات، قلبی واردات اور دل کی لگن سرگرم عمل تھی اور اس کی تاسیس کا محرک اور داعیہ بھی کسی کے دل کی خلش اور بے چینی تھی۔ اسکی تائید کے لئے حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مرحوم و مغفور کا یہ بیان پڑھئے کہ!

حضرت مولانا قاضی محمد اسمعیل صاحب منگلوری کا زہد و تقویٰ اور تقدس شہرۂ آفاق ہے۔ انکے خلیفہ ارشد حضرت مولانا غالب علی صاحب مرادآبادی مد فیوضہم نے کاتب حروف سے فرمایا کہ۔!

دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور یا مدرسہ شاہی کو آپ ان مدرسوں یا ان انجمنوں کیطرح نہ سمجھیں جو آج کل قائم کی جاتی ہیں (بلکہ) مجھ سے حضرت مرشد قاضی صاحب

(۱) تاریخ مظاہر علوم جلد اول ۸۳

موصوف نے فرمایا تھا کہ ان مدارس کا قیام الہامی ہے بارگاہ رب صمد کے الہامات کے بموجب ان کا قیام عمل میں آیا ہے [1]

تاریخ تاسیس

بہرحال اس مبارک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے کسی الہامی وقت اور مبارک ساعت کا انتظار تھا اور علم الٰہی میں جو گھڑی اس کیلئے مقرر تھی یہ سب حضرات بانیان اس کے انتظار میں تھے۔ آخر کار یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ مطابق ۹ر نومبر ۱۸۶۶ء کو وہ وقت مسعود آیا اور اس تاریخ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد رکھدی گئی۔ اس تاریخی واقعہ کی ترجمانی حضرت شیخؒ اس طور پر کرتے ہیں۔

عرصہ کے ذکر و تذکرہ اور تمنا و خواہش کے بعد دفعۃً تاریخ مذکور میں مولانا (سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپور) کو جوش وولولہ پیدا ہوا اور چوک کی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالدی اور مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو جو پہلے انبہٹہ میں پڑھایا کرتے تھے بمشاہرہ تیرہ روپے ماہانہ مدرس عربی مقرر فرمایا۔ [2]

قیام مظاہر علوم کے بعد علمائے سہارنپور۔ ذمہ داران مدرسہ اور اس کے ممبران واراکین کے قلبی تاثرات اور دلی جذبات کیا تھے اور وہ اس دینی گہوارہ کو وقت کی شدید ضرورت کے ساتھ ساتھ کس رفعت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے ان مختلف اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے جو ہم یہاں پیش کررہے ہیں۔ یہ جملہ اقتباسات مظاہر علوم کے دور اول کی رودادوں، اکابر کے ارشادات و فرمودات، اور سالانہ جلسوں میں کی جانے والی تقاریر سے لئے گئے ہیں۔

(۱)____ اے بھائی مسلمانوں! علم اور علم والوں کی تائید کرنا موجب ثواب عقبیٰ و نجات ہی کا نہیں بلکہ اس کے ساتھ باعث بہبودی وکشائش دنیا کا بھی ہے۔

بڑے بڑے شہر جو مرکز اس دائرہ کے تھے خراب وخستہ ہوگئے اور یہ حالت ہوئی

(۱) ہفت روزہ استقلال دیوبند ۱۵ر جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۴ر اگست ۱۹۳۶ (۲) تاریخ مظاہر جلد اول صفحہ ۵

کہ علماء پریشان، کتب مفقود، جمعیۃ نزارد۔ اگر کسی کو شوق علم اور طلب کا ہو تو کہاں جائے اور کس سے سیکھے۔

اور یہ خیال ہوتا تھا کہ ۱۵، ۲۰ برس بعد جو اب علماء بقید حیات مستعار ہیں اپنے وطن اصلی (عالم آخرت) کو سدھار جائیں گے تو کوئی اتنا بتلانے والا کہ نماز روزہ کے مسئلے پوچھ سکیں، نہ رہے گا، تب بہ سبب جوش مارنے رحمت خداوندی کے بعض بندگان مقبول جو اپنے زمانہ میں یکتا تھے اس کار عظیم کی طرف متوجہ ہوئے اور بناء اس مدرسہ کی ماہ رجب ۱۲۸۳ھ میں قائم فرمائی اور نہایت کوشش و سعی بلیغ فرمائی۔

(۲)۔۔۔۔ واضح ہو کہ یہ باغ ہمیشہ بہار یکم رجب ۱۲۸۲ھ کو لگایا گیا۔ اور اس عرصہ چار سال چھ ماہ میں آبیاریٔ زر چندہ اور آراستگی باغبان اخلاص سے ایسا شاداب و سر سبز ہوا کہ اکثر درخت قریب اسکے ہیں کہ طرح طرح کے پھل لادیں اور ذائقہ بخش زبان دل ہوں اور گلہائے رنگا رنگ کھل کر تازگی افزائے نور دیدہ اور معطر کن دماغ ہوں۔ بہر حال یہ باغ بے خزاں لائق سیر و تماشائے ہر دور و نزدیک ہے۔

(۳)۔۔۔۔ ان سابقین اولین اور صاحبان عزم و ہمت کو حصول درجات علیا اور حظ اوفی کی خوشخبری ہو جنہوں نے ایسے نازک زمانہ میں جب کہ چراغ علوم دین گل ہوا چاہتا تھا میدان اقامۃ و اجرائے مدارس دینیہ میں قدم بڑھایا اور دیگر مسلمانوں کے حوصلہ کو بھی زیادہ کیا۔ ہم کو جہاں تک معلوم ہے یہ مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور اور اس کے معاونان و بانیان بھی بالضرور اس فضیلت اور تعریف اور اجر کے مستحق بلکہ احق ہیں۔

یہ مدرسہ بھی ایسا ہے جس نے مثل مدرسہ دیوبند کے بعد ۱۸۵۷ء کے اس بار عظیم اور امر فخیم کو اول اپنی دوش ہمت پر لیا اور تعمیل فرمان خالق جہان کا کفیل ہوا۔

(۴)ـــــ اے صاحبو! غور فرماؤ کہ اس مدرسہ کے درخت پرثمر کا سایہ کہاں تک حق سبحانہ وتعالیٰ نے دراز کیا کہ بنگال وپنجاب کے لوگ یہاں فیضیاب ہوں اور اسکے سایہ میں ثمرات وبرکات حاصل کریں۔ سہارنپور کے روساء کو بہت محل شکر وفخر کا ہے کہ جو بات کسی زمانہ میں دہلی میں حاصل ہوتی تھی وہ بات اب خدا تعالیٰ نے سہارنپور میں دی کہ لوگ سفر بعید اور مشقت وجیہ کر کے تحصیل علم کے لئے یہاں آتے ہیں، زہے قسمت ساکنان سہارنپور کی۔

بانیان مدرسہ

جو مقدس شخصیتیں مظاہر علوم کو پروان چڑھانے اور اس کو بام عروج تک پہنچانے میں پیش پیش رہیں وہ یہ تھیں۔

حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپور، جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر سہارنپور، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب [illegible]ی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، ان چار حضرات کے علاوہ جناب الحاج شیخ حافظ محمد فضل حق صاحب سہارنپوری، اور حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب علیہ الرحمہ کی انتھک مساعی اور قیمتی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حضرات کا قدرے تعارف یہاں کرادیا جائے کہ یہ تمام حضرات وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور پسینہ ایک کر کے مظاہر علوم کو پروان چڑھایا اور اس کو تاب وتوانائی بخشی۔ ع یہ سب پودا ن ہی کی لگائی ہوئی ہے۔

(۱) حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہہ

آپ حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی نوراللہ مرقدہٗ کی جماعت کے مخصوص ترین افراد میں سے ہونے کے باوصف مسلم الثبوت فقہاء میں سے تھے۔ فقیہ سہارنپور آپ کا لقب تھا، علم کے شائق اور دلدادہ تھے۔ متفرق جگہوں کے بہت سے طلبا آپ کے مکان پر جمع

رہ کر علم دین حاصل کرتے تھے۔ان کے اخراجات اور خوردونوش کا انتظام آپ خود ہی فرماتے تھے۔لیکن مولانا کی ایک طویل عرصہ سے یہ تمنا اور آرزو تھی کہ سہارنپور میں کوئی بڑی حیثیت کا دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس کیلئے اپنے احباب کو بھی تیار کرتے رہتے اور ان کو ترغیب دیتے۔آخرکار ان کی تمنائیں رنگ لائیں اور مظاہر علوم کا آغاز ایک مکتب کی حیثیت سے محلہ قاضی میں چوک کی مسجد میں ہوگیا۔حضرت مولانا سعادت علی صاحب خود بھی اسی مسجد میں پانچوں وقت نماز ادا کرتے تھے۔

۱۲۸۶ھ میں جب کہ مظاہر علوم اپنی عمر کے چوتھے سال میں تھا مولانا کا وصال ہوا۔

روداد مدرسہ میں مولانا کے حادثۂ انتقال کی اطلاع دیتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا وہ یہ ہے۔

مولوی سعادت علی صاحب مرحوم کہ بانی مدرسہ تھے اور ہر وقت خبر گیری مدرسہ و مدرسین و طلبہ و دیگر امورات متعلقہ کی فرماتے تھے۔اس جہان سے رحلت فرماگئے۔مدرسہ پر انکے انتقال کی خاص مصیبت ہوئی اور شہر گویا بے چراغ ہوگیا خدا تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور مدرسہ کو باشاعت علم دینیہ واحیائے سنت نبویہ دائم وقائم رکھے۔(روداد ۱۲۸۶ھ ۱)

(۲) قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر

مدرسہ کے ابتدائی دور میں جن حضرات نے نہایت فراخدلی اور کشادہ دستی کے ساتھ مدرسہ کی مالی امداد فرمائی ان میں قاضی فضل الرحمٰن صاحب کا بھی نمایاں اور ممتاز مقام ہے۔

قاضی صاحب موصوف اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حضرت حافظ ضامن صاحب شہید نوراللہ مرقدہما سے مجاز بیعت تھے امورِ اہتمام میں ہر نوع کی مدد فرماتے۔بہت سے مواقع پر بڑی فراخدستی کے ساتھ مدرسہ کی مالی اعانت فرمائی، انتقال سے کچھ عرصہ قبل ایک بڑا قطعہ اپنی زمین کا مدرسہ کو وقف بھی فرمایا تھا۔

حضرت مولانا سعادت علی صاحب اور قاضی صاحب موصوف دونوں حضرات مل کر اہتمام کی ذمہ داریاں پوری فرمایا کرتے تھے۔قاعدہ وضابطہ کے لحاظ سے مہتمم اول مولانا سعادت علی صاحب اور مہتمم دوم حضرت قاضی صاحب تھے،۱۲۸۶ھ میں مولانا سعادت علی

صاحب کے وصال کے بعد تنہا قاضی صاحب موصوف ۱۲۹۰ھ تک مدرسہ کے مہتمم رہے۔
بعد ازاں ۱۲۹۱ھ میں جب حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی مظاہر علوم تشریف آوری ہوگئی تو وہ بھی قاضی صاحب کے ساتھ کار اہتمام میں شریک کر لئے گئے۔اور پھر روداد مدرسہ میں ان دونوں حضرات کے اسماء گرامی پر عہدۂ اہتمام لکھا جانے لگا۔ یہ ترتیب ۱۲۹۶ھ تک رہی۔

جب ۱۲۹۷ھ میں محدث سہارنپوری کا وصال ہوگیا تو پھر طے ہوا کہ عہدۂ اہتمام بدستور قاضی صاحب موصوف کے پاس رہے اور ان کی معاونت کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے چنانچہ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی (م ۱۳۲۲ھ) مولانا فیض الحسن صاحب ادیب (م ۱۳۰۴ھ) مولانا نجف علی صاحب سہارنپوری (م ۱۳۱۳ھ) مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی (م ۱۳۱۴ھ) مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ابن محدث سہارنپوری (م ۱۳۵۴ھ)

یہ پانچ حضرات مدرسہ کے ممبر منتخب ہوکر مدرسہ کی ہر نوع کی نگرانی اور خیر وخبر رکھتے رہے۔ بالخصوص تعلیمی امور میں ان حضرات اہل علم وفضل کی رائے قطعی اور آخری مانی جاتی تھی۔ قاضی صاحب موصوف اعلیٰ حضرات رائے پوری کی تحریک وایما سے تین رجب ۱۳۲۲ھ میں مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی بنائے گئے تھے۔

آخر حیات تک آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے محسن ومربی اور معاون خصوصی رہے۔۱۵؍شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۰؍نومبر ۱۹۰۸ء یوم سہ شنبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

قاضی صاحب کے حادثۂ انتقال کی کیفیت اور دیگر خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تاریخ مظاہر میں لکھا گیا ہے کہ۔

۱۵؍شوال ۱۳۲۶ھ کو جناب قاضی فضل الرحمٰن خاں صاحب رئیس سہارنپور وسرپرست مدرسہ وجامع مسجد، کا بعارضۂ بخار وغیرہ انتقال ہوگیا، حضرت قاضی صاحب کی ہردلعزیزی اور دینی واسلامی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ایسا نہیں کہ اس کو بھلا دیا جائے۔ابتدا سے لیکر تا آخر عمر مدرسہ کے لئے معاملات میں جو دلچسپی سرپرستی اور معاونت فرمائی وہ اکابر مدرسہ کے دل میں اپنے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گئی قاضی صاحب مرحوم نے بہت سے

مواقع پر بڑی فراخدستی کے ساتھ مدرسہ کی مالی اعانت فرمائی۔

آپ کی وفات پر جو تعزیتی پیغام مہتمم صاحب مدرسہ کی جانب سے شائع کیا گیا وہ یہ ہے جناب قاضی صاحب مرحوم کے مناقب اور اوصاف سے کوئی دیندار ناواقف نہ ہوگا۔ آپ کا ہر دل عزیز اور ہر ایک اسلامی خدمات میں دل و جان سے ساعی ہونا ایک فطری جوہر تھا۔ اور آپ کا ذی وجاہت و قابلیت خداداد ہونا زیادہ تر موجب کامیابی و بہبودی اہل اسلام سہارنپور کا ہر ایک امر میں ہوتا تھا۔ تمام اہل اسلام دور دور تک آپ کے وجود باجود کو دینی امور میں بہت غنیمت سمجھتے تھے اور بدوں صلاح وصواب دید جناب قاضی صاحب کے امور معظمہ دین میں کار بند نہ ہوتے تھے۔ اور ان ہی کے مشورہ سے تمام کار دین کے سرانجام ہوتے تھے۔ غرض کہ ہر ایک امر دینی میں جناب قاضی صاحب میر مجلس اور اعلیٰ مشیر تھے۔

ابتداء مدرسہ سے اب تک جناب قاضی صاحب نے برابر اس مدرسہ کی سرپرستی ہر قسم کی فرمائی۔ اور زرنقد اور سامان ضروری سے بھی حالت ضعف، اور ابتدائے زمانہ میں ہر طرح کی خبر گیری اور معاونت کی۔ ایسے سرپرست کا مدرسہ کے سر پر سے اٹھ جانا باعث نہایت افسوس اور صدمہ عظیم کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔[1]

آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے عالیجناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر بنائے گئے۔[2]

(۳) حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی

آپ کے والد ماجد کا نام حافظ لطف علی اور جد محترم کا نام حافظ محمد حسن تھا، مولانا موصوف کی پیدائش ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں نانوتہ میں ہوئی۔ محمد مظہر تاریخی نام بھی ہے۔ (مشہور عالم دین اور کثیر التصانیف مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی آپ کے چھوٹے بھائی تھے) حفظ قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ پھر استاذ المشائخ حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں چلے آئے۔ اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۔ روداد ۱۳۲۶ھ صفحہ ۱۳ و ۱۴ (۲) آپ کی وفات پر جناب قاضی محمد امین الحق صاحب اور ان کے بعد موجودہ قاضی شہر جناب الحاج قاضی سلطان اختر صاحب قاضی شہر ہیں۔

شیخ صدرالدین اور شیخ رشید الدین دہلوی بھی آپ کے استاذ تھے۔

علم حدیث حضرت شاہ عبد الغنی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے حاصل کیا۔ فراغت کے بعد اجمیری کالج اور پھر آگرہ کالج میں تقرر رہا۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں سے ہیں۔ آزادی کی اس لڑائی میں آپ نے مردانہ وار حصہ لیا۔ شاملی کے مشہور جہاد میں آپ بھی شریک تھے اسی موقعہ پر پیر میں گولی کھا کر زخمی ہوئے۔ اس کے بعد آپ کچھ عرصہ روپوش رہے۔ اور جب عام معافی کا اعلان ہوا تو ظاہر ہوئے۔

مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سرپرست مدرسہ عالیہ مظاہر علوم و مفتی اعظم دالعلوم دیوبند بیان کرتے ہیں کہ۔!

مجھ سے ہردوئی میں ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب زبان بہت کثرت کے ساتھ اپنے ہونٹوں پر پھیرتے رہتے تھے۔ کسی کے اصرار کے ساتھ دریافت کرنے پر فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میں بھی جہاد میں شریک تھا۔ میرے گولی لگی، میں گر گیا۔ اسی حال میں دیکھا کہ حوریں شربت کے گلاس لئے ہوئے آئیں اور شہداء کو پلانا شروع کر دیا۔ ایک گلاس میرے سامنے بھی لایا گیا، میں نے جس وقت اس کو منہ لگایا اور میرا لب تر ہوا تو دوسری نے یہ کہہ کر وہ گلاس ہٹالیا کہ ابھی اس کی حیات باقی ہے۔ یہ ان میں سے نہیں چنانچہ وہ لذت ہونٹوں پر اب تک باقی ہے جو مجھے چین نہیں لینے دیتی۔

مظاہر علوم میں آپ کی آمد اور اسکی خدمات جلیلہ

مولانا محمد مظہر صاحب کی آمد مدرسہ مظاہر علوم میں ماہ شوال ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ اس طور پر مولانا اس جماعت کے ایک فرد اعلیٰ بنے۔ جن کی مخلصانہ مساعی اور جد جہد کی بناء پر مظاہر علوم ایک تابندہ یادگار بن گیا۔ مظاہر علوم میں مولانا کی آمد کا ذریعہ حضرت مولانا سعادت علی صاحب تھے وہی موصوف کو بذات خود لیکر آئے تھے۔

مولانا محمد مظہر صاحب مظاہر علوم کی تمام تر تعلیم کے ذمہ دار اور مدرس اعلیٰ تھے، اس وجہ

سے آپ کی تمامتر توجہ مدرسہ کے معیار تعلیم کو بلند تر کرنے کی طرف رہتی تھی۔ اور اس میں آپ پوری طرح سے کامیاب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مدرسہ کے امتحانات ہوتے تو ذمہ داران مدرسہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب مولانا سعادت علی صاحب، مولانا ذوالفقار علی صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب) اس کا کھلے طور پر اعتراف کرتے، چنانچہ ۱۲۸۵ھ میں ہونے والے امتحان اور طلبا کی علمی استعداد کی پختگی کی کیفیت تحریر کرنے کے بعد یہ حضرات لکھتے ہیں۔

> یہ سب نتیجہ کارگزاری اور محنت مولانا محمد مظہر صاحب کا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ دوسرے مدرس بھی ایسی ہی محنت کرینگے جیسی کہ مولوی صاحب نے فرمائی۔ (روداد ۶)

روئداد کے اس اقتباس سے مولانا کی تعلیمی محنت پر روشنی پڑتی ہے جب کہ درج ذیل سطریں مولانا کی مجموعی خدمات کا اظہار کر رہی ہیں۔

> مجد الاماثل فخر الافاضل مولانا مولوی محمد مظہر صاحب سلمہٗ مدرس اول، کاروائی مدرسہ کی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے کار متعلقہ کے اور امور کلیہ اور جزیہ انتظام مدرسہ میں ایسی توجہ فرمارہے ہیں کہ جو حالت موجودہ مدرسہ کو بنظر تفصیل معائنہ کرتا ہے تو ممنون ومشکور مولانا ممدوح کا ہوتا ہے۔ اور ایک رکن اعظم قیام مدرسہ کا تصور کرتا ہے۔ الحمد اللہ علی ذلک) روداد ۱۲۸۸ھ

۱۳۰۱ھ میں قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے مظاہر علوم کے طلبا کا امتحان لیتے ہوئے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی جماعت کو ان الفاظ میں سراہا اور تعریف فرمائی!

> یہ احقر العباد جو چوبیسویں جمادی الثانیہ ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ عربیہ سہارنپور میں حاضر ہوا تو چند جماعت کا امتحان خواندگی لیا۔ ازاں جملہ دو شخص درمختار خواں کو کہ جماعت اولیٰ مدرسہ اعلیٰ مولوی محمد مظہر صاحب مدفیضہم کی تھی قابل اجازت وذی استعداد پایا کہ پڑھنے میں فکر وفہم کو حاضر کرتے تھے، لہٰذا ان کو مجمع عام

جامع مسجد میں روز جمعہ اجازت دیکر دستار باندھی گئی۔

مولانا محمد مظہر صاحب کے حادثۂ انتقال کے بعد کافی مدت تک ارباب مدرسہ مولانا جیسی کسی موزوں شخصیت کو تلاش کرتے رہے۔ تاکہ مولانا مرحوم کی ذمہ داریاں اس کو سونپی جائیں مگر ایسی ہمہ جہت شخصیت نہ مل سکی، بالآخر ماہ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ میں مجلس شوریٰ نے فیصلہ دیا کہ کسی مزید تقرر کے بجائے موجودہ اساتذہ ہی کے عہدوں میں مختصر تغیر وتبدل کر دیا جائے۔

درس وتدریس

مولانا کا قیام مدرسہ میں کچھ کم وبیش انیس سال رہا۔ اس عرصہ میں مولانا موصوف نے حدیث میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، موطا امام مالک، سنن دارمی، شمائل ترمذی۔

فقہ میں ـــــ ہدایہ، درمختار، قدوری، کنزالدقائق، شرح وقایہ۔

اصول فقہ میں ـــــ نورالانوار، اصول الشاشی

تفسیر میں ـــــ ترجمہ قرآن پاک، جلالین، بیضاوی، تفسیر کشاف

ادب میں ـــــ دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ، سبعہ معلقہ، نفحۃ الیمن

اور مختلف علوم وفنون میں ـــــ مختصر المعانی، تاریخ یمینی، قصیدہ ہمزیہ، تاریخ تیموری، دجبر ومقابلہ ومساوات حصن حصین، نخبۃ الفکر، خطبۂ قاموس وغیر کتابیں پڑھائیں۔

اس فہرست میں اکثر وبیشتر کتب وہ ہیں جن کو مولانا بسا اوقات سال بھر میں دو مرتبہ پڑھا دیا کرتے تھے۔

مولانا کی تعلیم کا طرز متوسط کتابوں اور انتہائی کتابوں میں یکساں نہ تھا، بلکہ متوسط کتابوں میں عبارت کے بعد مولانا تفصیلی مطلب بیان فرماتے اور پھر طالب علم ترجمہ کرتا، اور پھر اجمالی مطلب دوبارہ بیان فرماتے تھے اور انتہائی کتابوں میں عبارت کے بعد اجمالی مطلب بیان فرما کر ترجمہ کرا دیا کرتے تھے۔ طلبا اگر کچھ دریافت کرتے تو بتلا دیتے درس

کے دوران عربی عبارت پر گہری نظر رکھتے۔ اگر قاری بے موقعہ جگہ پر عبارت ختم کرتا تو ناراض ہوجاتے۔ مدرسہ کے معاملات میں تدین وتقوی پر کار بند رہتے بالخصوص اوقات مدرسہ میں بے جا تصرف سے بہت احتیاط فرماتے تھے۔

حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں کہ!

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کا یہ معمول میری جوانی میں عام طور پر مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں جب مولانا قدس سرہٗ کا کوئی عزیز ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا، اس پر تاریخوار ان منٹوں کا اندراج فرمالیتے تھے اور ماہ کے ختم پر ان منٹوں کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھے روز کی رخصت لے لیتے اور اگر نصف یوم سے زائد ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے، البتہ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ پوچھنے آتا یا مدرسہ کے کسی کام آتا تو اس کا اندراج نہیں فرماتے تھے۔[1]

مظاہر علوم کے زمانۂ قیام میں آپ حضرت قطب عالم گنگوہی کے زیر سایہ شروع شوال ۱۲۹۴ھ میں چھ ماہ کی رخصت لیکر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ یہی وہ تاریخی سفر ہے جس میں حضرت اقدس نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی شامل تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں یہ قافلہ ہندوستان واپس آیا۔

آپ کی غیبت میں صدارت تدریس کے فرائض محدث سہارنپوری۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب نے انجام دیئے۔

---

[1] آپ بیتی نمبر ا صفحہ ۲۱

بیعت وارشاد اور اجازت وخلافت

آپ نے بیعت وارشاد کا تعلق حضرت اقدس گنگوہی سے قائم کیا اور حضرت ہی کی جانب سے اجازت بیعت وخلافت ملی۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید میں آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ!

مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی عمر میں حضرت امام ربانی سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جان نثار خادم اور عاشق جانباز تھے۔ جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے قدموں پر بوسہ دیتے اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا کرتے۔

حضرت امام ربانی شرماتے اور یوں فرماتے کہ مولانا آپ مجھے کیوں نادم فرمایا کرتے ہیں۔ آپ میرے بڑے ہیں مجھ پر آپ کا ادب ضروری ہے۔ آپ ایسا کام کرتے ہیں تو مجھ کو بڑی شرم آتی ہے۔

مولوی محمد مظہر صاحب بصیرت تھے۔ حضرت کے علو شان اور مرتبت اور اپنی قرب محبت کے سبب جو کچھ کرتے تھے وہ ان کا طبعی تقاضا تھا۔ مگر حضرت امام ربانی کبر سن کے پاس ولحاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا کے امتثال کو بھول نہیں سکتے تھے۔[1]

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے قلب مبارک میں آپ کا ایک خاص مرتبہ ومقام تھا جس کا اندازہ مرقومات امدادیہ کی ان سطور سے ہو سکتا ہے! اگر مولوی محمد مظہر نانوتہ تشریف رکھتے ہوں تو بعد سلام شوق فرما کر یہ پیام دیں کہ اس یکتائے زمانہ کو اپنی جماعت میں اپنے دوستوں میں سے شمار کرتا ہوں اور دعائے خیر سے غافل نہیں ہوں، خاطر جمع فرمادیں۔

[1] تذکرۃ الرشید ۱۸۱

مشہور تلامذہ

آپ کے باکمال شاگردوں کی تعداد بہت بڑی ہے ان میں سے چند مشہور شخصیتوں کے اسماء بطور نمونہ یہاں لکھے جاتے ہیں۔ مولانا امیر باز خاں سہارنپوری، مولانا راغب اللہ صاحب پانی پتی، مفتی شاہ دین لدھیانوی، مولانا عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا مقیم الدین کوٹی، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا معین الدین ابن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بھی آپ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مقدمہ اوجز المسالک میں مولانا ثابت علی صاحب استاذ مدرسہ مظاہر علوم کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ!

و من مفاخره ان الشيخ العلامة بحر العلم حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی اخذ عنه بعض الكتب الابتدائيه كما اخبرني مولانا ثابت على المدرس بمظاهر علوم.

مصنف انوار قاسمی کی تحریر کے مطابق حضرت اقدس نانوتوی نے حضرت مولانا سے شرح مأتہ عامل ہدایۃ النحو، علم الصیغہ وغیرہ پڑھی ہیں۔

یہاں اس چیز کا اظہار بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ منشی نول کشور (مشہور مطبع کے مالک) حضرت مولانا کے شاگرد تھے، داڑھی رکھتے تھے اور عمامہ باندھتے تھے۔ مولانا کا بیحد اکرام و احترام کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا کی خدمت میں ملنے کی غرض سے مظاہر علوم آئے تو بالکل مسلمانوں کی شکل و شباہت میں تھے۔ پہچاننا مشکل تھا کہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔

۱۲۹۷ھ میں جب کہ مظاہر علوم میں تعمیرات کا سلسلہ چل رہا تھا تو اپنے اسی تعلق کی بنیاد پر منشی صاحب موصوف نے بطور امداد ایکسو پینتالیس (۱۴۵) روپے مدرسہ مین دیئے تھے۔

معمولات، عادات اور خصوصیات

آپ کے اوصاف جمیلہ اور محامد حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ مقدمہ اوجز المسالک میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔!

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب بکثرت قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ اور آپ کی زبان پر عام طور سے اسم ذات، اللہ، جاری رہتا تھا، فضول تکلفات سے دور رہتے، خداداد رعب آپ پر طاری رہتا، علوم عالیہ اور آلیہ کے آپ جامع تھے۔ تراویح میں تلاوت قرآن شریف کے وقت خوشبو لگانا آپ کا خاص معمول تھا۔!

آپ کی عادت شریفہ نماز جمعہ سہارنپور کی جامع مسجد میں پڑھنے کی تھی جس کیلئے آپ بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ وہاں پر حسب موقعہ عوام میں مظاہر علوم کا تعارف بھی کراتے اور اس کی امداد واعانت کی طرف متوجہ کرتے۔

میرے جد امجد مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحبؒ اپنے والد محترم الحاج حکیم محمد یعقوب صاحب کے ساتھ پیش آیا ہوا خداداد رعب کا یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز جمعہ پڑھکر جامع مسجد سے لوٹ رہے تھے۔ گرمی کا زمانہ تھا سخت دھوپ میں پیدل آرہے تھے۔ والد محترم پیچھے چلے آرہے تھے۔ ان کا کئی مرتبہ جی چاہا کہ چھتری کھولکر مولانا پر سایہ کرلیں تاکہ دھوپ کی تمازت سے کچھ بچاؤ ہوسکے مگر حضرت مولانا کے رعب وجلال کی وجہ سے وہ اس کی ہمت نہ کرسکے۔ اور جامع مسجد سے مدرسہ تک اس شش وپنج میں راستہ ختم ہوگیا۔

آپ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک کی تعطیلات اپنی سسرال قصبہ لکھنوتی میں گزارا کرتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے آپ سے ابوداؤد شریف لکھنوتی جاکر ہی پڑھی ہے۔

وفات

مولانا درد گردہ کے مریض تھے اور گاہ بگاہ اس اذیت ناک تکلیف میں مبتلا ہوتے رہتے جسکی بناء پر مدرسہ سے طویل رخصت لینا پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ مکمل دوماہ تک مدرسہ میں

۱؎ ماخوذ از مقدمہ اوجز بتغیر خفیف

تشریف نہ لا سکے اور صاحب فراش رہے۔آخر کار یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا اور ۲۴رذی الحجہ ۱۳۰۲ھ شب یکشنبہ ۱۳را کتوبر ۱۸۸۵ء میں آٹھ بجے انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت بمقتضائے حدیث شریف المومن یموت بعرق الجبین آپ کی پیشانی پر کثرت کے ساتھ پسینہ آرہا تھا۔عمر تقریباً ستر سال ہوئی۔

حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کو آپ سے جو تعلق تھا اس کا اندازہ مکاتیب رشیدیہ کی ان سطور سے ہوسکتا ہے جو محدث گنگوہی نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کو ایک مکتوب میں تحریر فرمائی تھیں کہ۔!

اب حادثۂ جدیدہ یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم ۲۴رشب ذی الحجہ یک شنبہ کو فوت ہوئے۔ عالم اندھیرا ہوا،اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی قدر و منزلت اور رفعت مرتبہ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ میں حضرت اقدس سہارنپوری علیل ہوئے اور علالت کا سلسلہ طویل ہوگیا تو آپ نے اپنا وصیت نامہ میں تحریر فرمایا کہ۔!

مجھے استاذی مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کریں۔

آپ کے حادثۂ انتقال پر روداد مظاہر علوم میں جو تعزیتی مضمون شائع ہوا وہ یہ ہے!

جناب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس اول جن کے اوصاف بیرون از بیان ہیں۔وقت آٹھ بجے شب ۲۴رذی الحجہ کو بمرض درد گردہ سہارنپور میں اس جہان فانی سے رحلت فرما کر عالم جاودانی فی جنۃ الفردوس میں جاگزیں ہوئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔اس صدمۂ جانکاہ سے ہندوستان کے اہل اسلام کو عموماً اور اس مدرسہ کے خیر خواہاں کو خصوصاً جس قدر رنج و غم ہو وہ کم ہے۔ایسے عالم با عمل اور فاضل اکمل جملہ علوم مروجہ میں فائق اور ترویج دینیات میں شائق کا اس جہاں سے اٹھ جانا پسماندگان کی نہایت کم نصیبی ہے۔ بعد انتقال مولوی سعادت علی صاحب مرحوم بانی اس مدرسہ کی نگرانی جملہ کاروبار انتظامی و خبر گیری

مدرسہ بھی مولانا صاحب موصوف نے علاوہ تدریس کے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ جو کچھ عزل ونصب بابت انتظامی مدرسہ رہتا تھا بدوں صلاح وصوابدید مولانا ممدوح کے نہ ہوتا تھا۔

علاوہ اس کے فراہمی چندہ میں بھی از حد سعی فرماتے تھے۔اور تدریس کا یہ حال کہ علاوہ دیگر کتب دینیات کے اکثر ہر سال صحاح ستہ کا درس ختم ہوتا رہا الغرض مولانا مرحوم کا اس جہان فانی سے رحلت فرمانا اس شہر مدرسہ کے واسطے کمال حسرت و اندوہ کا واقعہ ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کو غریق مغفرت کرے اور درجات عالیہ عنایت فرماوے۔ ۲

سر سید احمد خاں بہادر علیہ الرحمہ نے آپ کی تعزیت میں جو شذرہ تحریر کیا تھا وہ یہ ہے!

افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہارنپور میں مدرس تھے اور ان ہی کی ذات بابرکات سے اس مدرسہ کو رونق اور عزت تھی بروز شنبہ تین اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے جس زمانہ میں دہلی میں طالب علم تھے اسی زمانے میں ان کی ذہانت مشہور تھی تقویٰ وورع میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علوم دینی کی فیض رسانی پر کمر ہمت چست باندھی تھی۔ اور عربی مدرسہ سہارنپور میں پا شکستہ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس روپیہ ماہوار بقدر گزر اوقات لیتے تھے۔ اور علوم کی تعلیم میں مصروف تھے۔ بہت لوگ ان سے فیض یاب ہوئے، مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔

مکاتیب رشیدیہ ۴۴ مکتوب ۴۹ (۲) روداد مدرسہ ۲، ۱۳۰۲ صفحہ ۲

ماخذ تذکرہ علمائے ہند ۵۰۲ روداد مدرسہ بابت ۱۲۸۳ھ تا ۱۲۸۸ھ و ۱۳۰۱ھ و ۱۳۰۲ھ مرقومات امدادیہ ۳۳۶، احوال مولانا شیخ محمد مظہر نانوتوی از حضرت شیخ مقدمہ اوجز المسالک سیرت مولانا محمد احسن نانوتوی ۱۵ مکاتیب رشیدیہ ۴۴ افادہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سہارنپوری۔ نزہۃ الخواطر ۵۵ جلد ششم۔ انوار قاسمی ۳۹، ۶۱۔ آپ بیتی نمبر ا تذکرۃ الرشید ۱۸۱ سیرت یعقوب ومملوک ۴۱، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ۶۰۳ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۵

(۴) حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ لطف اللہ اور جد محترم کا نام شیخ محمد جمیل ہے۔ ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء میں سہارنپور کے انصاری خاندان میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر ہونے پر تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور میرٹھ میں قرآن پاک حفظ کر کے سہارنپور میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ حدیث پاک کی تکمیل حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خدمت میں مکہ مکرمہ جا کر کی۔ مجود اعظم حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی بھی آپ کے درس حدیث کے شرکاء میں تھے کہ ہر دو بزرگوں نے حدیث مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ صاحب سے پڑھی ہے۔

اس رفاقت اور معیت کا تذکرہ قاری صاحب موصوف علیہ الرحمہ اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ۔!

> مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے ہندوستان میں حدیث میاں صاحب سے نہیں پڑھی۔ مکہ مکرمہ میں پڑھی تھی۔ جامع ترمذی اور تیسیر الوصول پوری تنقید سے پڑھیں۔ صحیح مسلم جب میں نے وہاں جا کر پڑھی تو وہ سامع ہے
> (مقالات شیروانی)

محدث سہارنپوری تعلیم سے فراغت پا کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور دہلی میں مطبع احمدی، کے نام سے ایک پریس قائم فرمایا جس میں بڑی محنت و کاوش سے حدیث کی کتابیں تصحیح و حواشی کے ساتھ شائع کیں۔

۱۸۵۷ء میں مطبع احمدی کو زبردست نقصان پہنچا تو اسے دہلی سے میرٹھ منتقل فرمایا۔ بعد ازاں شیخ الٰہی بخش رئیس میرٹھ کی طرف سے کلکتہ جا کر وہاں تجارت شروع کی۔ تقریباً دس سال یہاں آپ کا قیام رہا۔

مظاہر علوم کے ساتھ تعلق و شیفتگی

۱۲۹۱ھ میں جب آپ کلکتہ سے مستقل قیام کی نیت سے سہارنپور تشریف لائے تو اس

وقت مظاہر علوم کا عہدۂ اہتمام قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے پاس تھا۔

اور مولانا سعادت علی صاحب کے وفات پا جانے کی بناء پر عہدۂ نیابت خالی تھا۔ اسلئے محدث سہارنپوری کو مظاہر علوم کا نائب مہتمم بنا دیا گیا۔

روداد نویس مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کی تشریف آوری کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔!

طالب علموں اور علوم دینیہ کے شائقین کو مژدہ ہو کہ امسال مولوی احمد علی صاحب مدفیضہ، کلکتہ سے قطع تعلق کر کے سہارنپور میں مقیم ہیں۔ غرض اصلی یہی ہے کہ جس قدر بن پڑے علوم دینی کے پڑھانے میں اوقات صرف کیجئے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے، ساغر چلے

چنانچہ طالبان علم حدیث مسافت بعیدہ سے یہ مژدہ سن کر فراہم ہو گئے امد اللہ فیضہ وافاض علی العالمین برکتہ[1]

۱۲۹۴ھ میں حضرت مولانا مظہر صاحب صدر المدرسین حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کی غیبت میں محدث سہارنپوری مظاہر علوم کے صدر المدرسین بنے۔ اور مولانا محمد مظہر صاحب کے متعلقہ تمام امور حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیئے۔ روداد ۱۲۹۵ھ کے صفحہ دو پر بھی اس کا مختصر تذکرہ موجود ہے۔

محدث سہارنپوری کا کل قیام مظاہر علوم میں چھ سات سال رہا۔ اس عرصہ میں جہاں آپ نے نیابت اہتمام کے فرائض ادا کئے اور صدارت تدریس کی ذمہ داریاں پوری فرمائیں، وہیں اونچی اور اعلیٰ کتابوں کا بھی درس دیا۔

چنانچہ ـــــ کتب حدیث اور اصول حدیث میں ـــــ بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، موطا امام محمد، جامع الصغیر، شمائل ترمذی، مقدمۂ ترمذی، تیسیر الوصول، نخبۃ الفکر، دارمی، موطا امام مالک، رسالہ اصول حدیث، مسند امام اعظم،

[1] (روداد ۱۲۹۱ھ ۳)

مسوی، مصفی۔

فن تفسیر میں ــــــ بیضاوی، معالم التنزیل، جلالین، ترجمہ کلام پاک۔

فقہ میں ــــــ درمختار، ہدایہ، قدوری

اور کتب متفرقہ میں۔ سراجی، شرح جامی، حصن حصین پڑھائیں آپ نے یہ تمام کتابیں مکرر سہ کرر پڑھائیں۔ بلکہ متعدد مرتبہ تو ایسا ہوا کہ ایک ہی سال میں دو، دو مرتبہ پڑھائیں، جیسا کہ روداد کے الفاظ بتلاتے ہیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ حسبۃ اللہ بغیر تنخواہ پڑھائیں۔ ارباب مدرسہ نے حضرت کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے مستقل ایک درسگاہ مدرسہ مظاہر علوم میں آپ کیلئے تجویز کر رکھی تھی جس میں آپ اسباق پڑھاتے تھے۔ اس سلسلہ میں روداد مدرسہ کے الفاظ یہ ہیں

"جناب مولوی احمد علی صاحب مدفیضہ کے واسطے بیٹھنے کے وقت درس وتدریس کے ایک مکان مدرسہ میں تجویز کیا گیا ہے، وہ خود بھی خواہش رکھتے ہیں کہ مدرسہ میں بیٹھ کر تعلیم کریں اور اپنی کتابیں بھی مدرسہ میں رکھنا چاہتے تھے تا کہ طلباء کو نفع زیادہ ہو جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء۔

بڑی خوش نصیبی اس مدرسہ کی یہ ہے کہ ایسے عالم باعمل مشہور بین الآفاق کا دل ادھر متوجہ ہو رہا ہے۔ ثمرہ جناب موصوف کی توجہ کا یہ ہے کہ امسال صحاح ستہ حضرت کے درس میں بہ تمام وکمال پڑھائے گئے اور موطا امام محمد کی اور جامع صغیر سیوطی کی اور قدرے تیسیر الوصول اور مشکوۃ شریف بھی پڑھائی گئی۔ بلکہ بعض صحاح دوبارہ پڑھائی گئی۔

مظاہر علوم میں حضرت مولانا کی آمد پر جس قدر مسرت وخوشی ارباب مظاہر علوم کو ہوئی اور انہوں نے جس طرح اس نعمت عظمی کی عظمت وتوقیر کی اس کا اندازہ رودادنویس کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے کہ!

الحمد اللہ علی احسانہ کہ اس مدرسہ کے حال پر خداوند سبحانہ نے کتنا بڑا اکرم فرمایا اور

اس کی بے کسی پر رحم کھا کر کیسا مدرس بغیر تنخواہ عنایت کیا کہ اگر دوسو روپیہ ماہوار صرف کر کے ہم مدرسہ کی آراستگی ایسے مدرس کے وجود سے چاہتے تو ہرگز میسر نہ ہوتا چشم بد دور گویا آفتاب علم ربانی اوج سعادت پر تاباں ہے۔اور نیر اعظم سماء رفعت اس مدرسہ پر درخشاں ہے۔

خداوند! جتنا بڑا تو نے انعام فرمایا اتنا ہی اس کے شکر کی توفیق عنایت فرما۔

ع شکر نعمت ہائے تو، چندانکہ نعمت ہائے تو[1]

محدث سہارنپوری جب تک مظاہر علوم سے وابستہ نہیں ہوئے تھے (یعنی ۱۲۹۱ھ سے قبل تک) اس وقت بھی ہر موقعہ پر مظاہر علوم کی بیش از بیش امداد فرماتے رہے اور دسروں کو بھی اعانت کے لئے متوجہ فرماتے رہے۔مدرسہ قدیم اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے لئے دس ہزار روپیہ کی خطیر رقم کا حصول یہ مولانا کی ہی سعی پیہم کا نتیجہ تھا۔اس کے علاوہ مختلف درجات کے ماہانہ، سالانہ امتحانات بڑے اہتمام سے لیتے۔طلبا کو انعام میں بھی بڑی بڑی کتابیں مرحمت فرمانے کا معمول تھا۔چنانچہ قیام مدرسہ سے لیکر وفات تک مظاہر علوم کے طلبا کو انعام کے طور پر چھبیس نسخے بخاری شریف کے اور چھ نسخے ترمذی مرحمت فرمائے۔

مدرسہ کے کتب خانہ میں بھی بڑی وقیع اور اہم کتابیں داخل فرمائیں۔جس کا اندازہ ان چند کتابوں سے لگایا جا سکتا ہے (۱) التمہید فی بیان التوحید در علم عقائد قلمی (۲) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق مطبوعہ مصر (۳) کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر (۴) تحفۃ المنہاج بشرح المحتاج درفقہ شافعیہ مطبوعہ مصر (۵) مجمع البحار قلمی (۶) جمل النفائس در علم حدیث قلمی (۷) منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء در قرأت مطبوعہ مصر۔وغیرہ وغیرہ۔

مولانا بڑے متمول اور صاحب اولاد تھے مگر گھر کا سامان اور اسباب خورونوش خود ہی خرید کر لایا کرتے تھے،تقویٰ و پرہیز گاری اس قدر تھی کہ کوہر کی فروخت جب شروع ہوتی تو آم کھانا چھوڑ دیتے۔جب خود اپنا باغ خرید لیا تو اسوقت اپنا یہ معمول بھی ترک کر دیا۔

---

[1] روداد مدرسہ ۱۲۹۲ھ صفحہ ۳

آپ کے ورع وتقویٰ کا ایک واقعہ حضرت شیخؒ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ!

جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کے آمد وخرچ کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا (تو وہ رجسٹر میں نے خود پڑھا ہے) اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا اگر چہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی چندہ کی نہیں تھی۔ اسلئے وہاں کی آمدورفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع کرلیا جائے۔ [1]

اسی نوع کا ایک دوسرا واقعہ روداد مدرسہ میں اس طرح تحریر ہے کہ!

مولوی احمد علی صاحب سہارنپور سے بنارس جب نواب صاحب والی ٹونک کی خدمت میں تشریف لے گئے تو مولوی صاحب موصوف نے کانپور سے بنارس تک کرایہ لیا۔ اور یہاں سے کانپور تک کا کرایہ چونکہ اپنا کام بھی اس ضمن میں تھا مدرسہ سے نہیں لیا۔ اور جناب نواب صاحب کی طرف سے سوائے چندۂ مدرسہ کے پندرہ روپے بطور دعوت خاص مولانا صاحب پیش کش ہوئے تھے۔ وہ بھی مولانا صاحب نے مدرسہ میں داخل کردیئے۔ [2]

زہد وورع کے باوصف فروتنی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے۔ حلم، عفو اور بردباری وتحمل آپ کے خصوصی جوہر تھے۔ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ معاف فرمادیتے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ!

ایک شخص نے آکر گستاخانہ کلام کیا۔ طلبا میں شورش ہوئی اور اس سے انتقام لینا چاہا۔ مولانا نے منع فرمادیا۔ اور فرمایا کہ بھائی بعض باتیں تو سچی بھی تھیں۔ سب تو غلط نہیں کہیں۔ اسلئے معاف کرنا چاہئے۔ [3]

(۱) آپ بیتی نمبر ایک ۱۱۲ (۲) روداد ۱۲۹۹ھ ۴ (۳) مجالس حکیم الامت ۳۱۸

انہی صفات عالیہ کا ثمرہ تھا کہ اپنے وقت کے تمام ہی اکابر کے قلوب میں آپکی عظمت ووقعت موجود تھی۔ اور وہ مواقع مخصوصہ میں آپ ہی کو آگے رکھتے اور آپ کی ذات میں ودیعت فرمودہ برکات سے استبراک کرتے تھے۔ اس نوع کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت جونو درہ کے نام سے مشہور ہے اسکا سنگ بنیاد محدث سہارنپوری کا رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ روداد دارالعلوم دیوبند بابت ۱۲۹۲ھ میں تحریر ہے کہ۔!

اول پتھر بنیاد کا جناب مولانا احمد علی صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا مولوی قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد مظہر صاحب نے ایک اینٹ رکھی۔ ۱

پروفیسر انوارالحسن صاحب شیرکوٹی نے اپنی تالیف، سیرت یعقوب ومملوک میں بھی ان موسسین کو اسی ترتیب کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

علالت ووفات

محدث سہارنپوری پر آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوا۔ ساتھ ہی بخار اور ضعف بھی طاری ہوگیا۔ مرض نے طول پکڑا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کو محدث سہارنپوری سے خصوصی طور پر نسبت تلمذ حاصل تھی، علالت کی خبر پاکر بغرض عیادت سہارنپور تشریف لائے اور محدث سہارنپوری کے ارشاد سے چودہ روز سہارنپور میں قیام فرمایا ـــــ حضرت مولانا کی علالت اور ناسازئ طبع کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ آخر کار ۶/ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۷/ اپریل ۱۸۸۰ء شنبہ کے روز آپ نے اس دارفانی سے داربقاء کی طرف کوچ کیا اور اپنے جدی قبرستان متصل عیدگاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ عمر تقریباً بہتر سال ہوئی۔ خزانہ خوبی آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ محدث سہارنپوری کی خدمات اور جانفشانیوں پر تبصرہ اور حادثۂ وفات پر اپنے قلبی احساسات کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ـــ ہیں!

حضرت مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ جن کے تقدس و کمال کے آواز سے ہندوستان گونج رہا ہے۔ اپنے علائق قطع کر کے وطن میں گوشہ نشین ہوئے۔ اور ایام عزلت میں مدرسہ کی سرپرستی کا بار اپنے دوش پر اٹھایا اپنے آخر زمانہ حیات تک ایک خاص بڑی جماعت کو مدرسہ کی مسجد میں بیٹھ کر صحاح ستہ حدیث کا درس دیا۔ اور آخر طالبان حدیث کو بلبلاتے چھوڑتے کر ۱۲۹۷ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔[1]

ممتاز تلامذہ

آپ کے ہونہار اور لائق تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تاہم یہاں چند اہم اور مشہور شخصیتوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی:- آپ نے محدث سہارنپوری سے ابوداؤد شریف پڑھی ہے۔[2]

اس تلمذ کے سلسلہ میں مولانا منصور علی خاں صاحب مرادآبادی کے الفاظ یہ ہیں۔!

''اور ابوداؤد جو باقی تھی اس کو اپنی شہرت کے زمانہ میں بغل میں دبا کر جناب مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں جا کر پڑھ لیا'' نیز حضرت اقدس نانوتوی اپنی عربی کی ابتدائی کتب مثلاً شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو، علم الصیغہ میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی بانی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپوری کے تلمیذ رشید ہیں۔[3]

(۲) حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی:- اولین شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے بھی محدث سہارنپوری سے حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔

پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے بخاری، ترمذی اور دیگر کتب حدیث شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے پڑھی ہیں''[4]

---

(۱) مہتاریخ مظاہر جلد اول ۶۸ (۲) بحوالہ سیرت مولانا محمد احسن ۲۰۹ (۳) بحوالہ انوار قاسمی ۶۱

۴؎ بحوالہ ماہنامہ برہان دہلی ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ

(۴) مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی:۔ مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی کی شخصیت اور مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ان کے گونا گوں روابط و تعلقات کی بناء پر ان کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اور اس تذکرہ میں جامعہ مظاہر علوم اور مولانا مرحوم کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی ہے۔

مولانا محمد احسن صاحب کے والد ماجد کا نام حافظ لطف علی صاحب ہے۔ مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا محمد منیر صاحب آپ کے حقیقی بھائی تھے۔

مولانا محمد احسن صاحب کی پیدائش کا تقریبی سال ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۲۵ء ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، قرآن پاک والد صاحب کے پاس حفظ کیا۔ اور پھر مزید تعلیم کیلئے مولانا مملوک علی صاحب کے پاس دہلی چلے گئے۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا مملوک علی صاحب کے علاوہ مولانا سبحان بخش صاحب شکار پوری، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری بھی شامل ہیں۔ علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلوی سے کی۔ فراغت علوم کے بعد ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء میں بنارس کالج میں بحثیت مدرس اول فارسی آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں آپ کا قیام چار پانچ سال رہا۔ اس زمانۂ قیام میں آپ نے متعدد دینی علمی خدمات انجام دیں۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں آپ بنارس سے بریلی آئے اور یہاں بریلی کالج میں فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جب یہاں عربی کا اجرا ہوا تو شعبۂ عربی کی صدارت بھی آپ کو سونپ دی گئی۔ یہاں کے قیام میں آپ نے متعدد کتابیں لکھیں، ۱۸۵۷ء میں کچھ عرصہ کے لئے آپ اپنے وطن نانوتہ چلے آئے، اور یہاں مختصر قیام کے بعد پھر بریلی چلے گئے اور وہاں رہ کر بڑے اونچے پیمانے پر علمی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ مصباح التہذیب بریلی، کتبخانہ مطبع صدیقی بریلی اور مطبع صدیقی بریلی آپ کی تحریری و تصنیفی خدمات کے عظیم مرکز بنے۔ اور ان کے ذریعے علوم عربیہ و دینیہ

کی خوب اشاعت ہوئی، ۱۸۷۷ء کے آس پاس آپ بریلی سے آکر مستقل طور پر نانوتہ میں مقیم ہو گئے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ آپ کا تعلق ویسے تو شروع سے ہی رہا۔ لیکن ذمہ دارانہ تعلق اس وقت قائم ہوا۔ جب حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی وفات کے بعد آپ جامعہ مظاہر علوم کے رکن شوریٰ اور ممبر بنائے گئے۔

روداد مظاہر علوم بابت ۱۲۹۷ھ کے حوالہ سے تاریخ مظاہر میں آپ کی باضابطہ تقرری اور انتخاب کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ!

امسال جناب مولوی صاحب مرحوم رحلت فرما ہوئے پس رائے ارباب شوریٰ کی اس بات پر مستحکم ہوئی کہ چونکہ یہ کام تعلیم کا ہے (اسلئے) اس جلسہ میں چند علماء کی شرکت ضروری ہے تاکہ جو امر علمی مشورہ طلب پیش آئے اس میں ان صاحبوں کی رائے لی جائے۔

اس لئے یہ بات قرار پائی کہ جناب قاضی صاحب موصوف مہتمم مدرسہ کی معاونت کے لئے چند اشخاص جلسۂ انتظامیہ میں بڑھائے جائیں۔ چنانچہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری، مولوی نجف علی صاحب رئیس سہارنپوری، مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی، مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ابن مولانا احمد علی صاحب کے اسماء ممبران مدرسہ میں تجویز کئے گئے۔[۱]

مولانا محمد احسن صاحب کو تعلیمات میں خاص بصیرت حاصل تھی۔ مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر بھی آپ رہ چکے تھے۔ اسلئے مظاہر علوم سہارنپور کے ممبر بننے کے بعد آپ ہر سال یہاں کے طلباء کا امتحان لیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب بھی امتحانات لینے میں آپ کے شریک رہتے امتحانات سے فارغ ہوکر پھر تعلیمی رپورٹ بھی مرتب فرماتے تھے۔ جس میں اساتذہ کی محنت و جانفشانی کو سراہنے کے ساتھ ساتھ مفید مشورے بھی دیتے تھے۔ آپ کی تحریر کردہ متعدد رپورٹیں مظاہر علوم کے دور اول کی رودادوں میں محفوظ ہیں۔

گاہے گاہے آپ کتابیں بھی مدرسہ میں وقف فرماتے رہتے تھے۔ طلباء کو انعام میں دیئے

---

[۱] تاریخ مظاہر علوم جلد اول ۱۵۰

جانے کے لئے بھی بہت سی کتابیں آپ نے دیں۔

بیعت وارشاد کے سلسلہ میں آپ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے منسلک اور ان ہی سے بیعت تھے، اور پھر ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں جب آپ حج وزیارت کیلئے گئے تو اپنے شیخ ومرشد کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اسی سفر میں آپ کو اجازت بیعت اور خلافت ملی۔

آپ کی عمر تقریباً ستر سال ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ کے اوائل میں آپ بیمار ہوئے اور بغرض علاج دہلی گئے۔ لیکن افاقہ نہ ہوا تو رمضان میں دہلی سے واپس آتے ہوئے راستہ میں دیوبند ٹھہر گئے۔ اور وہیں آخر رمضان ۱۳۱۲ھ میں وصال ہوا اور قبرستان قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا احمد حسن صاحب نانوتوی کے صاحبزادگان میں سے مولوی فضل الرحمٰن صاحب اور منشی محمد اسمٰعیل صاحب نے مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اول الذکر نے درجہ اعلیٰ کی کتابیں اور کتب حدیث پڑھیں اور موخر الذکر نے فارسی نصاب کی تکمیل کی۔ مولانا فضل الرحمان کے حالات باب دوم میں اپنے مقام پر موجود ہیں۔

(۴) مولانا سراج الحق ابن مولانا عبدالحق صاحب دیوبندی:- آپ نے ۱۲۹۵ھ میں محدث سہارنپوری سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، شمائل ترمذی، نسائی، مؤطا امام محمد پڑھی ہے۔ قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے آپ مجاز بھی تھے، جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۵۳ پر (حاشیہ میں) اسکی تصریح ہے۔ ایک سال تک آپ نے دارالعلوم دیوبند میں درس دیا ہے۔

(۵) مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سہارنپوری:- آپ نے ۱۲۹۳ھ میں محدث سہارنپوری سے صحاح ستہ پڑھی ہے۔ آپ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری کے خلیفۂ ثالث اور سہارنپور کی جامع مسجد کے مہتمم تھے، آپ کی روحانیت اور بزرگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی وصایا میں آپ کو ان معتمد اور معتبر حضرات میں شمار کیا ہے جن سے بیعت و اصلاحی امور میں بے تکلف مراجعت کی

جا سکتی ہے۔ ۱

مظاہر علوم سہارنپور کی قدیم روداد سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں شہر میں اہل حق علماء کی ایک چار پانچ نفری جماعت تھی جو وعظ و تقاریر کے ذریعہ مسائل و احکام بتلاتی تھی۔ اس جماعت کا تعارفی نام "مجلس وعظ واعظین مجاز" تھا۔ مولانا شاہ ابوالحسن صاحب بھی اسی جماعت کے ایک فرد تھے ــــــ احوال العارفین کے مصنف لکھتے ہیں!

آپ سہارنپور شہر کے رہنے والے۔ عالم و فاضل، علم پسند، ادیب تھے۔ حضرت اقدس الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ سے بیعت ہوکر سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ کے اسباق میں مشغول ہوگئے۔ عبادت و ریاضت ومجاہدہ میں آپ کا خاص مقام تھا، جب اسباق ومنازل سلوک طے کر لئے تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا، آپ جامع مسجد سہارنپور کے خطیب تھے۔ آپ نے تقریباً تینتیس سال مسند ارشاد و تلقین کو رونق بخشی۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب فاروقی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے معتقد تھے۔ اور فرماتے تھے کہ آپ صاحب نسبت بزرگ تھے، بہت ہی خلوت پسند، یکسو رہنے والے مقدس بزرگ تھے۔

آپ نے بروز ہفتہ ۲۹ رجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک اپنے شیخ کے پاس ہے۔

(ملحوظہ) ان مذکورہ بالا تلامذہ کے علاوہ دیگر حضرات جیسے مولانا سید تجمل حسین صاحب بہاری، مولانا مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی۔ مولانا شاہ سلیمان پھلواری، مولانا محمد علی صاحب مونگیری، مولانا محمد اشرف علی سلطانپوری، بھی آپ کے ممتاز تلامذہ میں ہیں اور ان کے مفصل حالات آنے والے (باب دوم) میں مذکور ہیں۔

علمی خدمات اور تصنیفات

حضرت مولانا احمد علی صاحب کا سب سے اہم اور وقیع کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے

۱ حوالہ کیلئے دیکھئے تنبیہات وصیت ۱۷

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کی اور بڑے اہتمام کے ساتھ کتب حدیث طبع کرائیں۔

چنانچہ سب سے پہلے ترمذی شریف، اسکے بعد بخاری شریف، مشکوٰۃ المصابیح ان کے پریس سے طبع ہوئیں۔ ایک اندازہ کے مطابق محدث سہارنپوری صرف بخاری شریف کی تصحیح میں دس سال تک مشغول و مصروف رہے۔ اسکے بعد محنت شاقہ برداشت کر کے کم وبیش چودہ سال میں اس پر حواشی لکھے جس میں اختصار مگر جامعیت کے ساتھ احادیث کی توضیح مشکل و مغلق الفاظ کا حل، رواۃ حدیث، ان کی کنیتیں، انساب تحریر فرمائے۔

مولانا کے یہ حواشی ہر طبقۂ فکر کے علماء میں وقعت اور اعتماد کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ مقدمہ لامع میں ان حواشی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

یکفی لقاری البخاری المبتدی مطالعتها بالتدبر ولا یحتاج بعدهاالی شیٔ اخر من الحواشی۔

بین السطور مختصر حواشی کے بعد جہاں "۱۲ مولانا" کا لفظ آتا ہے اس کے لکھنے یہی محدث سہارنپوری ہیں اور مولانا کا مصداق حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔

حاشیہ بخاری کے علاوہ ترمذی اور مشکوٰۃ پر بھی مولانا کے حواشی ہیں جو مولانا کے مطبع سے شائع ہوئے۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی اس مشکوٰۃ شریف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں!

غدر سے دو سال پہلے یعنی ۱۸۵۵ء میں مشکوٰۃ شریف: مطبع احمدی کی طبع شدہ فقیر کے پاس ہے جس پر مشکوٰۃ کی مختلف شرحوں سے بہترین معلومات کا انتخاب کر کے حاشیہ چڑھایا گیا ہے۔[۱]

لیکن اسکے باوجود محدث سہارنپوری فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے اس کتاب کی خدمت کما ینبغی نہیں ہو سکی۔

مظاہر علوم سہارنپور اس موہبت ربانیہ اور عطیۂ خداوندیہ کا بے حساب شکر ادا کرتا ہے کہ اسکے ایک سابق مہتمم و ناظم اور اسکے رئیس الاساتذہ کا لکھا ہوا حاشیۂ بخاری تمامی اہل علم و فضل کے مطالعہ میں رہ کر ان کے لئے سامان تسکین مہیا کرتا ہے۔ کم از کم ہندو پاک اور بنگلہ دیش

[۱] سوانح قاسمی ۲۶۲ ج ۱

کے ممتاز اور مشہور دینی مدارس و جامعات میں کوئی مدرسہ و جامعہ ہمارے محدود علم کے مطابق ایسا نہیں ہے جہاں مظاہر علوم سہارنپور کے اس خادم کے لکھے ہوئے حواشی کتب حدیث کی پذیرائی نہ ہو رہی ہو اور ان کو عزت و وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جا رہا ہو۔

آپ کی تالیفات میں ایک کتاب "الدلیل القوی علی ترک قرأة مقتدی" ہے۔ یہ رسالہ اولاً فارسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ بعد میں اس کا اردو ترجمہ شائع ہمارے سامنے اس کتاب کا جو اردو نسخہ ہے وہ ۱۲۹۵ھ کا طبع شدہ ہے اسکے صفحات (۵۰) اور سائز ۸/۲۰/۲۶ ہے۔

میلاد اور محفل میلاد کے متعلق بھی آپ کا ایک مبسوط فتویٰ ہے جو اپنی افادیت کی بناء پر رت اقدس گنگوہی کے تحریر کردہ "فتاویٰ میلاد" کے ساتھ ملحق ہو کر شائع ہوتا رہا ہے۔ ان و بزرگوں کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ماہ رجب ۱۳۵۶ھ میں کتب خانہ جامعہ علمیہ، امروہہ سے طبع ہوا ہے۔ اور یہی اسوقت ہمارے سامنے ہے۔ تمبر ۱۹۷۶ء میں یہی مجموعہ آفسٹ کی ہ اور دیدہ زیب طباعت کیساتھ ادارہ اسلامیات لاہور پاکستان سے بھی شائع ہو چکا۔

مظاہر علوم سہارنپور کی ایک قدیمی روداد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ایک خطبۂ نقاء بھی ترتیب دیا تھا جو بعد میں طبع ہو کر مقبول عام ہوا۔[1]

(۵) جناب شیخ حافظ محمد فضل حق صاحب سہارنپوری

یہ مظاہر علوم کے اولیں محافظ مالیات (خزانچی) تھے۔ اپنی دیانتداری امانت اور تقویٰ و یزگاری کی بناء پر تمام ہی اکابر کے پسندیدہ اور محبوب تھے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے

[1] ماخذ: نزہۃ الخواطر جلد ہفتم۔ مقالات شیروانی۔ ماہنامہ دار العلوم دیوبند تمبر ۱۹۸۷ء۔ تاریخ مظاہر جلد اول و ۲ روداد مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۲۹۱ھ و ۹۲ھ ۹۳ھ و ۹۵ھ ۹۶ھ و ۱۲۹۹ھ و ۱۳۳۷ھ حدائق الحنفیہ، تذکرہ حمانیہ یعنی سوانح قاری عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی۔ آپ بیتی نمبر ایک۔ مجالس حکیم الامت۔ ماہنامہ برہان دہلی ذیقعدہ ۱۳۹ھ۔ سیرت مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی۔ انوار قاسمی سیرت یعقوب و مملوک، ماہنامہ الندوہ لکھنؤ مئی ۱۹۰۶ء، تذکرۃ الرشید جلد دوم، تنبیہات وصیت، احوال العارفین، مقدمہ لامع الدراری علی جامع البخاری، سوانح قاسمی

مدرسہ محلہ قاضی سے منتقل ہو کر اپنے موجودہ مقام پر آیا۔ اس کے لئے آپ نے اپنی زمین کا ایک حصہ مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ اور ساتھ ہی بڑی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرائی۔

حافظ صاحب موصوف تعمیر کے دوران بڑی لگن اور جانفشانی کے ساتھ معماروں اور مزدوروں سے کام لیتے۔ بہ نفسِ نفیس تمام دن تعمیرات کے پاس کھڑے رہتے۔ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری بھی آپ کے معاون بن کر حساب و کتاب اور تعمیری اخراجات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

۱۲۹۳ھ میں جب مدرسہ کی اپنی ذاتی عمارت مکمل ہوئی تو حافظ فضل حق صاحب نے تمام شرکاء تقریب کی دعوت کی۔ شیخ صاحب موصوف حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے خصوصی رفیق اور ان کے دست راست تھے۔ حضرت مولانا جتنی دیر تک درس دیتے یہ حاضر خدمت رہتے۔ گرمیوں کے زمانے میں مولانا کے پاس بیٹھ کر مسلسل پنکھا کرتے رہتے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کی خدمات اور للّٰہیت و خلوص کا اعتراف کرتے ہوئے ۱۳۱۱ھ میں مظاہر علوم سہارنپور کے جلسۂ سالانہ میں فرمایا تھا کہ۔!

مدرسہ کا شہر کے جنوبی کنارہ سے شمالی کنارہ میں منتقل ہونا علماء کے جانثار علم کے دلدادہ جناب حافظ فضل حق صاحب مرحوم خزانچی مدرسہ کا جذب طبیعت اور دلی کشش زبردست محرک اور قوی باعث ہے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی نیک طبعی اور کرم و مروت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعمیر کے وقت اکثر حصہ زمین کا مدرسہ کو حافظ صاحب کا عطیہ ہے اور زرِ نقد سے بھی بہت کچھ امداد و اعانت فرمائی۔

اعتماد و یقین اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کی جو دولت خواص کو دی جاتی ہے۔ اس سے جناب شیخ حافظ محمد فضل حق صاحب بھی مالا مال تھے اور اسکے ثبوت میں یہ واقعہ بہت کافی ہے جو حضرت الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نے سنایا کہ۔!

حافظ صاحب مرحوم کا تکیۂ کلام ''اللہ کے فضل'' سے تھا۔ ہر بات میں یہی جملہ ارشاد فرماتے اور اسی عادت کا اثر ان کے صاحبزادے حافظ زندہ حسن صاحب مرحوم میں بھی تھا۔ وہ بھی ہر بات میں اللہ کا فضل، اللہ کا فضل فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حافظ صاحب نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سے عرض کیا، حضرت جی رات تو اللہ کے فضل سے اللہ کا غضب ہی ہوگیا تھا، حضرت نے ہنسکر فرمایا، بھائی حافظ جی رات اللہ کے فضل سے کیا غضب ہو گئے تھے؟ عرض کیا کہ حضرت میں سو رہا تھا گھر میں چور گھس گئے اور تالہ توڑنے لگے، میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پوچھا تم چور ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں! میں نے کہا کہ میرا سارا روپیہ اسی کوٹھڑی میں ہے۔ اور بہت سارا ہے۔ (کیونکہ مشہور رئیس ہونے کے ساتھ ہمارے مدرسے کے خزانچی بھی تھے) مگر اللہ کے فضل سے تم اس کو لے نہیں سکتے۔ اور دیکھو مولوی جی (یعنی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب) نے بتلایا تھا کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور میں اس کی خوب زکوٰۃ دے چکا، حضرت جی، یہ کہہ کر میں تو سو گیا۔ جب تہجد کے واسطے اٹھا تو وہ سب تالہ جھنجھوڑ رہے تھے۔ مگر وہ ذرا بھی نہ ٹوٹا۔ اور اللہ کے فضل سے صبح ہوتے ہی سب بھاگ گئے۔

ماہ صفر ۱۳۰۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ وصال کا سبب وہ زخم بنا جو گنا چھیلتے وقت آپ کے ہاتھ میں لگ گیا تھا۔

حافظ صاحب مرحوم کے بارے میں جو تاثرات روداد مدرسہ میں شائع ہوئے وہ یہ ہیں۔

اس سال میں چند حادثۂ عظیم مدرسہ ہٰذا پر بلکہ عام مسلمانان شہر سہارنپور پر ایسے واقع ہوئے کہ جن کے بیان سے بدن کو رعشہ ہوتا ہے اور سننے والوں کو رونا آتا ہے۔

اول واقعہ حافظ محمد فضل حق صاحب خزانچی مدرسہ کا ہے کہ جن کی ذات خاص سے مدرسہ کے لئے بہت کچھ امداد و اعانت تھی اور نیز کیا مدرسہ اور کیا مسجد اور دوسرے امور خیر، ہر قسم کا روپیہ حافظ صاحب ممدوح کے پاس امانت اس خوبی سے رہتا تھا کہ جس وقت رات کو خواہ دن کو کوئی جزیا کل امانت طلب کرتا، فوراً واپس حوالہ ہوتا تھا۔ علاوہ بریں باوجود نہ ہونے زیادہ استطاعت کے خیر طبعی بہت تھی۔ اکثر طلباء خواستگار گردہی رہتے تھے اور بایں ہمہ بطور خاص ہر وقت

جان و دل سے مدرسہ کے خبر گیراں رہتے۔ مدرسین اور طلبا کو ان سے ہر قسم کی معاونت تھی۔

مدرسہ کو ان کے انتقال سے ایک سخت مشکل یہ پیش آئی کہ تحویل دار مثل ان کے نظر نہیں آتا۔ واقعی ایسا امانت دار۔ دیندار خیر خواہ مسلمین ہونا بہت مشکل ہے۔[۱]

حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب اپنے ماہنامہ اخبار شفاء الصدور میں حضرت حافظ محمد فضل حق صاحب کے حادثۂ وفات کی اطلاع بڑے بلند اور وقیع الفاظ میں دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وهكذا موت الحافظ فضل حق السهارنفوری فانه كان جواداً كريماً اميناً متديناً محباً للعلماء معاوناً لمدرسة السهارنفوز.

چند سطروں کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں۔

و بالجملة عاش ما عاش سعيداً و مات اذ مات حميداً۔[۲]

شیخ فضل حق صاحب کے انتقال کے بعد حافظ حاجی الٰہی بخش صاحب مدرسہ کے خزانچی بنائے گئے۔ حاجی صاحب مرحوم اگر چہ باقاعدہ عالم نہیں تھے۔ مگر اکابر اور بزرگوں کی صحبت و ہم نشینی کی وجہ سے دینداری اور تقویٰ و پرہیزگاری میں ممتاز تھے۔ ان ہی محاسن جلیلہ کی بناء پر حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور مولانا فیض الحسن صاحب ادیب نے عہدۂ مالیات آپ کے سپرد فرمایا تھا جو گیارہ سال تک آپ کے پاس رہا ۱۳۲۱ھ میں جب حافظ الٰہی بخش صاحب موصوف کا بھی وصال ہو گیا تو مدرسہ کا یہ عہدہ حاجی احمد جان صاحب کی طرف منتقل ہو گیا ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ نے خود اپنے طور پر اسکا انتظام شروع کر دیا اور پھر یہ عہدہ حاجی احمد جان صاحب پر جا کر ختم ہو گیا۔

(۶) حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب

والد ماجد کا نام شیخ علی بخش تھا، مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اسکے بعد رامپور چلے آئے اور مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اور مدرسہ عالیہ رامپور کے دوسرے علماء

[۱] روداد مدرسہ ۱۳۰۲ھ [۲] اخبار شفاء الصدر۔ ۱۵؍جنوری ۱۸۸۵ء

سے مستفید ہوئے، کتب منطق اور فلسفہ کی تکمیل کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تحصیل حدیث کی غرض سے شیخ احمد سعید العمری الدہلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔

علم طب میں آپ کے استاذ حکیم عماد الدین تھے جو مشہور اطباء میں سے ہیں۔ دینی علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مسند درس سنبھالی۔ آپ کے کتنے ہی شاگرد و تلامیذ بعد میں صف اول کے علماء میں شامل ہوئے۔ اورنٹیل کالج لاہور کے آپ ایک عرصہ تک پروفیسر بھی رہے۔ وہاں کے زمانۂ قیام میں ایک ماہانہ رسالہ شفاء الصدور عربی زبان میں جاری فرمایا جو ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۷ء تک جاری رہا۔ اس میں مولانا گاہ بگاہ مظاہر علوم کے حالات بھی شائع فرماتے تھے۔ اس ماہنامہ کی ایک ضخیم فائل مظاہر علوم کے کتب خانہ میں محفوظ ہے یہ ہندوستان میں عربی کا سب سے پہلا ماہنامہ ہے۔ مظاہر علوم اور سہارنپور کو یہ عزت وشرف بھی حاصل ہے۔ کہ ہندوستان میں عربی صحافت کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

عربی ادب نظم ونثر پر مولانا کو بڑا عبور حاصل تھا ممتاز ادباء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، حماسہ شرح سبعہ، شرح دیوان متنبّی یہ سب آپ کے ادبی ذوق پر شاہد عدل ہیں۔

مظاہر علوم کے ساتھ وابستگی اور تعلق

مولانا کو مظاہر علوم سے بڑا گہرا تعلق تھا، جس زمانہ میں آپ لاہور یونی ورسٹی کے رئیس الاساتذہ تھے تو تعطیلات میں وطن (سہارنپور) آکر مظاہر علوم کی خدمات میں مشغول ہوجاتے۔ مالیات کی دیکھ بھال فرماتے۔ حسابات کی بڑے اہتمام سے جانچ پڑتال کرتے۔ مختلف درجات کے سالانہ اور ماہانہ امتحانات بھی آپ کو سونپ دیئے جاتے۔ ان سب امور سے جب فراغت ملتی تو دور دراز مقامات پر تشریف لیجاکر جامعہ مظاہر علوم کے لئے چندہ اکٹھا کر کے لاتے تھے۔

ایک مرتبہ بہ نفس نفیس بھاولپور تشریف لے گئے اور وہاں جناب سید محمد مہدی خاں وزیر ریاست سے ملاقات کر کے جناب نواب صادق محمد خاں صاحب بہادر بھاولپور سے مدرسہ کے لئے بیس روپیہ ماہانہ بطور امداد مقرر کرائے جس کی ابتداء یکم نومبر ۱۸۸۲ء سے ہوئی

محکمۂ وزارت ریاست بھاولپور کی جانب سے اس موقعہ پر جو خط آیا اس کی نقل یہ ہے۔

بخدمت شریف قاضی محمد فضل خاں صاحب رئیس و مہتمم مظاہر علوم سہارنپور،
درخواست مولوی فیض الحسن صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر علوم بمراد تقرر وظیفۂ
واسطے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بحضور عالی جناب نواب صاحب بہادر دام اقبالہ
باجلاس کونسل پیش ہوئی تو حضور محتشم الیہ نے بہت خوشی اور دریادلی سے دیا جانا
مبلغ بیس/۲۰ روپے ماہوار کا واسطے امداد خرچ مدرسۂ مظاہر علوم سہارنپور تا قیام
مدرسہ کے از ابتدائے یکم نومبر ۱۸۸۲ء منظور فرمایا۔ نظر برآں یاد داشت ہٰذا
برائے اطلاع ارسال خدمت ہے۔ المرقوم ۱۷/ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ المقدس مطابق
۳۱/ اکتوبر ۱۸۸۲ء (دستخط محمد مہدی خاں وزیر ریاست)

کول بھیکم پور۔ پھانسو وغیرہ مقامات پر آپ کے عزیز اقارب اور اہل تعلق رہتے تھے، وہاں بھی بڑے اہتمام سے جاتے اور ان کو مظاہر علوم کی اعانت کی ترغیب دیتے۔ ایک مرتبہ علی گڑھ تشریف لے گئے تو جناب نواب محمود علی خاں صاحب سے سفارش کر کے چندہ سالانہ میں اضافہ کرایا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان طویل اسفار کا کچھ بھی صلہ مرحوم مدرسہ سے نہیں لیتے تھے۔ صرف اخراجات واجبی پر اکتفا فرماتے تھے۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے انتقال کے بعد مظاہر علوم کی جو منتظمہ کمیٹی بنائی گئی اسکے ارکان میں سے اولین رکن آپ ہی تھے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی تمام خدمات مظاہر علوم کے لئے وقف فرمادی تھیں۔ ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ اور ہر وقت اسی کی دیکھ بھال میں لگے رہتے تھے۔

ماہانہ و سالانہ امتحانات کے موقعہ پر اونچی اونچی کتابیں جیسے مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، کنز الدقائق، شمس بازغہ، وغیرہ بغرض امتحان آپ کے حوالہ کی جاتی رہیں۔

مولانا فیض الحسن صاحب اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت اور انکے فیض یافتہ تھے۔ اس سلسلہ میں صاحب امداد المشتاق کے الفاظ یہ ہیں۔!

جناب ادیب، اریب، فقیہ لبیب، محدث اجل، مفسر انجل، فاضل، افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپور ادام اللہ سبحانہٗ بافاداتہٖ وبافاضاتہٖ، داخل طریقۂ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلۂ مسترشدین میں آئے۔

علمی خدمات اور تالیفات

مولانا موصوف کی جتنی تالیفات ہیں وہ سب اہم اور مفید ہیں اور مواد کے اعتبار سے بڑی بیش قیمت ہیں۔ ذیل میں ان تصانیف کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) فیضی شرح حماسہ:- یہ کتاب محرم الحرام ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں مشہور مطبع نول کشور سے طبع ہوئی۔ اس میں سابقہ تمام شروح سے کہیں زائد اپنے موضوع پر مواد جمع کیا گیا ہے، مشکل الفاظ کا حل اور اشعار کی مکمل تشریح وتوضیح کے علاوہ اس شرح کا خصوصی سرمایہ وہ اسماء وانساب ہیں جو مولانا نے اس میں لکھے ہیں اور جن سے تبریزی کی شرح خالی ہے کتاب کا سائز ۲۶/۲۰/۸ ہے اور صفحات (۸۰۰) ہیں۔

(۲) ریاض الفیض شرح سبعہ معلقہ:- درسِ نظامی میں داخل علم ادب کی مشہور کتاب سبعہ معلقہ، کی یہ ضخیم شرح ہے جو پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار ڈاکٹر ٹنیر کی فرمائش پر لکھی گئی، یہ شرح ۱۸۸۴ء میں لاہور سے طبع ہوئی۔

(۳) تحفۃ صدیقیہ شرح حدیث ام زرعۃ:- جناب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی فرمائش پر یہ کتاب لکھی گئی۔ اسی وجہ سے انکی طرف اس کا انتساب کردیا گیا۔ اس کتاب میں مشہور حدیث ام زرعہ کی توضیح وتشریح ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں یہ کتاب مطبع خورشید عالم لاہور سے طبع ہوئی جس کے صفحات (۵۹) ہیں اور سائز ۲۶-۲۰-۸ ہے۔

(۴) فیض القاموس:- یہ علم لغت کی مشہور کتاب قاموس کے خطبہ کی عربی شرح ہے جس میں اسکے مشکل الفاظ کا حل، صرفی نحوی اور لغوی تحقیقات بڑی محنت سے لکھی گئی ہیں۔ یوم جمعہ ۱۲۹۹ھ میں یہ کتاب لاہور میں مکمل ہوئی اور مطبع انجمن پنجاب لاہور سے طبع ہوئی،

اس کے صفحات (۵۹) ہیں اور سائز ۲۶-۲۰-۸ ہے۔

(۵) تعلیقات جلالین :- یہ کتاب عربی میں ہے جو ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں مطبع انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی۔ مولانا نے کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جلالین شریف فن تفسیر میں جامع ہونے کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اور علمائے اعلام کا تعلق اس کتاب سے قائم رہا ہے۔ اسلئے جی چاہا کہ اس پر مختصر تعلیقات لکھوں جس میں اسکے مشکل و مغلق الفاظ کا حل ہو جائے۔ چنانچہ باوجود بہت سے مشاغل و موانع کے چند ماہ میں یہ کتاب لکھی گئی، جلد اول سورۂ حجر تک ہے جو نواب محمود علی خاں کی مساعی سے طبع ہوئی، کتاب کا سائز ۲۲-۱۸-۸ ہے اور صفحات (۳۰۸) ہیں۔

(۶) فیضیہ :- یہ کتاب فن مناظرہ میں ہے جو ڈاکٹر جی، ڈبلیو ٹیز کی درخواست پر مولانا نے تالیف کی ہے۔ اس میں ایک مقدمہ اور چند مطالب اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ میں اس علم کی تعریف موضوع، غایت اقسام بحث اور اصطلاحوں کا بیان ہے اور خاتمہ میں وہ باتیں لکھی گئی ہیں جو فریقین کو مناظرہ کے وقت ضروری ہوتی ہیں مارچ ۱۸۸۲ء میں یہ کتاب مطبع انجمن پنجاب لاہور سے طبع ہوئی جس کے صفحات (۴۲) ہیں اور سائز ۲۶-۲۰-۸ ہے۔

راقم سطور کے ذاتی ذخیرہ میں یہ کتاب محفوظ ہے۔

(۷) گلزار فیض :- یہ کتاب مولانا مرحوم کی مدحیات، غزلیات، قصائد و نعت کا مجموعہ ہے جو ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب استاذ اورنٹیل کالج لاہور کی تصحیح و حسن سعی سے ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ میں مطبع فیض عام لاہور سے شائع ہوا۔ کتاب کے صفحات (۵۲) ہیں اور سائز ۲۶-۲۰-۸ ہے۔

(۸) نسیم فیض :- یہ بھی مولانا کے قصائد اور اردو فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے جو صفر ۱۳۲۱ھ میں مطبع فیض عام لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں شروع میں نو نعتیں لکھی گئی ہیں۔ اسکے بعد اپنے استاذ مرحوم مغفور، نیز نواب رامپور کلب علی خاں بہادر، نواب محمود علی خاں رئیس چھتاوری، اور والی جموں وغیرہ کی شان میں قصائد .... ہیں۔ نواب بھاولپور کو مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ایک خصوصی تعلق تھا ان کی شان میں بھی ایک قصیدہ ہے کتاب

کے صفحات (۲۴) ہیں۔

(۹) ضوء المشکوٰۃ:- یہ مشکوۃ شریف کا حاشیہ ہے جو موصوف نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے (معارف فروری ۱۹۴۸ء ماہنامہ برہان فروری ۱۹۵۴ء)

(۱۰) روضۂ فیض (۱۱) چشمۂ فیض:- یہ فارسی زبان میں مولانا کی دو طویل مثنویاں ہیں جو ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد صاحب کی حسن سعی سے ۱۹۰۰ء میں مطبع انوار احمدی لاہور سے طبع ہوئیں۔ اسکے صفحات (۴۸) ہیں۔

(۱۲) دیوان الفیض:- یہ مولانا کے عربی اشعار کا مجموعہ ہے اس میں حمد وستائش اور منقبت نبوی پر بکثرت طویل نظمیں ہیں۔ ان کے علاوہ اجلۂ علماء میں سے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا احمد حسن صاحب مرادآبادی، مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کی شان میں بھی طویل قصیدے ہیں یہ کتاب ۱۳۳۴ھ میں مطبع اختر دکن حیدرآباد سے شائع ہوئی جس کے صفحات (۸۲) ہیں۔

(۱۳) مثنوی صبح عید:- مطبع گلزار محمدی لاہور میں یہ کتاب ۱۲۹۹ھ میں طبع ہوئی۔ اس کے صفحات (۲۰) ہیں۔

(۱۴) حل ابیات بیضاوی:- فن تفسیر کی مشہور زمانہ کتاب بیضاوی شریف میں جو اشعار ہیں ان کو مولانا مرحوم نے بڑے مفصل اور جامع طریقہ پر حل کیا ہے۔ یہ کتاب شواہد التفسیر کے نام سے بھی معروف ہے۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسہ مظاہر علوم کے نوادرات و مخطوطات میں زیرنمبر ۲/۵۸۴ موجود ہے جس کے صفحات (۴۸) ہیں۔ عربی زبان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

وفات

۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ مطابق ۸؍ فروری ۱۸۸۷ء میں لاہور میں آپ کا وصال ہوا۔ جنازہ وطن سہارنپور لایا گیا اور یہیں تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اپنی ایک تحریر میں آپ کے حادثۂ انتقال کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا مولوی فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری مدرس اول یونیورسٹی لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے کمالات میں شہرہ آفاق تھے اس مدرسہ کے مربی ہوئے اور بہت کچھ اپنی سعی سے اس کو مالی امداد پہنچائی۔ ۱۳۰۴ھ میں اہل مدرسہ کو داغ مفارقت دیکر اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئے۔ ''

مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری کے علم وفضل کے ثبوت کے لئے اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ اپنے اپنے دور کے ممتاز علماء دین نامور ادباء نیز عربی فارسی واردو کے بلند پایہ شعراء ان کے حلقۂ تلامیذ میں شامل تھے۔ چنانچہ سرسید احمد خان، علامہ الطاف حسین حالی مولانا شبلی نعمانی مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا وحید الدین سلیم جیسے ذی مرتبت اصحاب کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ عربی زبان وادب اور خاص طور پر دور جاہلیت کے کلام پر آپ کا مطالعہ بڑا وسیع اور عمیق تھا۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ!

''مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری اس پایہ کے ادیب تھے کہ خاک ہند نے صدیوں میں شاید ہی اتنا بڑا امام الادب پیدا کیا ہو۔!

۱؎ ماخذ۔ روداد مظاہر علوم بابت ۱۲۹۷ھ ۱۲۹۹ھ تاریخ مظاہر، ۶۸، امداد المشتاق ماہنامہ برہان دہلی، فروری ۱۹۵۴ء رجسٹر نوادرات ومخطوطات مدرسہ مظاہر علوم۔ نزہۃ الخواطر، معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۴۸ء

اقتباس تقریر حضرت سہارنپوری

ان موسسین و بانیان کرام کے اس تعارف کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی تحریر کا ایک اقتباس پیش کر دیا جائے یہ تحریر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے مظاہر علوم سہارنپور کے جلسہ سالانہ (منعقدہ ۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ یک شنبہ) میں پڑھکر سنائی تھی۔ اس میں اس دور کی علمی و عملی پستی وزوال کے ساتھ قیام مظاہر علوم کے محرکات اس کا پس منظر، اس کے ابتدائی حالات اور موسسین کی تاریخ بھی خاصی آگئی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں!

واضح ہو کہ اکتیس سال سے کچھ عرصہ زائد گزرا کہ جس زمانہ میں جہل کی دھواں دار گھٹا نے عالم کے اکثر حصوں کو اس قدر گھیر رکھا تھا کہ گاؤں اور قصبوں کا تو ذکر ہی کیا شہروں میں بھی علم کا نام تک اٹھ گیا تھا۔ اور علماء گویا مفقود ہو گئے جس کو دیکھو جاہل جس کو دیکھو اپنی آخرت کی بہبودی کے وسائل سے بے خبر۔ علم کی کساد بازاری کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ علم کے متاع کے باوجود کمیاب بلکہ نایاب ہونے کے اس کا جویا اور خریدار ہی کوئی فرد و بشر نظر نہیں آتا تھا۔ اس زمانہ کے اکابر دین اور مقدس حضرات کے دلوں میں جوش اسلامی کا ولولہ پیدا ہوا اور حمیت اسلامی نے ان کو اس اسلامی ڈوبتے جہاز اور ٹمٹماتے چراغ کے سنبھالنے پر کمربستہ اور آمادہ کر دیا۔

منجملہ ان بزرگواروں کے جنہوں نے اس جہل کی تاریکی میں علم کے چراغ روشن کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی بزرگی اور ان کے تقدس کے ثبوت کے لئے علاوہ ان کے علمی و عملی فضل و کمال کے اس وقت صرف اسی قدر عرض کرنا کافی ہے کہ مولانا مرحوم حضرت شیخ المشائخ مرشد عالم مجدد دین جناب سید احمد صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کی جماعت کے خواص میں تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اور مولانا مولوی سید سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو بوجہ قلت سرمایہ تھوڑی سی تنخواہ پر اپنے محلّہ کی مسجد میں تدریس کے مسند پر بٹھلا دیا۔ اور خود فراہمی وسائل ترقی میں سرگرم ہوئے، اس موقعہ پر جناب قاضی محمد فضل الرحمٰن خاں صاحب رئیس سہارنپور و مہتمم مدرسہ و جامع مسجد کا ذکر نہ کرنا کفران نعمت ہے۔ جناب قاضی صاحب کے مناقب و اوصاف سے کوئی دیندار ناواقف نہ ہوگا آپ کا ہر دلعزیز اور اسلامی خدمات میں دل و جان سے ساعی ہونا ایک فطرتی جوہر ہے۔ اگر غور سے دیکھئے تو مولانا سعادت علی صاحب کا اپنے اولوالعزم ارادہ میں کامیاب ہوجانا جناب قاضی صاحب کی برکات توجہات کا نتیجہ ہے۔ جناب قاضی صاحب کی صرف وجاہت و قابلیت خداداد نے ہی اس مدرسہ کی سرپرستی نہیں فرمائی بلکہ آپ نے زر نقد اور سامان ضروری سے بھی مدرسہ کی ابتدائی حالت اور ضعف کے زمانہ میں خبرگیری فرمائی۔

جب ان دونوں حضرات کی کوشش وسعی نے مدرسہ کی مالی حالت میں ترقی پیدا کی تو اس وقت اعلیٰ مدرّس کی تلاش ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اپنے زمانہ میں چیدہ اور امثال واقران میں برگزیدہ تھے مدرس اعلیٰ قرار دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر اور انتظامی کمال نے مدرسہ کو ادنیٰ مکتب ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ مدرسہ بنایا۔ اور تشنگان علوم کے حق میں ابر بہاری سے بڑھکر کام کیا۔ اور ۱۳۰۲ھ میں جوار رحمت مولائے حقیقی تعالیٰ میں روانہ ہوئے۔ جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء و جعل الفردوس مثواہ۔

اسی اثناء میں حضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۲۸۶ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ غفر اللہ لہٗ۔ اور حضرت مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جن کے تقدس وکمال کے آوازہ سے

ہندوستان گونج رہا ہے۔ اپنے علائق قطع کر کے اور اپنے آخر زمانۂ حیاۃ تک ایک خاص بڑی جماعت کو مدرسہ کی مسجد میں بیٹھ کر صحاح ستہ حدیث کا درس دیا۔ اور آخر طالبان حدیث کو بلبلاتا چھوڑ کر ۱۲۹۷ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مولانا مولوی فیض الحسن صاحب ادیب —— مدرس اول یونیورسٹی لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے کمالات میں شہرۂ آفاق تھے، اس مدرسہ کے مربی ہوئے اور بہت کچھ اپنی سعی سے اس کو مالی امداد پہنچائی اور ۱۳۰۴ھ میں اہل مدرسہ کو داغ مفارقت دیکر اس دار ناپائدار سے رخصت ہوئے۔

۱۲۹۱ھ میں جبکہ بہ نسبت سالہائے گذشتہ کے نمایاں ترقی ہوئی اور مکان مدرسہ جو حوائج مدرسہ کے لئے بکرایہ متصل مکان مولانا سعادت علی صاحب مغفور کے لے رکھا تھا کافی نہ سمجھا گیا تو مدبران مدرسہ کی رائے یہ ہوئی کہ مدرسہ کے لئے ایک مکان مستقل بنایا جائے چنانچہ تقریباً ساڑھے دس ہزار روپیہ کی لاگت سے یہ مکان جس میں آپ حضرات اس وقت رونق افروز ہیں تعمیر کرایا گیا۔ اس کی تعمیر کی ابتدائی تاریخ مظہر علوم ہے اور اختتام کا مادہ مظاہر علوم۔

مدرسہ کا شہر کے جنوبی کنارہ سے شمالی کنارہ میں منتقل ہونا علماء کے جاں نثار، علم کے دلدادہ جناب حافظ فضل حق صاحب مرحوم خزانچی مدرسہ کا جذب طبیعت اور دلی کشش زبردست محرک اور قوی باعث ہے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی نیک طبعی اور کرم و مروت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعمیر کے وقت اکثر حصہ زمین کا مدرسہ کو حافظ صاحب کا عطیہ ہے اور زر نقد سے بھی بہت اعانت و امداد فرمائی۔ اور ۱۳۰۱ھ میں رہ گزائے عالم بقا ہوئے۔[1]

ان علمائے ربانیین کے اخلاص کا ہی یہ اثر و ثمرہ تھا کہ مدرسہ اپنے آغاز ہی سے ترقیات

[1] روداد جامعہ بابت ۱۳۱۴ھ

کی طرف بڑھتا گیا۔ اور اس کا ہر قدم فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ اور مسجد میں کھلنے والے ایک مختصر سے مدرسہ کو جلد ہی مستقل جگہ کی ضرورت پیش آگئی۔ چنانچہ کرایہ پر ایک مکان لیکر طلبا اور اسباق کو دو جگہ تقسیم کر دیا گیا کہ مسجد میں بھی طلباء کا قیام رہتا۔ اور مکان میں بھی، اسباق بھی دونوں جگہ پڑھائے جاتے، اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں!

مدرسہ کی ابتداء اگرچہ چوک کی مسجد میں ہوئی۔ مگر کچھ ہی دنوں بعد مسجد کے قریب ایک مکان چھ/۶ روپے ماہانہ کرایہ پر لیکر اس میں مدرسہ کو منتقل کر دیا گیا۔ لیکن مدرسہ کی روز افزوں ترقی نے اس جدید مکان کو بھی بہت جلد تنگ بنا دیا اس لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ بعض مدرسین اسی سابقہ مسجد میں درس دیتے رہے۔ اور بعض حضرات اس جدید مکان میں جو کرایہ پر لیا گیا تھا۔ [۲]

تاریخی نام

چونکہ اس تعمیر کی ابتداء ۱۲۹۱ھ میں ہوئی تھی اسلئے ابتدائی تعمیر کے اعتبار سے مدرسہ کا تاریخی نام **مظہر علوم** ہے۔ ایک سال میں یہ عمارت مکمل ہوئی، اس لئے تکمیل تعمیر کے اعتبار سے اس کا تاریخی نام **مظاہر علوم** ہے۔ یہ نام حضرت مولانا احمد علی صاحب کا تجویز کردہ ہے اور اس میں ایک ہلکا سا اشارہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے اسم سامی کی طرف بھی ہے، کیونکہ حضرت ابتدا ہی سے بطور خاص مدرسہ کے روح رواں مربی اور منتظم رہے۔ اس تعمیر کے مجموعی اخراجات دس ہزار چار سو بارہ روپے سوا دس آنے ہوئے جیسا کہ روداد ۱۲۹۸ھ کے صفحہ ۲۹ پر مجموعی حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

شوال ۱۲۹۳ھ میں تعلیم اور اسباق محلّہ چوک سے منتقل ہو کر اس جدید عمارت میں شروع ہوئے۔ آٹھ شوال کو یہاں افتتاحی جلسہ ہوا، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی (تلمیذ رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے تین گھنٹہ تک مسلسل وعظ فرمایا۔ یہ عمارت اب مدرسہ قدیم کے نام سے مشہور ہے۔

---

[۲] تاریخ مظاہر جلد اول

اس افتتاحی موقعہ پر حکیم سید احمد یونس صاحب سہارنپوری نے شرکاء تقریب کی دعوت کی اور مہمانوں کے لئے پلاؤ، زردہ کی دیگیں تیار کرائیں۔

ابتدائی اساتذہ

حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ، حضرت مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا سعادت حسین صاحب بہاری، حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

یہ تمام حضرات مظاہر علوم کے اولیں دور کے اساتذہ ہیں، مظاہر علوم کا ابتدائی نشوونما، اور علمی دنیا میں اس کا اثر ورسوخ چونکہ ان ہی نفوس قدسیہ کی برکت سے ہوا، اسلئے مصنف کیلئے ضروری تھا کہ ان تاریخ ساز افراد کے حالات بھی تحریر کئے جائیں تاکہ آنے والی نسلیں علم دین کے ان محسنین ومخلصین کی شکرگزار رہیں، چنانچہ حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا احمد علی صاحب کا تذکرہ بانیان مدرسہ کے زیر عنوان اور حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب کا ذکر جمیل، ابتدائی طلباء کے ضمن میں کیا جاچکا، بقیہ چار حضرات کے متعلق مختصر احوال ووقائع یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی

یہ پہلے انبہٹہ میں درس دیا کرتے تھے جب مظاہر علوم قائم ہوا تو حضرت مولانا سعادت علی صاحب کے حکم پر یکم رجب ۱۲۸۳ھ میں یہاں تشریف لاکر تیرہ روپے مشاہرہ پر اولیں استاذ عربی مقرر ہوئے۔ جو طلبا پہلے مولانا سعادت علی صاحب کے پاس پڑھ رہے تھے ان کے نحو میر کا سبق مولانا سخاوت علی صاحب کے پاس شروع ہوا۔ آپ ایک سال تک مدرسہ مظاہر علوم کے استاذ رہ کر ۱۲۸۴ھ میں مستعفی ہوئے۔ بعد ازاں ۱۲۸۸ھ میں دوبارہ مدرس

فارسی مقرر ہوئے۔ لیکن ۱۲۸۹ھ میں پھر استعفاء دیکر اپنے وطن انبہٹہ چلے گئے اور وہیں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے مظاہر علوم کے زمانۂ قیام میں بڑی جانفشانی وتندہی کے ساتھ طلبا کو پڑھایا اوران پر محنت کی۔

روداد مدرسہ میں مولانا کی اس تعلیمی جانفشانی اور حسن وخوبی کواس طرح سراہا گیا ہے۔

"حسنِ کارگزاری عالم فاضل مولوی سخاوت علی صاحب مدرس مدرسہ ہٰذا ہر آئینہ قابل تحسین وآفریں ہے۔ اس واسطے کہ یہ نتیجہ مولوی صاحب ممدوح کی توجہ دلی کا ہے کہ جوطلبہ میزان پڑھتے داخل ہوئے تھے وہ کافیہ پڑھتے ہیں اور جو شرح مأتہ عامل پڑھتے داخل ہوئے تھے وہ شرح ملا ومیر پڑھتے ہیں۔ ہماری دلی منشا ہے کہ اگر یہی توجہ صاحب موصوف کی تعلیم طلبہ میں رہی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ زرچندہ کی ترقی ہوئی تو ضرور ہم کو ایک ایسا وقت ملے گا جس میں انشاء اللہ تعالیٰ اضافہ تنخواہ موصوف کیا جائے"[1]

جناب حضرت شاہ سید نفیس الحسینی صاحب زید مجدہٗ نے اپنی تالیف احوال وآثار شیخ العرب والعجم میں تصریح کی ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اور مجاز بیعت ہیں۔

(۲) مولانا سعادت حسین صاحب بہاری

آپ کے والد کا نام رحمت علی اور دادا کا نام غلام علی ہے ۱۲۵۸ھ میں آپ کی پیدائش کٹیہار ضلع بہار میں ہوئی۔ ابتداء میں کچھ روز اپنے علاقہ کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد جونپور مولانا مفتی یوسف ابن اصغر صاحب انصاری لکھنؤ کی خدمت میں حاضر ہوکر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی خدمت میں پہنچ کر حدیث شریف پڑھی۔

---

[1] روداد مدرسہ ۱۲۸۳ھ و ۱۲۸۴ھ

تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے وطن لوٹ گئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ شہر آرہ میں بیس سال تک آپ نے قیام فرما کر مسند علم کو زینت بخشی۔ آرہ میں قیام کے دوران حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے ملاقات کی تو ان سے حدیث شریف کی اجازت لیکر ان کے تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ غالباً اسی تعلق اور نسبت تلمذ کی بنیاد پر آپ ۱۲۸۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ تجویز کئے گئے۔ علوم عربیہ کی متوسط اور اعلیٰ کتابوں کا آپ نے یہاں درس دیا۔ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ میں آپ مظاہر علوم سے رخصت لیکر اپنے وطن تشریف لے گئے۔ یہ روانگی مختصر مدت کے لئے تھی۔ لیکن آپ کی والدہ صاحبہ نے دوبارہ سہارنپور جانے کی اجازت نہ دی۔ مولانا موصوف کی مظاہر علوم میں آمد اور پھر روانگی کے متعلق روداد نویس لکھتا ہے کہ۔!

مولوی سعادت حسین صاحب جو مولوی سعادت علی مرحوم کے روبرو مدرس مدرسہ کے مقرر ہوئے تھے اور کتب درسیہ معقول ومنقول آسانی سے پڑھا سکتے تھے باقتضائے آب و دانہ تشریف لے گئے۔ سبب یہ ہوا کہ وہ رہنے والے صوبہ بہار کے تھے اور چند ماہ سے ان کو وطن جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں جو وطن تشریف لے گئے تو ان کی والدہ صاحبہ نے یہاں آنے کی اجازت بُعد مسافت کی جہت سے نہ دی۔ بدیں وجہ بعض طلبہ بھی متفرق ہوگئے۔

۱۲۹۶ھ میں آپ حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس آکر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں استاذ منتخب ہوئے۔ حکومت برطانیہ نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا عمدہ اخلاق، بہترین عادات، پاکیزہ صفات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالا مال فرمایا تھا۔

طویل عمر پانے کے بعد اٹھارہ جمادی الاولی ۱۳۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔!

(۳) مولانا احمد حسن صاحب کانپوری

آپ کی پیدائش بٹالہ گورداسپور پنجاب میں ہوئی۔ وہیں آپ کا نشو و نما ہوا۔ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے آپ خصوصی تلامذہ میں تھے۔ علم کا اکثر و بیشتر حصہ انہی سے حاصل کیا، تکمیل علوم کے بعد سلسلہ درس شروع فرمایا۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کا انتخاب ۱۵/ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ میں ہوا۔ اور پندرہ روپے مشاہرہ پر آپ یہاں استاذ دوم بنائے گئے۔ شوال ۱۲۸۷ھ میں یہ کتابیں آپ کے لئے تجویز ہوئیں۔ مشکوۃ شریف، میبذی، شرح عقائد خیالی، سراجی، توضیح تلویح، میر قطبی، مختصر المعانی، اصول الشاشی، ملا حسن، میر زاہد رسالہ مع غلام یحیٰ، وعبد العلی، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد، امور عامہ بر شرح مواقف تا مقصد ثانی، صدرا، مطول، ملا جلال، شرح وقایہ، کنز الدقائق، نور الانوار، حسامی، شرح جامی، کافیہ۔

مختلف علوم و فنون کی یہ بیس سے زائد کتابیں آپ نے پوری دلجمعی اور خاطر قلب کے ساتھ پڑھائیں، جس پر مظاہر علوم کی مجلس انتظامیہ نے ان الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کیا۔!

مولوی احمد حسن صاحب جامع معقول و منقول مدرس دوم نے ہمہ تن مصروف ہو کر نہایت سرگرمی اور مستعدی سے تعلیم اور تہذیب طلبہ میں سعی بلیغ فرمائی۔

ہم مہتمم بتہِ دل سے شکر گزار ہیں اور (موصوف کے مشاہرہ میں) بمنظوری اربابِ جلسۂ انتظامیہ ایک روپیہ ماہواری اضافہ کیا گیا۔ [۲]

شعبان ۱۲۸۹ھ میں جب آپ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو گئے، اور سلسلۂ درس باقی رکھنا مشکل ہو گیا تو وقتی طور پر رخصت لیکر ماہ رمضان ۱۲۸۹ھ میں اپنے وطن تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ ایسے عوارض پیش آئے کہ واپسی میں تاخیر ہوتی چلی گئی، بالآخر ماہ شوال ۱۲۹۰ھ میں آپ مظاہر علوم تشریف لائے اور حسب سابق درس کا آغاز فرمایا۔

شوال ۱۲۹۴ھ میں آپ حج و زیارت کے قصد سے روانہ ہوئے جس کے لئے آپ نے

---

[۱] ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ۱۵۸، تاریخ مظاہر جلد اول، روداد مظاہر علوم ۱۲۸۶ھ [۲] روداد ۱۲۸۷ صفحہ ۲۔

مظاہر علوم سے چھ ماہ کی چھٹی لی۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری، مولانا پیر محمد خاں صاحب کی معیت میں یہ قافلہ حجاز کے لئے روانہ ہوا، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور مولانا امین الحق صاحب ابن سید فیض علی عظیم آبادی، (فاضل مظاہر علوم) ان حضرات کے نائب بن کر اسباق پڑھاتے رہے۔ مدت تعطیل ختم ہونے سے پیشتر یہ حضرات حجاز سے واپس آ گئے اور اپنے مشاغل علمیہ میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب کا قیام مظاہر علوم میں ماہ شوال ۱۲۹۷ھ تک رہا۔ بعدازاں آپ مدرسہ فیض عام کانپور چلے گئے۔

روداد مظاہر علوم بابت ۱۲۹۷ھ میں اس روانگی کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے کہ!

مولوی احمد حسن صاحب مدرس دوم حسب استدعاء و روساء کانپور مدرسہ فیض عام کانپور میں شوال سنۂ حال میں بترقی تنخواہ مدرس اول مدرسہ مذکورہ کے مقرر ہوئے، بعض اشخاص طالب علموں میں سے بھی جو مولوی صاحب کے ساتھ مناسبت اور خصوصیت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ مدرسۂ مذکورہ میں چلے گئے۔

(روداد ۱۲۹۷ھ ٦)

مولانا موصوف کا قیام مظاہر علوم میں کچھ کم وبیش بارہ سال رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے مختلف علوم وفنون کی انچاس کتابوں کا درس دیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

فن تفسیر میں ـــــ جلالین شریف، بیضاوی، ترجمہ قرآن شریف۔

فن حدیث اور اصول حدیث میں ـــــ مشکوٰۃ شریف، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نخبۃ الفکر۔

علم فقہ اور اصول فقہ میں ـــــ میبذی، شرح جامی، کافیہ، ایساغوجی، ملاحسن، میر زاہد مع غلام یحیٰ میر زاہد ملا جلال، شمس بازغہ، شرح تہذیب، حمد اللہ، بدیع المیزان، شافیہ، خلاصۃ الحساب، قاضی مبارک، اقلیدس، رشیدیہ، قطبی، صدرا، تصریح، شرح چغمینی، مختصر المعانی، مطول، مسلم الثبوت، سراجی نفیسی، شرح عقائد نسفی، سدیدی، مقامات حریری، سبعہ

معلقہ، شرح مائۃ عامل، شرح حکمت العین، شرح مواقف، مختصر الحساب۔

ان متنوع کتابوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا علم کتنا گہرا اور پختہ تھا اور آپ فن کی کسی بھی کتاب کو کتنی آسانی سے پڑھا سکتے تھے۔

سہارنپور سے روانگی کے بعد مظاہر علوم کی مجلس انتظامیہ نے آپ کی حسن کارگردگی، علمی استعداد کی بلندی اور اس کی پختگی سے متاثر ہوکر جو تصدیق نامہ آپ کو دیا اس کی نقل یہ ہے۔

نقل سند مولوی احمد حسن صاحب مدرس دوم مدرسہ ہٰذا

مولوی احمد حسن مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور میں ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ سے بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار مقرر ہوئے۔ چونکہ ان کی تعلیم و تدریس سے جملہ طلبہ و مہتمان مدرسہ ہٰذا خوش رہے۔ اس لئے ان کی تنخواہ محرم ۱۲۸۸ھ سے سولہ روپے اور محرم ۱۲۸۹ھ میں بیس روپے اور ماہ شوال ۱۲۹۲ھ سے پچیس روپے کی گئی۔

بعدہٗ شوال ۱۲۹۷ھ میں بہ سبب ترقی باجازت مہتمان مدرسہ ہٰذا بمدرسہ فیض عام کانپور تشریف لے گئے۔

مولوی صاحب موصوف اوقات درس مقررہ مدرسہ میں اور غیر وقت میں ہمیشہ بدل و جان وسعی وافر درس دینے میں مصروف رہے کہ مہتمان و طلبہ ان سے ہمیشہ خوش و مداح رہے۔ بہت مستعد و ذکی، شائق تدریس و ماہر کتب متداولہ ہیں حافظ قرآن شریف بھی ہیں۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ مورخہ ۲ صفر ۱۳۰۰ھ

العبد محمد مظہر عفی عنہ مدرس اول مدرسہ ہٰذا۔

العبد قاضی فضل الرحمٰن خاں مہتمم مدرسہ

العبد عبدالواحد خاں نائب مہتمم مدرسہ

آپ نے تین حج کئے۔ اور ہر مرتبہ حرمین شریفین میں طویل قیام کیا۔ مکۃ المکرمہ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ اور ان

ہی کے پاس رہ کر ان کے فرمان کے مطابق مثنوی رومی کی شرح لکھی۔ اسکے علاوہ تفسیر قرآن مجید، شرح حمد اللہ، تنزیہہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان، افادات احمدیہ، شرح ترمذی شریف، آپ کی علمی و تصنیفی یادگار ہیں۔ آپ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ بھی تھے۔

تین صفر المظفر ۱۳۲۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بساطی قبرستان کانپور میں ایک قبہ کے پاس آپ کی قبر ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔[1]

(۴) مولانا محمد صدیق صاحب

۱۲۸۶ھ میں آپ استاذ شعبۂ فارسی مقرر کئے گئے۔ مظاہر علوم میں آپ کا قیام تقریباً ڈھائی سال رہا۔ ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ میں آپ مستعفی ہو کر میرٹھ چلے گئے۔ اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔

مظاہر علوم سہارنپور کے زمانۂ قیام میں آپ نے یہ کتابیں پڑھائیں۔

جلالین، اصول الشاشی، سکندر نامہ، ابوالفضل، عبدالواسع، پنج رقعہ، بہار دانش، انشائے منیر، کیمیائے سعادت، مبادی الحساب، بوستاں، یوسف لیخا، بہار عجم، کافیہ انشائے خلیفہ، انشائے عجیب، انشائے فیض رسالت، انوار رسالت، انوار سہیلی، چہار گلزار، نحو میر، کافیہ، انشاء، دلکشاء، میزان الصرف، پندنامہ، خالق باری، ما مقیماں، مینا بازار، چہار گلزار، حدائق العشاق، اخلاق محسنی، رقعات عالمگیری، قصائد عرفی، مرات البدائع منیۃ المصلی، ہدایۃ النحو، شرح مأتہ عامل، دستور المبتدی، پنج گنج۔

۱۲۸۸ھ میں مظاہر علوم کی مجلس انتظامیہ نے آپ کیلئے جو وثیقہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے!

مولوی محمد صدیق صاحب مدرس سوم یہ صاحب ایک شخص جامع ضروریات علوم مدرسہ ہیں۔ امسال اپنا کام بہت حسن تدبیر سے جیسا کہ پسندیدہ طبائع مہتممان ہے انجام دیا۔ اور

[1] ماخوذ از نزہۃ الخواطر ہشتم روداد مظاہر علوم از ۱۲۸۶ھ تا ۱۲۹۷ھ تذکرہ علمائے اہل سنت تالیف جناب محمود احمد قادری، ماہنامہ ادب کانپور جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ، احوال و آثار شیخ العرب والعجم از حضرت شاہ سید نفیس الحسینی زادمجدہ لاہور

نتیجہ اپنی کارگزاری کا اچھی طرح سمجھ کر چند طلباء فارسی کو عربی شروع کرائی جو سال آئندہ میں قابل اعتبار تصور کی جاوے گی۔ (روداد ۱۲۸۸ھ ۳)

ابتدائی طلباء

اولیں سال میں جو طلباء مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئے وہ عددی اعتبار سے (۱۳۰) تھے۔ اس پہلے سال کے طلباء میں جو حضرات بعد میں علم وعرفان اور فضل وایقان کے روشن اور تابناک ستون بنے وہ یہ تھے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عنایت الٰہی سہارنپوری، مولانا قمر الدین سہارنپوری، مولانا مشتاق احمد انبہٹوی، ان میں مولانا خلیل احمد صاحب بعد میں عارف کامل، محدث شہیر، فقیہ دوراں، رئیس الاساتذہ و ناظم اعلیٰ وسرپرست مدرسہ مظاہر علوم و مصنف بذل المجہود فی شرح سنن ابوداؤد بنے۔ اور مولانا عنایت الٰہی صاحب استاذ حدیث ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم بنائے گئے۔ مولانا الحاج قمر الدین صاحب استاذ جامعہ، مہتمم جامع مسجد اور صوفی صافی بزرگ بنے مولانا مشتاق احمد صاحب انبہٹوی جید عالم دین اور عارف کامل بزرگوں میں ہوئے۔

ان اصحاب اربعہ میں سے اول الذکر دو اصحاب کے حالات تفصیل ووضاحت کے ساتھ باب دوم میں آرہے ہیں اور موخر الذکر دو اصحاب مولانا الحاج قمر الدین صاحب اور مولانا مشتاق احمد انبہٹوی کے مختصر حالات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مولانا الحاج حافظ قمر الدین صاحب سہارنپوری:- یہ ابتدا سے ہی مظاہر علوم میں داخل ہو گئے تھے اور نحو میر وغیرہ میں حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کے شریک درس تھے، ۱۲۸۹ھ میں کتب حدیث میں سے بخاری شریف، ابوداؤد شریف اور علم فقہ میں در مختار پڑھی، اور فراغت سے دو سال قبل یعنی ۱۲۸۷ھ میں تین روپے مشاہرہ پر مدرسہ میں شعبۂ قرآن مجید کے استاذ مقرر ہو گئے۔ گویا ایک ہی وقت میں استاذ بھی تھے اور شاگرد بھی، سہارنپور کی جامع مسجد کے بھی ایک طویل عرصہ تک امام وخطیب رہے۔ روداد مدرسہ بابت

۱۲۸۷ھ میں آپ کے محاسن جلیلہ کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

حافظ قمر الدین صاحب مدرس چہارم مرد مہذب خیر خواہ مدرسہ ہیں۔ درمیان سال ہذا مقرر کیئے گئے۔ طلبۂ قرآن خواں کو پڑھاتے ہیں ہم سچے دل سے کہتے ہیں کہ امتثال امور مدرسہ میں مطیع ہیں۔

حضرت شیخؒ۔ اس پر اضافہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

حافظ قمر الدین صاحب کے جس تقرر کا اس روداد میں تذکرہ ہے۔ یہ زمانہ حضرت حافظ صاحب کی نوعمری اور ابتدائی تقرر کا ہے۔ لیکن اس کے بعد حافظ صاحب اجل مشائخ اور مدرسہ کے روح رواں بن گئے تھے کہ شہر اور دیہات کا چندہ جمعہ کی نماز کے بعد سے لیکر عصر تک جامع مسجد سہارنپور میں حضرت ہی وصول فرمایا کرتے تھے۔

مظاہر علوم کے ابتدائی دور میں اس کے لئے چندہ کی فراہمی اندرون شہر سے ہی ہوا کرتی تھی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۱۵ھ میں اخراجات ومصارف کی زیاتی کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آئی کہ چندہ اندرون شہر کے علاوہ بیرون سے بھی کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مدرسہ کے جو اساتذہ تحصیل چندہ کی غرض سے باہر گئے ان میں حافظ صاحب مرحوم ومغفور بھی تھے۔

حافظ صاحب موصوف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور غالب گمان یہ ہے کہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بھی آپ مجاز تھے، جیسا کہ مصنف تذکرۃ الرشید کا خیال ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔!

حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب امام جامع مسجد سہارنپور بھی اغلب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی سے مجاز ہیں مگر اخفاء بہت فرماتے تھے۔

روحانیت کے جس بلند مقام پر آپ فائز تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی وصایا میں جن معتمد ومعتبر مشائخ سے بیعت کرنے کا مشورہ دیا ہے ان میں حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب کا اسم سامی بھی موجود ہے دیکھئے تنبیہات وصیت صفحہ ۱۷۔

آپ مظاہر علوم کے زمانۂ تعلق میں ایک مرتبہ ۱۳۱۳ھ میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۴ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔اس دوسرے سفر میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (سابق ناظم مدرسہ) بھی آپ کے رفیق تھے۔ماہ صفرالمظفر ۱۳۲۵ھ میں واپسی ہوئی۔ان دونوں سفروں میں آپ کے صاحبزادے حافظ شریف احمد صاحب آپ کے قائم مقام بنکر شعبۂ قرآن مجید کے استاذ بنائے گئے۔

وفات

آپ اپنی حیات کے آخری سات سالوں میں شدید بیمار رہے۔فالج ہوگیا تھا،خدام کرسی پر بیٹھا کر مسجد میں صف اول میں پہچا دیا کرتے تھے۔تکبیر اولیٰ کا خاص اہتمام فرماتے حتی کہ اپنی زندگی کی سب سے آخری نماز،عشاء بھی صف اول میں پہونچکر پڑھی۔جب امامت سے بالکل معذور ہوگئے تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ (جو اس وقت مظاہر علوم کے استاذ تھے) آپ کی نیابت میں امامت کے لئے جامع مسجد تشریف لیجایا کرتے تھے۔

۲۷ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۵ ردسمبر ۱۹۱۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔آپ نے شبانہ روز کی محنت سے سینکڑوں حفاظ و ناظرہ خواں تیار کئے۔اور پھر ان کے ذریعہ قرآن مجید کی بڑی ترویج واشاعت ہوئی۔آپ کے ممتاز تلامذہ میں سہارنپور کی ایک بزرگ شخصیت حافظ محمد منظور صاحب بھی تھے۔جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک جامع مسجد میں قرآن شریف پڑھا کر ایک بڑی تعداد حفاظ کرام کی تیار کی۔

روداد مدرسہ میں حافظ قمر الدین صاحب مرحوم کی مختصر تاریخ حیات اور کیفیت وفات ان الفاظ میں تحریر کی گئی ہے۔

> اس دردناک واقعہ کا اہل مدرسہ کو ہی نہیں بلکہ تمام اہل شہر اور قرب ونواح کے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہے۔کیونکہ ایسے بابرکت اہل خیر بزرگ اب نادر الوجود ہیں۔حافظ صاحب مرحوم اس مدرسہ کے سب سے پہلے اور اس زمانہ

کے طالب علم تھے۔ جب کہ حضرت مولانا مولوی قاری سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری نے یہ مدرسہ رجب ۱۲۸۳ھ میں قائم فرمایا تھا۔ اول حافظ صاحب کو حضرت مولانا موصوف نے عربی شروع کرائی تھی اور جب چندہ کے لئے مولانا صاحب اہل شہر کے پاس تشریف لیجاتے تو حافظ صاحب برابر حضرت کے ہمراہ ساعی چندہ رہتے تھے۔ بعد وفات مولانا مرحوم کے بھی ہمیشہ تا آخر وقت مدرسہ کے لئے ہر قسم کے ساعی و ہمدرد اور خیر خواہ رہے۔ علاوہ اسکے حافظ صاحب ایک متقی، متبع سنت اور عالم باعمل تھے۔ اتباع سنت کی یہ کیفیت تھی کہ باوجود سخت معذوری کے جبکہ اپنے اختیار سے ہاتھ اٹھانا دشوار تھا۔ جماعت ایک وقت بھی ترک نہیں ہوئی۔ چنانچہ آخری نماز بوقت عشاء با جماعت پڑھکر تہجد کے وقت انتقال فرمایا۔[۱]

(۲) مولانا مشتاق احمد صاحب انبہٹوی:- آپ کے والد ماجد کا نام مخدوم بخش ابن نوازش علی ہے۔ ۱۲۷۳ھ میں انبہٹہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ مولانا سدید الدین صاحب دہلوی، مولانا سید محمد علی چاندپوری آپ کے اساتذہ میں ہیں۔

حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری بانی مدرسہ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ مظاہر علوم کی اولیں روداد بابت ۱۲۸۲ھ میں بھی آپ کا نام لکھا ہوا ملتا ہے نیز اس سال کے امتحان سالانہ میں آپ کو مدرسہ کی جانب سے شرح جامی انعام میں دیئے جانے کا بھی تذکرہ ہے۔

حدیث شریف میں آپ کے استاذ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی ہیں۔

آپ کو شیخ محمد صابر علی صاحب چشتی صابری سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

آخر محرم الحرام ۱۳۶۰ھ میں آپ وصال ہوا۔[۲]

---

[۱] ماخذ:- تذکرۃ الرشید جلد دوم۔ تنبیہات وصیت از حضرت تھانوی۔ روداد مدرسہ ۱۲۸۷ و ۱۳۴۴ھ، تاریخ مظاہر جلد اول

[۲] نزھۃ الخواطر جلد ہشتم۔ روداد ۱۲۸۲ھ

قدیم تعلیمی قواعد وضوابط

مظاہر علوم کے وہ بنیادی اصول وضوابط جو اس کے لئے ممبران و ذمہ دار حضرات نے تاسیس کے وقت تجویز کئے تھے۔ ۱۲۸۳ھ کی روداد میں شائع ہو چکے ہیں۔ چونکہ یہ تمام اصول وضوابط کلیدی اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کو ترتیب وار لکھا جاتا ہے۔ ان اصول وضوابط میں چند ایسے بھی ہیں جو حالات کے تغیر و تبدل کی وجہ سے کالعدم قرار دیدیئے گئے یا ان میں کچھ حذف واضافہ کر دیا گیا ہے۔ اور اب ان کو تحریر کرنے کا مقصد اس دور کی تاریخ کو سامنے رکھنا ہے۔

آنے والے صفحات میں ان قدیم تعلیمی قواعد وضوابط کا ایک نمونہ پیش کرنے کے بعد وہ قواعد وضوابط درج کئے جائیں گے جو آج کل معمول بہا ہیں اور جن پر موجودہ دور میں جامعہ کی تعلیمی اساس قائم ہے۔

(۱) خلاصہ آئین دستورالعمل مدرسہ

دفعہ (۱) اس مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ مولانا سعادت علی صاحب و قاضی فضل الرحمٰن صاحب قرار دیئے گئے۔

دفعہ (۲) ہر شریک. چندہ ممبر تصور کیا جائے گا۔

دفعہ (۳) چندہ تین قسم پر قرار دیا گیا ہے۔ ایک چندہ امداد، پھر یہ دو قسم کا ہے سالانہ و عطا یعنی یکمشت بطور عطا، دوسرا چندہ انعامی ——— جو بوقت امتحان جمع ہو۔ تیسرا چندہ خوراکی اور ایک قسم کا چندہ دوسری قسم میں شامل نہ کیا جائے گا۔

دفعہ (۴) چندہ بلا قید تعداد لیا جائے گا۔

دفعہ (۵) حساب وکتاب مدرسہ ماہ بماہ بہت صاف صاف رہا کرے۔ ہر شریک چندہ کو اختیار ہے جس وقت چاہے معائنہ کرے، جو کچھ نقص بابت حساب معلوم ہو اظہار اس کا مہتمان اعلیٰ سے ضرور ہے۔ اور بندوبست اس کا مہتمان صاحبان بھی ضرور سمجھیں۔

دفعہ(٦) بعد مصارف ماہواری ہر مہینہ کے شروع میں چار سو روپیہ خزانہ میں موجود رہنا، چاہئیں، جس وقت روپیہ اس مقدار سے کم ہوا اہتمام واسطے پورا کرنے مقدار مذکور کے ضرور ہے۔

دفعہ(٧) کوئی صاحب شریک چندہ اگر زر چندہ میعاد مقررہ پر عطانہ فرمائیں گے یا کچھ باقی رہے گا تو واسطے طلب زر مذکور خط بیرنگ بھیجا جائے گا۔

دفعہ(٨) بنظر اطمینان یہ میعاد مقرر ہوئی کہ ہر شریک چندہ پیشگی ایک سال کا عنایت کیا کرے۔

دفعہ(٩) شریک چندہ مجاز ہے درصورت پہنچنے رسید کے، بذریعہ ارسال خط بیرنگ رسید زر طلب کرے۔

دفعہ(١٠) خزانچی روپیہ مدرسہ کا حسب اطمینان اپنے کے خزانہ سے علیحدہ کرے۔

دفعات متعلق تعلیم طلبہ

دفعہ ا(ا) پابندئ وقت درس ہر طالب علم کو ضرور ہے۔ وقت مقررہ پر انتظار نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ(٢) چونکہ بڑی غرض بنیاد مدرسہ سے۔ یہ ہے کہ ہمارے اہل وطن نتائج علوم سے کامیاب ہوں۔ اس واسطے طلبہ اندرون شہر یا وہ طلبہ جو سکان قرب و جوار سہارنپور ہیں۔ بلا قید خواندگی داخل ہو سکتے ہیں۔

دفعہ(٣) جو طالب علم تحصیل علوم میں محنت نہ کرتا ہوگا یا چال چلن اچھا نہ ہوگا مدرسہ سے خارج کیا جاویگا۔

دفعات متعلق مدرسین مدرسہ ہذا

دفعہ(ا) جو آئین نسبت تعلیم و تہذیب مہتمان مدرسہ سے وقتاً فوقتاً جاری ہوں تعمیل ان کی ذمہ مدرسین واجب ہے۔

دفعہ (۲) کثرت طلبہ موجب حسن کارگزاری مدرسین تصور کی جائے گی۔
دفعہ (۳) علوم مندرجہ نقشہ دفعہ بندی کے پڑھانے سے کسی مدرس کو انکار نہ ہوگا۔
دفعہ (۴) پابندئ وقت تعلیم ہر مدرس کو ضرور ہے۔ درصورت غیر حاضری بلاسبب مناسب مہتمان مدرسہ کو اختیار ہے کہ نسبت غیر حاضری جو تجویز فرمائیں گے قابل پذیرائی سمجھا جائے۔

مجلس شوریٰ سرپرستان کا قیام اور اس کے اصول وضوابط

۱۳۱۹ھ کے اختتام پر جب ممبران کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے نزاع کی نوبت آئی جس کے نتیجہ میں جناب نعیم اللہ خان صاحب آنریری مجسٹریٹ نواب محمد غفور خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ اور جناب منشی محمد علی صاحب بہادر انسپکٹر نے فریق ثالث بن کر تین شوال ۱۳۲۰ھ مطابق ۳؍جنوری ۱۹۰۳ء میں یہ فیصلہ کیا کہ اس مدرسہ کے سرپرست مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مقرر کئے جاویں۔ اس فیصلہ پر ان اکابر ثلاثہ نے ۲۶؍ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ میں مظاہر علوم تشریف لاکر جو اولیں تجویز، رجسٹر احکامات سرپرستان میں تحریر فرمائی وہ یہ تھی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامدین و مصلین۔ آج ۲۶؍ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو ہم سرپرستان مدرسہ مجوزہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں آئے اور مدرسہ کا اہتمام حسب ذیل کیا۔

(۱) مولوی عنایت الٰہی صاحب کے سپرد دو کام ہیں۔ مناسب ہے کہ وہ مدرس رہیں اور اہتمام کے لئے پندرہ روپے ماہانہ پر صوفی محمد علی گلاوٹھی ہوں، اور مولوی علی محمد بدستور نائب مہتمم اور مولوی احمد اللہ مدرس رہیں۔

(۲) ممبران منتخب شدہ برائے ازدیاد چندہ منظور ہیں۔

(۳) معرفت ممبروں کے سعی ازدیاد چندہ برعایت قواعد شرعیہ کی جائے۔

(۴) مہتمم کوئی عمل درآمد بجز تحریر سرپرستان نہ کریں۔

(۵) مہتمم کو معمولی وخفیف امور کا اختیار ہے اس سے زیادہ کی اگر ضرورت پیش آوے تو ہم سرپرستان سے استصواب ضروری ہے اور طریقہ اپنی نگرانی کا ہم خود اختیار کریں گے۔

فقط ذوالفقار علی، اشرف علی، عبدالرحیم

(۳) آئین برائے سرپرستان مدرسہ

۱۳۱۹ھ تک مدرسہ ممبران کے زیر انتظام تھا ان ہی کے مشوروں اور صوابدید پر تمام امور پایۂ تکمیل کو پہنچتے تھے لیکن جب مظاہر علوم کے لئے مستقل طور پر حضرات سرپرستان کا انتخاب ہوگیا۔ اور وہی جملہ امور کے نگراں اور ذمہ دار بنادیئے گئے تو پھر ان کے لئے بھی آئین اور اصول تجویز کئے گئے۔ سرپرستان مدرسہ کے لئے جو آئین مظاہر علوم کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بنایا گیا وہ یہ ہے۔

دفعہ (۱) سرپرستان مدرسہ کو تمام امورات مدرسہ ترقی وتنزلی وعزل ونصب ملازمان تغیر وتبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اور ان کی تجویز جملہ امور میں قطعی ہوگی۔

دفعہ (۲) سرپرستان مدرسہ جناب مولانا الحاج مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور جناب مولانا الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور جناب مولانا الحاج الحافظ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔

دفعہ (۳) مہتمم بالشان امور میں تمام سرپرستوں سے استفسار اور رائے لیا جانا ضروری ہے۔

(۴) سالانہ اجتماع سرپرستان

اہم امور اور جدید پیدا شدہ مسائل پر غور کرنے کے لئے یہ حضرات سرپرستان تقریباً ہر ماہ اور بعض مرتبہ کسی فوری اور اہم مسئلہ میں استصواب رائے کے لئے فوری طور پر بلا لئے جاتے تھے اور یہ حضرات بڑی مسرت اور خوش دلی کے ساتھ تشریف لاکر مسائل مدرسہ کو حل فرماتے تھے۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت شیخ کی رائے اور مشورہ سے یہ تجویز پاس ہوئی کہ چونکہ بعض مسائل میں تمام سرپرستان کی اجتماعی تشریف آوری ضروری محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے

سال بھر میں ایک مرتبہ بیک وقت سب ہی تشریف لے آیا کریں تاکہ کسی بھی رکن کی غیر موجودگی کی وجہ سے فیصلے میں تاخیر نہ ہو۔

اس تجویز کی منظوری کیلئے جو مکتوب حضرات سر پرستان کو بھیجا گیا تھا وہ یہ ہے۔

بعالی خدمت حضرات سر پرستان عالیہ مظاہر علوم سہارنپور۔ دامت مکارمکم

بعد ہدیہ سلام مسنون! آنکہ وقتی ضروریات اور متفرق امور کو دیکھتے ہوئے یہ امر ضروری ہے کہ حضرات سر پرستان کی کم از کم ایک مرتبہ سالانہ مجتمعۃ تشریف آوری بھی ہو جایا کرے۔ اس لئے کہ بعض امور کا تعلق ملاحظہ اور نظر سے ہوتا ہے اور فرداً فرداً بسا اوقات اختلاف رائے بھی ہو جاتا ہے اور ضروریات متحضر بھی نہیں ہوتیں۔ اس لئے اگر آپ حضرات کی رائے عالی میں یہ امر مناسب ہو تو منظوری کے بعد تعیین سے مفتخر فرمادیں۔

اگر مناسب ہو تو اوائل شعبان انسب ہے کہ اس میں تعلیمی سال کا اختتام ہے معائنہ بھی ہو سکتا ہے اور سال آئندہ کے لئے تجاویز پر عمل بھی طے ہو سکتے ہیں۔

آئندہ جو وقت حضرات سر پرستان کی رائے میں مناسب ہو۔

بندہ عنایت الٰہی عفی عنہ خادم مدرسہ

۱۵ر شعبان ۱۳۴۶ھ

معمول بہا قواعد وضوابط

وہ قواعد وضوابط جو آج کل مدرسہ کی چہار دیواری میں نافذ ہیں اور جن پر جامعہ کی تعلیمی اساس قائم ہے یہ ہیں۔

مدرسہ کا تعلیمی سال ماہ شوال سے شروع ہو کر ماہ شعبان میں ختم ہو جاتا ہے۔ تقریباً پانچ شوال سے مدرسہ کھل جاتا ہے اور پہلے عشرہ کی کسی تاریخ میں قدیم و جدید طلبا کے داخلے شروع ہو جاتے ہیں۔ تکمیل داخلہ انتظامی امور، طلباء کے قیام وطعام، تجویز اسباق اور کتب خانہ سے کتابیں لینے کے بعد عامۃ اسباق کی ابتداء شوال کے آخر میں ہو جاتی ہے۔

داخلہ فارم اور شرائط نامہ

مظاہر علوم میں داخل ہونے والے ہر طالب علم کے لئے (بشرطیکہ وہ قدیم نہ ہو) ایک رم بھرنا ہوتا ہے جس میں کچھ شرائط واصول، کچھ حدود و قیود اور کچھ میثاق و عہود ہوتے ں۔اس فارم میں دی گئی شرائط کا تمام سال لحاظ رکھنا ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

ں فارم کا مضمون یہ ہے۔

تاریخ	نام	ولدیت	قوم	پیشہ	عمر
موضع	ڈاکخانہ	تھانہ	ضلع	صوبہ	ملک

(۱) تم پہلے کس مدرسہ میں پڑھتے تھے۔

(۲) کیا پڑھتے تھے۔

(۳) سابق مدرسہ کیوں چھوڑا؟

(۴) کیا سابق مدرسہ کی کوئی تصدیق، سند سرٹیفکٹ پیش کر سکتے ہو۔

(۵) کیا اس سے پہلے کبھی مظاہر علوم میں پڑھ چکے ہو۔

(۶) اگر پڑھ چکے ہو تو کتنے دنوں، اور یہاں سے جانے کا سبب کیا ہوا تھا۔

(۷) کیا تمہارا کبھی کسی مدرسہ سے اخراج ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو کتنی مرتبہ اور کس جرم میں۔اور پھر تم نے اس کا تدارک کیا یا نہیں۔

(۸) اب کیا پڑھنا چاہتے ہو۔

(۹) اپنے اخراجات کے خود کفیل ہوگے یا مدرسہ سے امداد لینا چاہتے ہو۔

(۱۰) کیا کوئی امداد مستقل، نقد یا کھانے کی شکل میں کسی جگہ سے ہے۔ اگر فی الحال نہیں ہے تو جب ایسی صورت پیش آئے تو تم پر لازمی ہوگا کہ فوراً اہل مدرسہ کو مطلع کرو۔

(۱۱) بلا اجازت ناظم مدرسہ تمہارے پاس مہمانوں کا قیام نہ ہو سکے گا۔

(۱۲) شب کو بلا اجازت ناظم مدرسہ اپنی قیام گاہ سے علیحدہ نہ ہو سکو گے۔

(۱۳) اسباق سے بلا اجازت غیر حاضر نہ ہو سکو گے۔

(۱۴) بلا اجازت زمانہ تعلیم میں دوسرے مقامات پر نہ جا سکو گے۔

(۱۵) بیڑی، سگریٹ، وغیرہ نہ پی سکو گے۔

(۱۶) اساتذہ ملازمین مدرسہ کا اور علم وعلماء کا احترام مناسب تم پر ضروری ہوگا۔

(۱۷) اگر تم کسی سے جنگ وجدال کروگے تو تمہارا قیام مدرسہ میں ناممکن ہو جائے گا۔

(۱۸) تم کو مدرسہ کے تمام قواعد کی پابندی اور ارباب حل وعقد کی وقتی ہدایات کے ماتحت رہنا ہوگا۔

(۱۹) ظاہراً و باطناً ہمیشہ کے لئے اور مدت قیام مدرسہ میں خصوصاً اپنی وضع وہیئت کو بالخصوص داڑھی اور لباس کو موافق شرع رکھنا ہوگا۔

(۲۰) پنج وقتہ بلا ناغہ انتہائی پابندی سے نماز باجماعت ادا کرنا ہوگی۔ الابعذر شرعی۔

(۲۱) جہاں مدرسہ قیام تجویز کرے وہاں رہنا ہوگا۔

(۲۲) تمہارا سرپرست کون ہے۔ اس کا مکمل پتہ لکھو تاکہ وقت ضرورت تمہارے متعلق انسے مکاتبت ہو سکے۔

(۲۳) کیا تم حلفاً کہہ سکتے ہو کہ تمہارا مذکورہ بالا کل بیان صحیح ہے۔

(۲۴) اگر تمہارے مذکورہ بیان میں سے ایک بات بھی غلط ثابت ہوئی تو تم مدرسہ سے علیحدگی کے مستحق ہو جاؤ گے۔

(۲۵) دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور نیز ہمیں حلاوت ایمان اور استقامت بخشے۔ آمین

دستخط:- درخواست دہندہ

یہ شرائط نامہ اکابر مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری نے ۱۳۵۷ھ میں مرتب کیا تھا، اور ماہ شعبان میں ہونے والے اجتماع سرپرستان میں منظور ہو کر ماہ شوال ۱۳۵۷ھ میں جاری ہوا۔

ہر جدید طالب علم کو یہ فارم بھرنا ہوتا ہے۔ اسکے بعد داخلہ کا امتحان لیا جاتا ہے اور جو کتابیں وہ سال گزشتہ کسی دوسرے مدرسہ میں پڑھکر آئے ہیں ان کتابوں کا امتحان لیکر

ممتحنین مدرسہ ان کی استعداد اور علمی صلاحیتوں کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اگر اس سے اونچی اور اعلیٰ کتابوں میں ترقی ان کے حسب حال اور مناسب ہوتی ہے تو وہ تجویز کر دی جاتی ہیں۔ اور اگر ممتحن کی نگاہ میں سال گذشتہ کی پڑھی ہوئی کتابوں کا اعادہ ان کے حق میں مفید اور نتیجہ خیز ہوتا ہے تو اعادہ کرا دیا جاتا ہے۔

قدیم طلبا داخلہ کے وقت امتحان سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

طلباء کا داخلہ اور اسکے اصول وقواعد

جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ کے لئے جو اصول وضوابط مقرر ہیں ان کو یہاں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔ ان میں بعض اصول قدیم و جدید طلبہ کے درمیان مشترک ہیں۔ اور بعض صرف جدید اور بعض صرف قدیم طلباء کے لئے مخصوص ہیں۔

آغاز سال میں شعبۂ تعلیمات کی طرف سے یہ اصول وضوابط بطور اعلانات بورڈ پر آویزاں کر دیئے جاتے ہیں۔ تا کہ جملہ طلباء عمومی طور پر ان کو پڑھ سکیں۔ اور ان کے مطابق اپنے داخلہ کی کاروائی مکمل کر سکیں۔

(۱) ہر شخص کیلئے عمر کے خانہ میں اپنی تاریخ پیدائش انگریزی ماہ اور سنہ کے اعتبار سے لکھنا ضروری ہے بعد میں بتائی ہوئی تاریخ درج نہیں کی جاتی۔

(۲) درخواست اور اجازت نامۂ امتحان بہت سوچ سمجھ کر پُر کرنا ضروری ہے بعد میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی نیز ناقص درخواست پر کوئی عمل نہیں ہوتا ——— جدید طالب علم کیلئے فارم کی خانہ پری اپنے ہاتھ سے کرنا ضروری ہے۔ دوسرے سے کرائے گئے دستخط بھی ناقابل قبول ہوں گے۔

(۳) قدیم طلباء کو دو سپارے تبارک الذی اور عم یتسالون اور جدید طلبہ کو ایک سپارہ عم یتسالون حفظ سنانا ضروری ہے۔

(۴) ہر قدیم و جدید طالب علم کیلئے تین جدید فوٹو ہونا ضروری ہیں ایک درخواست داخلہ کیلئے، ایک شناختی کارڈ کیلئے، اور ایک داخلہ کارڈ کیلئے۔

(۵) ضلع سہارنپور نیز دہرہ دون، مظفر نگر اور اسکے قرب و جواب سے داخلہ لینے والے تمام طلبہ جن کا مدرسہ سے قیام و طعام ہے ان کو ہر جمعرات کی شام یا جمعہ کے دن اپنے گھروں پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اس آمد و رفت میں تعلیمی سکون و یکسوئی ختم ہو جاتی ہے۔ تاہم چالیس روز میں ایک مرتبہ گھر جانے کی اجازت ہوگی۔

(۶) سرحدی علاقہ کے طلبہ کیلئے وطنی تصدیق نامہ کی اصل کاپی فارم کے ساتھ منسلک کرنا ضروری ہے۔ اسکی فوٹو اسٹیٹ نہیں قبول کیجائیگی۔

(۷) امتحان کے خواہش مند طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی وضع قطع (حلیہ) شریعت کے موافق رکھیں جن طلبہ کی داڑھی کٹی ہوئی ہوتی ہے ان کا داخلہ نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں دفتر تعلیمات سے جو اعلان داخلہ کے وقت جاری ہوتا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں!

''جن طلبا کے انگریزی بال ہیں وہ داخلہ لینے کا ارادہ نہ کریں انکو اس صورت میں داخل نہیں کیا جائیگا۔ البتہ اگر وہ بالوں کو درست کرائیں گے تو حسب قواعد داخلہ لیا جائیگا۔

مہمانان رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور ان لوگوں کے لئے جو نیابت انبیاء علیہم السلام کے منصب پر فائز ہونے کے ارادے سے آویں تشبہ بالکفار انتہائی ظلم ہے۔

جو طلبا داخلہ کے خواہشمند ہیں انکے لئے لازمی ہے کہ درخواست پر اس امر کی تصدیق بھی کرائیں کہ ان کی داڑھی ٹھیک ہے یا ابھی برآمد نہیں ہوئی، بغیر اس تصدیق کے داخلہ فارم نہیں ملیگا سب طلبہ فارم لینے کیلئے شرط بالا کے ساتھ درخواست دیں اور اس میں اپنے فارم وسکونت کے ساتھ ولدیت بھی لکھیں۔

(۹) جو طلباء ترقی کی تمام کتابوں میں کامیاب ہوں اور اوسط سال میں ہونے والی کتابوں میں ناکام ہوں جن کا اعادہ نہیں ہوسکتا۔ ان کی ایک ماہ امداد بند ہو کر ترقی دی جائے گی۔

(۱۰) کسی طالب علم کو مقامات حریری، نور الانوار اور سلم العلوم وغیرہ کتب ضروریہ سے پہلے مشکوۃ شریف نہیں دی جائیگی۔ اور بغیر میبذی پڑھے شرح عقائد نہیں ملے گی۔

(۱۱) شرکاء ہدایہ اولین کیلئے علم المیراث کی بنیادی کتاب سراجی پڑھنا ضروری ہوگا۔

غیر حفاظ کیلئے ایک قانون

وہ طلبا جو حافظ قرآن نہیں ہیں ان کے لئے مدرسہ سے امداد اور وہاں سے ملنے والی دوسری مراعات کے لئے ایک قانون یہ ہے کہ جدید طلبا ایک سیپارہ عم یتسالون اور قدیم طلبا دو سیپارے تبارک الذی اور عم یتسالون حفظ یاد کر کے سنائیں۔

مدرسہ میں حفظ قرآن پاک کا یہ دستور بہت قدیمی ہے۔ مظاہر علوم کے ابتدائی دور میں جب طلبا کی اکثر و بیشتر اقامت گاہیں مساجد تھیں تو وہاں قیام کے دوران ان کو نماز بھی پڑھانی ہوتی تھی۔ اسلئے مدرسہ نے یہ قانون بنایا تھا کہ قرآن پاک کا معتد بہ حصہ حفظ یاد کیا جائے تاکہ ادائیگی نماز میں کوئی دقت و دشواری نہ ہو۔ اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں۔

دفعہ ۹:- جاء سکونت اکثر طلبا کی مساجد ہیں۔ اور بوجہ قیام مساجد طلبا کو نماز پڑھانی ہوتی ہے۔ اسلئے ان کو ضرور ہوگا کہ تصحیح تلفظ قرآن و حفظ سورۃ مایجوز الصلوۃ اپنے ذمہ واجب خیال کریں۔ (روداد مدرسہ بابت ۱۳۰۶ھ ص ۱۱)

درجہ قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے پورے سال میں تین مرتبہ اس درجہ کے طلبہ کا امتحان لیا جاتا ہے۔

مشق افتاء کیلئے داخلہ اور اس کے ضوابط وقوانین

شعبۂ مشق افتاء جامعہ مظاہر علوم کا ایک اہم اور وقیع شعبہ ہے۔ اس کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے جو فقہ و فتاویٰ میں مہارت حاصل کر سکیں اور مسائل فقہیہ میں اس حد تک اپنا علم و مطالعہ وسیع اور مضبوط کر لیں کہ پیش آمدہ مسائل میں اپنے مخاطب کو تسلی بخش جواب دے سکیں۔

اس شعبہ میں داخلہ لینے والے طلباء کے لئے اصول وضوابط یہ ہیں۔

(۱) شعبہ میں داخلہ کیلئے وہ طلبہ مجاز ہیں جنہوں نے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے

ساتھ ساتھ ہدایہ ثالث ورابع اور شرح عقائد پڑھی ہو نیز فن تجوید وقرأت سے واقفیت کے ساتھ تحریر واملاء بھی درست ہو۔

(۲) شعبہ افتاء اور فنون میں داخلہ لینے والے طلبہ کیلئے جو تجوید سے واقف نہ ہوں ایک گھنٹہ روزانہ قرأت وتجوید پڑھنا ضروری ہے۔

نیز دارالافتاء میں جدید داخلہ لینے کے خواہش مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سابقہ مدرسہ کا اخلاقی تصدیق نامہ اور دورۂ حدیث شریف کے نمبرات بھی بوقت داخلہ پیش کریں۔

(۳) اس شعبہ میں امدادی داخلہ کیلئے فاضل مظاہر علوم ہونا ضروری ہے۔

(۴) مذکورۂ بالا شرائط کے باوصف، حرف آخر کے طور پر اس فطری صلاحیت اور علم وفکر کے ان ضروری احوال کو بھی دیکھا جائے گا جو تفقہ فی الدین اور افتاء کے اس اونچے کام کے لئے لازمی ہیں۔ اور اسلئے یہ ضروری نہیں کہ جس تعداد کا داخلہ متعین ہے اس پوری تعداد ہی کو داخلہ میں لیا ئے جائے۔ گویا مذکورہ بالا موقومات کی روشنی میں افتا کے خصوصی معیار پر جو پورے اتر ینگے انہی کو داخلہ میں لیا جائے گا، خواہ تعداد پوری ہو یا نہ ہو۔

ان مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ ـــــ!

(۱) داخل ہونے والے طلبہ کیلئے علاوہ مشق افتاء کے رسم المفتی، الاشباہ والنظائر باب اول درمختار (جتنا حصہ بھی ہو سکے) اور سراجی پڑھنا ضروری ہے۔

(۲) رسم المفتی کی طرح درمختار جلد دوم ابتدائے سال سے مستقل گھنٹہ میں شروع ہوگی۔

(۳) رسم المفتی کے بعد الاشباہ والنظائر کا باب اول شروع ہوگا۔

(۴) ان کتابوں کا سہ ماہی، ششماہی امتحان بھی ہوا کرے گا۔ شرکاء کی امداد کا اعتبار بھی ان کی کامیابی پر ہوگا۔

(۵) کتب ذیل کے مطالعہ کا خصوصی اہتمام رکھیں۔ شامی مکمل، بحر الرائق، فتح القدیر، کے منتخب ابواب مثلاً بیوع وربوا، رسائل ابن نجیم، رسائل ابن عابدین، عربی فتاویٰ، انقرویہ،

ہندیہ، قاضی خاں وغیرہ، اردو فتاویٰ میں مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ امدادیہ، لغت فقہ میں مثلاً مغرب کتب اصول فقہ میں مسلّم الثبوت وغیرہ۔

(۶) جوابات لکھنے کے سلسلہ میں امکانی طور پر عمدہ اسلوب بیان وتحریر کا بھی اہتمام کرنا ہوگا۔

(۷) چھ گھنٹے حاضر رہنا ضروری ہوگا۔

''اصول وقواعد شعبۂ قرأت وتجوید''

(۱) شعبہ قرأت وتجوید میں داخلہ کیلئے امیدوار کا حافظ قرآن کریم ہونا اور سبع وعشرۃ میں حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ فاضل درس نظامی ہونا ضروری ہے۔

(۲) شعبہ تجوید میں امدادی داخلہ کیلئے حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ دس سال سے زائد عمر کا ہونا اور ابتدائی دینیات نیز اردو لکھنے پڑھنے سے واقفیت کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) جو طلبہ درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید بھی پڑھتے ہیں ان کیلئے دو سالہ نصاب اس طرح ہے۔ سال اول میں حدراً پارہ الم اور ترتیلاً پارہ عم کیساتھ تعلیم التجوید، فوائد مکیہ، جامع الوقف، معرفت الوقوف ومعرفۃ الرسوم پڑھائی جاتی ہیں۔ اور سال دوم میں خلاصۃ البیان اور مقدمۃ الجزری کیساتھ حدراً سپارہ نمبر ۲، ۳، ۴ اور ترتیلاً نمبر ۲۹ پڑھایا جاتا ہے۔

(۴) درجہ فارسی کے طلبہ کو سال اول میں صریح النص فی روایت حفص اور پارۂ عم نصف اول ترتیلاً اور پارہ الم تمام حدراً پڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس شعبہ کے سال دوم کے طلبہ کو تعلیم التجوید نیز پارۂ عم نصف آخر ترتیلاً اور پارہ نمبر ۲ حدراً پڑھایا جاتا ہے۔

نصاب تعلیم

مدرسہ کا نصاب تعلیم وہی ہے جو درس نظامی کے نام سے تقریباً تمام ہی مدارس عربیہ میں رائج ہے اور بعض دوسرے مدارس میں معمولی تغیر وتبدل کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔

مدرسہ نے کبھی اس چیز کی ضرورت نہیں سمجھی کہ اس درس نظامی میں کوئی غیر معمولی اور اہم تغیر وتبدل کیا جائے، جزوی ترمیم یا کسی ایک آدھ کتاب میں ردو بدل تو ضرور ہوا۔ لیکن سرے سے اس تعلیمی ڈھانچہ کو بدلکر نیا نظام تعلیم یا جدید نصاب تعلیم بنانے پر کبھی غور کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اگر چہ ماضی میں بعض انجمنوں اور اداروں کے مختلف ذمہ دار حضرات نے اس کی ترغیب بھی دی اور اس کی اہمیت وافادیت کو ارباب مدرسہ کی نگاہ میں بٹھانا بھی چاہا۔ لیکن اکابر مظاہر علوم نے اس سلسلہ میں کسی جدید تجربہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ چنانچہ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ میں انجمن اجرائے مکاتب گورکھپور کے ذمہ داروں نے ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے اس موضوع پر خط وکتابت کر کے انکو یہ باور کرانا چاہا تھا کہ قدیم نظریۂ تعلیم اور اس کا نصاب موجودہ دور میں چلنا مشکل ہے اسلئے نصاب تعلیم میں تغیر وتبدل کر کے ہمارا تجویز کردہ نصاب تعلیم اپنا لیا جائے۔ اس مقصد کے لئے انجمن کی جانب سے ایک نقشۂ نصاب بھی مرتب کیا گیا تا کہ مدارس میں اس کا نفاذ کیا جائے۔

حضرت مولانا مرحوم نے اس تجویز کے جواب میں تفصیلی طور پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور دلائل کے ساتھ درس نظامی کی افادیت کو واضح کرتے ہوئے دوسرے نصابوں کے مقابلہ میں اس کی برتری کو ثابت کیا۔

حضرت مولانا مرحوم کی یہ تحریر مظاہر علوم کے نوادرات ومخطوطات میں محفوظ ہے اور اب حال ہی میں درس نظامی پر فکر لطیف کے نام سے شائع بھی ہوچکی۔ موقعہ کی مناسبت سے اس تحریر کے دو اقتباس ہم یہاں پیش کرتے ہیں! تحریر فرماتے ہیں!

اس نصاب کی خوبی اور قوت مجملاً اس سے معلوم ہوتی ہے کہ تقریباً ایک صد سال سے یہ نصاب رائج ہے اور تقریباً نصف صدی سے اس کی مخالفت بھی ہو رہی ہے مگر آج تک کوئی نصاب ایسا پیش نہیں کیا گیا جو اسکا مقابلہ کر سکے اور اس کو اسکے مقابلہ میں قبولیت ہو سکے۔ اور وہ نصاب بھی ایسا ہی مکمل ہو۔ اس کے کتب کے مصنفین کو شہرت اور مذہب کی پابندی حاصل ہو۔

آگے چل کر مزید قوت کے ساتھ لکھتے ہیں!

اس نصاب نظامی کو ایک صدی تجربہ میں آئے ہوئے گزر چکی ہے۔ اب اگر کسی نصاب کو سو برس کوئی شخص تجربہ میں لائے اور بالفرض یہی منافع اور ثمرات پیدا ہوں تب صرف مساوات کے دعوے کا حق پیدا ہوگا چہ جائے کہ اس کو ترجیح دی جائے۔ مگر قبل اس قدر مدت تجربہ کے کسی کو حق نہیں کہ اس نصاب کے عیوب بیان کر کے کسی نصاب کو ترجیح دینے کا دعوی کرے۔ مگر بات یہ ہے کہ کسی چیز کے فائدہ اٹھانے کے لئے ضرورت ہے۔ محنت و مشقت برداشت کرنے کی اور اب عادت محنت و مشقت برداشت کرنے کی نہیں رہی۔ اور سارا عیب نصاب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ورنہ سہل صورت مقابلہ اور امتحان کی یہ ہے کہ دو شخصوں میں امتحان مقابلہ کرا دیا جائے۔ ایک فارغ شدہ اس نصاب کا ہو اور دوسرا شخص فارغ شدہ دوسرے نصاب کا ہو۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ کونسا نصاب کتنی استعداد پیدا کرتا ہے۔

(اقتباس ۹ و ۱۰)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ درس نظامی کے بارے میں اپنے تجربات اور تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں!

میں نے درس نظامی کی پابندی سے نہیں پڑھا۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تدریس میں خود مجتہد تھے، اسلئے اپنی ابتداء مدرسی میں تو تبدیلی نصاب کا خبط مجھ پر بھی خوب سوار تھا، ۳۵ھ سے ۳۸ھ تک ساری دنیا کے نصاب ڈھونڈ کر منگائے تھے، ندوہ کا، اہل حدیث کے مدارس کا، حرمین شریفین کے مدارس کا، اور دو نصاب مرتب کئے، ایک مطوّل، ایک مختصر، اول نصاب آٹھ سالہ ان لوگوں کیلئے جن کو پڑھنے کے بعد پڑھانے کے اسباب میسر ہوں،

اور دوسرا مختصر نصاب سہ سالہ، ان لوگوں کے لحاظ سے جن کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ پڑھنے پڑھانے کے کام کے نہیں بلکہ یہ پڑھنے پڑھانے کے بعد طبیب

یا کاشتکار بنیں گے۔
شطرنج کے کھلاڑیوں کی طرح سے میرا دماغ دن رات ان ہی میں گھومتا رہا۔ اور بہت ہی غور و خوض سے میں نے یہ نصاب مرتب کیا تھا۔ اسوقت تو ایک مختصر سا رسالہ لکھ کر شائع کرنے کا بھی ارادہ تھا، لیکن جوں جوں تدریس کا زمانہ یا تجربہ بڑھتا رہا۔ تبدیل نصاب کا خبط میرے دماغ سے نکلتا رہا۔ ایک دو کتاب کا تغیر علوم آلیہ میں ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہ۔ اصول، حدیث و تفسیر اور علوم آلیہ کی اہم کتاب کافیہ، شرح جامی جیسی کتب میں تغیر کا بالکل قائل نہیں ہوں جس کی بہت سی وجوہ ہیں۔

(۱) ـــــ بڑی وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی نصاب کے آئے دن کے تغیرات دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اگر مدارس عربیہ میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو ہر دس، بارہ برس کے بعد نئی نسل اپنی جولانیاں دکھلانی شروع کرے گی ـــــ تو یہ نصاب رفتہ رفتہ وہ شیر بنجائے گا جس کی تصویر (کسی شخص نے) کمر پر بنوانی چاہی تھی، لیکن دم ہاتھ کان ناک ہر ایک بنانے میں جب تکلیف ہوئی تو وہ یہ کہہ کر انکار کرتا رہا کہ بغیر دم کا بھی تو شیر ہوتا ہے اور بغیر ہاتھ کا بھی شیر ہوتا ہے۔

(۲) ـــــ درس نظامی کی ابتدا کی طرح سے ہر محقق اور ہر با اثر یہ چاہے گا کہ اسکی تصنیف ضرور داخل نصاب ہو جس کی نظیریں اپنی ابتداء مدرسی سے لیکر ابتک بارہا خوب دیکھیں، لیکن درس نظامی کو اللہ نے وہ مقبولیت عطا فرما رکھی ہے کہ اس میں عمومی کھپت کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ اس لئے لوگوں کی مساعی اس کے خلاف ناکام ہوتی رہی ہیں۔

(۳) ـــــ مروجہ نصاب کی اتنی خدمت ہو چکی ہے کہ شروح و حواشی ضرورت سے زیادہ لکھے جا چکے ہیں۔ جن کا حال اہل علم کو خوب معلوم ہے۔ متبدل نصاب کی اتنی خدمت کرنے والے میرے خیال میں اب پیدا نہ ہوں گے۔
اور اگر کچھ ہمت والے آستین چڑھائیں گے بھی تو جتنی شروح و حواشی درس

نظامی کی کتب کی سو برس میں لکھی گئی ہیں ان سے آدھی کے لئے کم از کم پچاس برس چاہئیں۔ اور اتنی مدت میں (اگر تبدیلی نصاب کا یہ سلسلہ جاری ہو گیا تو) نہ معلوم کتنی تبدیلیاں اور پیدا ہوں گی۔

(۴)___میں دوسروں کو تو نہیں کہوں گا مگر اپنے شاگردوں کو جرأت کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی استعدادیں جیسی ہیں وہ موجود نصاب کی کتب کو تو شروح و حواشی کی مدد سے کسی نہ کسی درجہ میں پڑھا لیں گے۔ لیکن کوئی نئی کتاب جس کی نہ شرح ہو نہ حاشیہ تو نوے فیصد ایسے ہیں جو نہیں پڑھا سکتے۔

ایک شرح جامی لیلو کہ اس کی جگہ اگر ابن عقیل رکھدی جائے جو مجھے بھی یاد ہے کہ میں نے اپنے خبط کے زمانے میں نصاب میں تجویز کی تھی تو اس کا پڑھانے والا (اگر علمائے زمانہ کی توہین نہ ہو تو میرے خیال میں) بہت دشواری سے ملے گا۔ اسلئے کہ اس کی کوئی شرح نہیں ملے گی۔ اور شرح جامی کی اردو عربی فارسی بے حد شروح ملیں گی جو مدرسین حضرات سے دیکھی بھی نہیں جائیں گی۔

نسائی، ابن ماجہ کی جگہ اگر تیسیر الوصول رکھدی جائے تو ان دونوں کی شروح بکثرت موجود نہ ہونے کے باوجود مختلف مطابع (کے) مختلف حواشی اس قدر کافی ہیں کہ شروح کی ضرورت نہیں۔ اور تیسیر الوصول کا ایک بھی حاشیہ نہیں ملے گا ابن ماجہ شریف کے لئے انجاح الحاجہ کافی سے زیادہ ہے۔ اور ایک انجاح الحاجہ ہی ایسا متبرک حاشیہ ہے کہ اس جیسا تیسیر الوصول کیلئے ملنا مشکل ہے۔

یہ مدرسین کی نئی پود جن میں بہت سے تو اپنی وجاہت اور سفارشوں سے مدرس ہو گئے اور انکے پڑھنے کا زمانہ ہماری نگاہوں میں ہے۔ اردو کی شروح و حواشی دیکھ کر کچھ دال دلیہ کر سکتے ہیں مگر جن کی کوئی شرح نہ ہو اسکو اپنی تقریر کے زور سے اڑا دیں تو ممکن ہے جس کے متعلق میرا خود ذاتی تجربہ بھی ہے کہ بعض نئے مدرسین جن کی تقریر شستہ ہو (آج کل جس کا رواج خوب ہے) وہ اپنے اس

زور سے چلا تو دیتے ہیں مگر جب خود نہیں سمجھتے تو طالب علم کیا سمجھے گا"

(آپ بیتی نمبر تین ۱۵ تا ۵۳)

مذکورۃ الصدر اقتباسات اور تاثرات سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ مظاہر علوم کے یہ اکابر (کم از کم مظاہر علوم کی حد تک تو) درس نظامی میں کسی اہم اور غیر معمولی تغیر و تبدل کے روادار نہیں اور اس سلسلہ میں جو مضبوط اور وزنی دلائل ان حضرات نے پیش فرمائے ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اور بعد کے تجربات سے ان دلائل کی اہمیت میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں ہوئی اسلئے مدرسہ مظاہر علوم میں ابھی تک یہی درس نظامی بڑی کامیابی اور عمدگی کے ساتھ جاری ہے اور یہ اسباق کی جماعت بندی کے اعتبار سے تین درجوں پر تقسیم ہے۔

(۱) درجہ ابتدائی عربی (۲) درجہ اوسط عربی (۳) درجۂ اعلی عربی۔

پھر ان تینوں درجات میں تین تین سال رکھے گئے ہیں۔ اس طور پر مکمل فراغت اور پورے درس نظامی کی تکمیل نو سال میں ہوتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ!

درجہ ابتدائی کے سال اول میں

پنج گنج نحومیر، میزان منشعب، صرف میر، مفتاح العربیہ حصہ اول اور سال دوم ـــــ میں شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو، تیسیر المنطق، ایساغوجی، مرقات، نور الایضاح، تسہیل الضروری شرح قدوری، علم الصیغہ، مجموعہ چہل حدیث، سیرت خلفاء راشدین خاصیات فصول اکبری، القراۃ الواضحہ اول، قصص النبیین حصہ اول، دوم۔

اور سال سوم میں ـــــ کافیہ، شرح جامی (بحث فعل) تہذیب، شرح تہذیب، قدوری، مفید الطالبین زاد الطالبین، القراۃ الواضحہ جز ثانی، مفتاح العربیہ جز ثانی اور ترجمہ پارہ عم پڑھایا جاتا ہے۔

درجہ اوسط عربی کے سال اول میں

شرح جامی بحث اسم، قطبی تصدیقات، تصورات، کنز الدقائق، تعلیم المتعلم، اصول الشاشی، تلخیص المفتاح، ترجمہ نصف ثانی، اور سال دوم میں ـــــ مختصر المعانی، سلم العلوم،

ہدایہ سعیدیہ، شرح وقایہ جلد اول وثانی رشیدیہ، ترجمہ نصف اول، نورالانوار،

درجہ اعلیٰ کے سال اول میں

جلالین، الفوز الکبیر، ہدایہ اولین، سراجی، مقامات، منتخبات دیوان متنبی، میبذی، حسامی

درجہ اعلیٰ کے سال دوم میں ــــــ بیضاوی، مدارک شرح عقائد، عقیدۃ الطحاوی، ہدایہ ثالث، رابع، مشکوٰۃ مقدمہ مشکوٰۃ شرح نخبۃ الفکر۔

درجہ اعلیٰ کے سال سوم میں ــــــ دورۂ حدیث کی تمام کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد ترمذی، طحاوی، نسائی، ابن ماجہ، موطا مالک وموطا محمد، شمائل ترمذی۔

مظاہر علوم میں حدیث کی یہ جملہ کتابیں مکمل اور پوری پڑھائی جاتی ہیں، جب کہ دیگر اداروں اور بڑے بڑے جامعات میں ان کی تلخیصات اور چند اجزاء ہی داخل نصاب ہیں۔

نصاب درجۂ فارسی وریاضی

اسی طرح مدرسہ میں درجہ فارسی وریاضی کا نصاب تعلیم بھی متعین شدہ ہے جو حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ سرپرست مدرسہ نے تجویز فرمایا تھا، اس نصاب میں یہ کتابیں شامل ہیں۔

تعلیم الاسلام سوم وچہارم حصے، حمد باری، آمد نامہ، تیسیر المبتدی، تواریخ حبیب اللہ، فارسی کی پہلی کتاب، کریما، حکایات لطیف، پند نامہ، مفتاح القواعد صریح النص فی روایۃ حفص نیز سال دوم فارسی کا نصاب یہ ہے۔ گلستاں، بوستاں، مالا بدمنہ، پنج گنج، میزان، نحو میر، صرف میر، تعلیم التجوید۔

ان کتابوں کے علاوہ مشق تحریر، گنتی پہاڑے، الفاظ نویسی، املا نویسی، خطوط نویسی مضمون نویسی، جمع تفریق ضرب وتقسیم وغیرہ تمام چیزیں اس نصاب میں داخل ہیں۔

گلستاں کا باب ہشتم مع ترکیب .... ہوتا ہے اور گلستاں باب اول کے ساتھ تیسرا سبق میزان الصرف ہے۔

درجہ ابتدائی عربی

پہلے مدرسہ میں درجہ ابتدائی عربی کا کچھ خصوصی اہتمام نہیں تھا دیگر درجات کی طرح یہ بھی ایک درجہ تھا۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ سے اس درجہ کا اہتمام خصوصی طور پر شروع کیا گیا۔ اس کے لئے مستقل اصول اور قوانین بنائے گئے۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبدالوحید صاحب، اس درجہ کے عمومی نگراں اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مفتی ریاست مالیر کوٹلہ (م ۱۳۴۴ھ) اسکے سرپرست اعلیٰ بنائے گئے کہ مولانا کو اس درجہ کے امتحان اور ابتدائی تعلیم پانے والے طلباء کی صلاحیتوں کو پرکھنے میں بڑی مہارت تھی۔

نقشہ انضباط تعلیم ماہانہ

مظاہر علوم کی ایک خصوصیت جو اس کے ساتھ ہمیشہ سے رہی وہ تعلیم میں نظم وضبط ہے۔ حضرت مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب سرپرست مدرسہ نے اسی نظم وضبط اور حسن تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے اپنا یہ تاثر تحریر فرمایا تھا کہ۔!

”مجھ کو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور سے اس لئے بہت زیادہ دلچسپی ہے کہ وہاں کی تعلیم نہایت اعلیٰ اور مدرسین کی طبائع میں للّٰہیت اور پورا خلوص ہے“

ہر کتاب کا اپنے مقررہ وقت پر شروع ہوجانا اور متعینہ مدت میں اس کی تکمیل وغیرہ وغیرہ امور ایسے ہیں کہ اکابر مدرسہ نے ہمیشہ ان کو اہمیت دی اور جب کبھی اس میں کوتاہی یا کسی قسم کی کمزوری پائی تو بڑی شدت اور قوت کے ساتھ اس کا تدارک کیا اور اس کے لئے ایسے اصول وقوانین وضع کئے جس سے تعلیم کے درمیان پیدا شدہ خلل دور ہوجائے۔

یہ چیز دراصل مظاہر علوم کو اس روحانی پیشوا اور سرپرست محدث گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے ورثہ میں ملی تھی کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں تعلیم میں ایسا ضبط و کمال اور ایسے لگے بندھے اصول تھے کہ دورۂ حدیث (صحاح ستہ مع موطا امام مالک، وامام

محمد) بہ نفس نفیس شوال میں شروع کر کے شعبان میں ختم فرمادیا کرتے تھے۔ مظاہر علوم چونکہ ان ہی کے فیض باطنی سے مالا مال تھا اس لئے یہاں بھی وہی رنگ ڈھنگ تھا کہ ایک مدرس کے پاس دس، دس اسباق ہوتے تھے اور کیا مجال کہ کوئی کتاب ادھوری و ناقص رہ جائے یا خارجی اوقات میں پڑھانے کی نوبت آئے۔

محدث سہارنپوری حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ جو مظاہر علوم کے استاذ حدیث بلکہ شیخ الحدیث تھے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام محمد، شمائل ترمذی مقدمہ ترمذی، جامع الصغیر، مشکوۃ، جلالین، ترجمہ کلام مجید، احیاء العلوم، درمختار، قدوری، شرح جامی، سراجی کا درس مظاہر علوم کی چہار دیواری میں بیٹھ کر بے تکلف پڑھایا کرتے تھے اور سال بھر میں یہ تمام کتابیں نہ صرف یہ کہ مکمل پڑھاتے بلکہ متعدد کتابیں تو ایک مرتبہ ختم کرانے کے بعد دوسری مرتبہ بھی پڑھادیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۹۲ھ کی روداد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال آپ نے بخاری شریف ایک مرتبہ مکمل پڑھا کر دوسری مرتبہ گیارہ سیپارے پڑھائے اور ابوداؤد شریف دومرتبہ پڑھائی۔

☆ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رئیس الاساتذہ نے ۱۲۹۶ھ میں جو کتابیں پڑھائیں وہ یہ ہیں۔ بخاری شریف (از صفحہ آٹھ سو چار تا ختم کتاب) مسلم شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مشکوۃ (ربع آخر) بیضاوی شریف (اسی صفحات تک، دوسری مرتبہ تیس صفحات) تفسیر کشاف جلالین، ترجمہ قرآن، ہدایہ جلد ثانی، درمختار، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت، تاریخ یمینی، دیوان متنبی، حماسہ، سبعہ معلقہ، قصیدہ ہمزیہ۔

☆ حضرت مولانا محمد احسن پنجابی مدرس دوم کے پاس ۱۲۹۶ھ میں یہ کتابیں ہوئیں۔ ترمذی، مشکوۃ (صفحہ اناسی سے آخر کتاب تک) جلالین سورۂ یوسف تک) ہدایہ جلد اول (صفحہ پانچسو سات سے آخر کتاب تک) شرح وقایہ (چالیس صفحات) خیالی مع شرح عقائد دومرتبہ تیسری مرتبہ چودہ صفحات تک) حاشیہ عبدالحکیم خیالی (صفحہ بیس تک) مقامات حریری (تمام دوسری مرتبہ تیس صفحات) سبعہ معلقہ، سراجی، مختصر المعانی (۱۹۱ صفحات) نخبۃ الفکر، تحریر اقلیدس تصریح، ملاحسن (۱۲۰ سے آخر کتاب تک) حمد اللہ (۹۲ سے آخر تک)

قاضی مبارک (۴۸صفحات) دوسری مرتبہ ۹۰صفحات، شمس بازغہ (۸۰صفحات) میر زاہد، ملا جلال (۴۴صفحات) عبد العلی (۱۵۵صفحات) میر زاہد ملا جلال، عبد العلی دوسری مرتبہ ۲۰ صفحات تک، شرح چغمینی (مقالہ ثانیہ سے آخر کتاب تک) شرح حکمت العین، میر زاہد، امور عامہ وشرح مواقف (چودہ صفحات) مختصر الحساب، شرح تہذیب، میر ایساغوجی۔

☆ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے دور مسعود تک یہ چیز باقی رہی، یہ دونوں حضرات خود بھی اس کی کوشش کرتے کہ درسی کتابیں مدرسہ کے اوقات متعینہ میں پوری ہو جایا کریں، دوسروں کو بھی اسی پر عمل پیرا ہوتے دیکھ کر مسرور ہوتے اور اسکے خلاف پر اظہار ناراضگی فرماتے اور بہ حیثیت ذمہ دار مدرسہ اس پر نکیر فرما کر جواب طلب فرماتے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الخلیل میں حضرت اقدس سہارنپوری کے اس تعلیمی نظم وضبط کے متعلق لکھتے ہیں کہ!

وقت کا انضباط اور معمول پر مداومت آپ کے لئے کچھ ایسی طبعی شئ بن گئی تھی کہ آندھی ہو یا مینھ، صحت ہو یا مرض، عسر ہو یا یسر کچھ ہی کیوں نہ ہو جو ارادہ آپ کرتے یا وعدہ فرما لیتے جب تک بالکل ہی مجبور نہ ہو جائیں، کسی بڑے سے بڑے مانع ومزاحم سے متزلزل نہ ہوتے تھے۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ!

آپ کا غایت مقصود یہ تھا کہ تمامی نصاب سال بھر کا ہر مدرس کے پاس ایسے ماہانہ اوسط سے پورا ہو کہ ختم سال پر نہ کوئی سبق بچے اور نہ آخر سال میں ختم کتاب کی خاطر زیادہ سے زیادہ سبق ہو کہ پڑھنے والوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے۔[1]

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اوقات مدرسہ اور متعینہ مدت میں تکمیل تعلیم اور حد نصاب کی از حد رعایت کرنے والی شخصیت حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی بنی۔ آپ پورے اہتمام والتزام کے ساتھ درس دیتے۔ اور

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۱۹۱

ماہانہ نصاب کی پابندی فرماتے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ بعینہٖ وہی چیز حضرت سہارنپوری مہاجر مدنی کے انتقال کے بعد حضرت شیخ مہاجر مدنی کی طرف منتقل ہوگئی تھی۔ وقت کا انضباط، معمول پر مداومت آندھی یا مینہ، صحت یا مرض، عسر یا یسر، ارادہ اور وعدہ بڑے سے بڑے مانع ومزاحم سے متزلزل نہ ہونا۔

ان میں کوئی چیز بھی ایسی باقی نہیں رہی تھی جو اُس مہاجر مدنی سے منتقل ہوکر اِس مہاجر مدنی میں نہ آگئی ہو۔ اور نقش ثانی، نقش اول کے مماثل ومشابہ نہ بن گیا ہو۔ بالآخر مولانا میرٹھی کو بھی حضرت شیخ کے نقشۂ نصاب پر یہ لکھنا پڑا کہ!

"ماشاء اللہ، جزاہ اللہ احسن الجزاء، نصاب مجوزہ کی پوری تکمیل۔ بایں ضروریات ذاتیہ و خارجیہ، ومشاغل تصنیف ومہمانداری، وعوارض امراض وحوادث، حضرت (شیخ) ممدوح میں دیکھی"

طرہ برآں کہ محض لوجہ اللہ اور بلا تنخواہ کاش میرے مخدوم ومحترم دیگر حضرات مدرسین اس کو اسوۂ حسنہ قرار دیکر ضبط اوقات وتکمیل نصاب ہی میں اتباع فرمالیں۔

(عاشق الٰہی جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

۱۳۴۶ھ میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد تعلیم کی وہ مقررہ مقدار پوری ہونی دشوار ہوگئی جس پر حضرت کے زمانے میں عمل درآمد ہوتا تھا۔ اسلئے ضرورت پیش آئی کہ کوئی ایسا نقشہ اور تعلیمی ترتیب ہونی چاہئے کہ اساتذہ اسکی رعایت کرتے ہوئے اسباق پڑھائیں اور مقررہ مدت میں کتابیں ختم ہوجایا کریں۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ میں ماہانہ تعلیم انضباط کا نقشہ حضرت شیخ" اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رئیس الاساتذہ کی رائے اور باہمی مشورہ سے بہت سے امور کی رعایت کرتے ہوئے بنایا گیا۔ حضرت شیخ" اپنے ایک (غیر مطبوعہ) خط میں اس نقشۂ انضباط کی تاریخ اس طرح تحریر فرماتے ہیں!

۱۳۴۷ھ میں سب سے پہلے نورالایضاح کا مسئلہ پیش آیا تھا کہ اس کو ضابطہ میں سہ ماہی

تک پورا ہونا چاہئے تھا۔ مدرس نے شش ماہی کے قریب پوری کرائی، اس پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہ مسئلہ اگر چل پڑا تو بہت خطرناک ہوگا۔ اسلئے ماہانہ نصاب کی تعیین ہونی ضروری ہے۔ اس پر میں نے تجویز کیا کہ حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) کے زمانے کے پانچ سال کے نقشے نکالے جائیں اور ان میں ہر کتاب کا ماہانہ نصاب دیکھا جائے اور پورے سال کے نصاب کو نو حصوں پر تقسیم کیا جائے جن میں سے دو حصے پہلی سہ ماہی کے (کیونکہ ماہ ذیقعدہ میں ابتدائی تقریریں طویل ہوتی ہیں پھر ذی الحجہ میں تعطیل آجاتی ہے اور محرم میں امتحان شروع ہوجاتا ہے اسلئے وقت کم ملتا ہے) اور تین حصے دوسری سہ ماہی کے تین مہینوں پر علی التساوی تقسیم کئے جائیں۔ اور چار حصے تیسری سہ ماہی پر تقسیم کئے جائیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور میں نے دو مہینے کے غور وخوض کے بعد یہ نقشے مرتب کئے اور پھر اس زمانے کے اکابر مدرسین کے پاس غور وخوض کے لئے بھیجے گئے اور دو سال کے تجربے کے بعد اسکی طباعت ہوئی۔ فقط

یہ نقشہ تیار ہوجانے کے بعد مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے حوالہ کیا گیا اور اس کی تنفیذ اور دیکھ بھال کے ذمہ دار مولانا ہی بنائے گئے جسکی اطلاع مدرسہ کی جانب سے موصوف کو ان الفاظ کے ساتھ دی گئی کہ!

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مجوزہ نقشہ نصاب کی سابقہ جلسہ میں منظوری دی جاچکی اس کی تنفیذ فرماویں۔ اور آئندہ شعبۂ تعلیم کی نگرانی کے ذمہ دار اپنے آپ کو تصور فرمائیں۔ اور اس شعبہ کی کہ اصل مغز اور خلاصہ تمام محنتوں کا ہے خوبیوں کو مدنظر رکھ کر ہم خدام کو تحسین کا موقعہ دیں۔

عاشق الٰہی، رشید احمد، رحیم بخش، اشرف علی

تعلیم کا یہ مجوزہ دستور اور نقشہ مستقل طور سے کتابی شکل میں ''نصاب تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

امتحانات

ابتداء مظاہر علوم میں جملہ کتب معقولات ومنقولات کے امتحانات تقریری ہوا کرتے تھے، ذہین اور ذکی طلبا حدیث کی کتابوں کے امتحانات حفظ بھی دے دیا کرتے تھے، جیسا کہ قدیمی روداد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۹۸ھ سے مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی ممبر وممتحن مدرسہ کی تجویز پر اکثر کتب کا امتحان تحریری شروع ہوا، مگر اس کی حیثیت مستقل اور دائمی نہیں تھی جیسا موقعہ ہوتا کرلیا جاتا، ممتحنین حضرات اکثر و بیشتر یہ ہوتے تھے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری، جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر سہارنپور، مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی، مولانا جمعیت علی صاحب پور قاضوی، مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا محمد صدیق صاحب، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی۔ [1]

۱۳۳۱ھ میں طلبہ کی مقدار میں اضافہ ہوجانے کی وجہ سے حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نے سرپرستان مدرسہ کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ اگر کتب تحتانیہ کا امتحان تقریری اور کتب اوسط واعلیٰ کا امتحان تحریری ہوجایا کرے تو سہولت بھی رہے اور وقت بھی کم خرچ ہو۔

سرپرستان مدرسہ نے اس تجویز کو قبول کرتے ہوئے ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ میں اسکی اجازت دیدی۔ چنانچہ اس سال پہلی مرتبہ درجۂ اعلیٰ اوسط کے امتحانات تحریری ہوئے جو مدرسہ کے اساتذہ نے لئے۔

سنین ماضیہ میں یہ ضابطہ تھا کہ پورے سال میں تین امتحان سہ ماہی، شش ماہی، سالانہ ہوتے تھے لیکن اب گذشتہ چند سالوں سے پورے سال میں صرف دو امتحانات ہوتے ہیں، آخر محرم یا ابتداء صفر میں پہلا امتحان اور آخر شعبان میں امتحان سالانہ ہوجاتا ہے تعلیم عموماً

[1] حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ مظاہر علوم میں بغرض امتحان اول مرتبہ ۱۳۲۷ھ میں حضرت اقدس شیخ الہند کی معیت میں تشریف لائے ہیں۔

رجب کی آخری تاریخوں میں ختم ہو جاتی ہے، امتحانات میں طلباء کو خصوصی تیاری کے لئے وقت دیا جاتا ہے یہ تفصیل درجۂ اوسط اور درجہ اعلیٰ کے لئے ہے۔ لیکن درجہ ابتدائیہ کے طلبا کے لئے ہر ماہ امتحان دینا ضروری ہے تا کہ ان کی استعداد اور علمی صلاحیتوں میں نمایاں اضافہ ہو سکے۔ اس امتحان کے دوران جو زیادہ سے زیادہ دو روز مین لیا جاتا ہے۔ ان طلباء کے اسباق بند رہتے ہیں۔

مدرسہ کی طرف سے امداد و مراعات جاری رہنے کیلئے اس ماہانہ امتحان کے نمبرات کو بھی خصوصی دخل ہوتا ہے۔ جو طالب علم درجہ ابتدائی کی کسی کتاب میں ناکام ہو جائے اس کو اس وقت تک ترقی نہیں دی جاتی۔ جب تک کہ وہ اس کتاب میں دوبارہ محنت کر کے امتحان دیکر کامیاب نہ ہو جائے۔ اگلی کتابیں بہر حال سابقہ کتابوں میں کامیاب ہونے کے بعد ہی ملتی ہیں۔

امتحان میں اگرچہ طلباء کی پوری پوری نگرانی اور دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اور ذمہ دار حضرات اس کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کیلئے کوئی غیر مناسب موقعہ مہیا نہ ہو۔

لیکن امتحان سالانہ کی اہمیت کے پیش نظر اس محافظت اور نگرانی میں زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آئندہ سال کی ترقیات اور علمی فضیلت (سند) ملنے کا دارومدار اسی امتحان سالانہ کی کامیابی پر ہوتا ہے۔ اسی بناء پر ناظم مدرسہ کی جانب سے نگرانی کرنے والے حضرات کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ پورے تیقظ اور بیداری کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیں۔

ہم یہاں پر ناظم مدرسہ کی ایک نقل تحریر کرتے ہیں جس کا تعلق امتحان کی انتظامی ذمہ داریوں سے ہے اور جس کے مخاطب حضرات اساتذۂ کرام اور ممتحنین مدرسہ ہیں۔

''مخدوم و کرم فرمایان بندہ، حضرات مدرسین و ممتحنین و جملہ کارکنان امتحان مدرسہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ ادب و احترام سے گزارش ہے (گویہ واقعہ ہے کہ ایسے امور کی جانب توجہ مبذول کرانے میں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے لیکن انتظامی ذمہ داریوں اور آپ حضرات کے مکارم اخلاق کے پیش نظر جسارت ہوئی ہے۔

فان الضرورات تبیح المحذورات۔

(۱) یہ کہ امتحانی نگرانی وغیرہ کو باحسن وجوہ انجام کو پہنچایا جائے۔ وقت امتحان دو صاحب ایک جگہ جمع ہوکر گفتگو نہ فرمائیں، اس سے نگرانی ناقص ہوجاتی ہے طلبہ کو آزادی ہوجاتی ہے۔ دوسروں کو لب کشائی کا موقعہ ملتا ہے اور فرض مفوضہ میں دیانۃ کمی و کوتاہی ہوتی ہے۔ واللّٰہ بصیر بالعباد۔

(۲) نیند کا بھی خیال فرمائیں کہ ہماری سنہ ونعاس سے طلبہ کو غلط موقعہ نہ مل جائے میں اپنی مجبوریوں اور معذوریوں کی وجہ سے امتحان گاہ حاضر نہیں ہوسکتا اسلئے توقع ہے کہ اس موقعہ پر پہلے سے بھی زائد خیال رکھا جائے گا۔

اس سے زائد آپ حضرات کی خدمت میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے اور حکمت بلقمان آموختن کا مصداق ہے۔ یقین ہے کہ اس مخلصانہ گزارش پر عمل فرما کر مجھ کو ممنون فرمایا جائے گا۔ فقط

(حضرت مولانا) اسعد اللہ (ناظم مدرسہ)

۱۳۵۱ھ تک امتحان سالانہ کے سوالات کے متعلق مدرسہ کا معمول یہ رہا کہ ”ممتحنین حضرات سوالات کے پرچے بنا کر ایک یوم پیشتر حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں بھیجدیا کرتے تھے۔ تاکہ دفتر تعلیمات میں محفوظ کر لیے جائیں۔ دوسرے روز امتحان گاہ میں ممتحنین کو یہ سوالنامے واپس کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن اس میں وسائط کی وجہ سے سوالات ظاہر ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ اس لئے ۱۳۵۲ھ میں امتحان سہ ماہی کے موقعہ پر یہ قدیمی معمول ترک ہوکر جدید قانون یہ بنایا گیا کہ ممتحنین حضرات اپنے اپنے سوالنامے بطور خود اپنے ہمراہ امتحان گاہ میں لایا کریں۔ اب کچھ سالوں سے یہ معمول ہے کہ جملہ امتحانات کے سولات محفوظ طریقہ پر دفتر تعلیمات میں آجاتے ہیں اور یہاں بڑی تعداد میں ان کی فوٹو اسٹیٹ ہوکر امتحان گاہ میں طلبا کو دیدیجاتی ہے۔

قواعد وضوابط امتحانات

(۱) تحریری امتحان کیلئے ہر طالب علم امتحان گاہ میں اپنی متعینہ نشست پر بیٹھے

(۲) امتحان گاہ میں شور وشغب نہ کرنا اور طلبہ کا سکون ووقار کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے حضرات اساتذہ کرام امتحان کی نگرانی کرتے ہیں۔طلبہ کا آپس میں بات چیت کرنا ایک دوسرے کوتعاون دینا لینا جرم ہے۔ایسا کرنے والے کوامتحان گاہ سے فوراً اٹھادیا جاتا ہے۔قلم کے علاوہ کوئی دیگر چیز نیز موبائل فون وغیرہ قانوناً امتحان گاہ میں لیجانا منع ہے۔

(۳) امتحان کے سوالات ممتحن حضرات مرتب کر کے دفتر تعلیمات میں بھیج دیتے ہیں۔ اور پھر بہت رازداری اور اخفاء کے ساتھ انکی کاپیاں تیار کرائی جاتی ہے۔ نیز جوابات لکھنے کے لئے چار ورق کی ایک کاپی بھی تیار کر کے طلبہ کوامتحان گاہ میں دیدی جاتی ہے جس پر قواعد امتحانات لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۴) سالانہ امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ کیلئے پورے تعلیمی سال میں ۸۰ فیصد حاضری ضروری ہے۔نیز بیماری کی وجہ سے دس فیصد کی مزید رعایت دیجاتی ہے۔

(۵) جو طلبہ امتحان سالانہ کی تمام کتابوں میں ناکام ہوجائیں ان کا آنے والے سال میں داخلہ نہیں لیا جاتا اور نصف سے زائد کتب میں کامیاب ہونے والے طلبہ کوترقی اور امداد دی جاتی ہے نیز نصف کتب میں کامیاب ہونے والے طلبا کوامداد بند کر کے ترقی دیجاتی ہے۔کسی کتاب کے امتحان میں عدم شرکت اس میں فیل ہونے کے برابر ہے۔

وجوہ عدم شرکت اپنے اصول کے ماتحت علیحدہ چیز ہے۔

(۶) اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۵، ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۷، ۱۸ جولائی ۲۰۰۱ء میں طے ہوا کہ سالانہ امتحان کے جو نمبرات قدیم دور سے چلے آرہے ہیں ان میں اب تغیر وتبدل کیا جاتا ہے۔چنانچہ اب انتہائی نمبرات ۲۱ کے بجائے ۱۰۰ ہونگے جس کی تشریح یہ ہے کہ ۳۳ سے ۴۴ تک ادنی نمبرات مانے جائیں گے اور ۴۵ سے ۵۹ تک اوسط نمبرات اور ۶۰ سے ۱۰۰ تک اعلی نمبرات ہوں گے۔

نیز ۹۶ سے ۱۰۰ تک نمبرات حاصل کرنے والا امتیازی نمبرات سے کامیاب اور ۳۳ سے کم نمبر حاصل کرنے والا ناکام (فیل ہوگا)

انعامات اور اسکے قوانین

مدرسہ میں ابتداہی سے طلبا کو سالانہ امتحان میں کامیاب ہونے پر حاصل شدہ نمبرات کے مطابق انعامات ملنے کا قانون رہا ہے۔ جو طالب علم پوری جماعت میں اول نمبرات سے پاس ہوتا ہے۔ اس کیلئے خصوصی انعام کے طور پر کوئی اہم اور مفید کتاب اور کچھ انعامی رقم بھی دیجاتی ہے۔ ۱۳۴۹ھ تک انعامات کی تقسیم کے لئے کوئی قانون متفقہ طور پر تجویز شدہ نہیں تھا بلکہ مہتمم صاحب کی صوابدید پر تھا جس کے لئے وہ جو کتاب مفید اور مناسب سمجھتے وہی دیدیتے۔ بالعموم ہر پاس شدہ کتاب پر ایک کتاب انعام میں ملتی تھی۔ کتب ممتحنہ اگر بڑی ہوتیں تو انعام میں بھی کوئی بڑی کتاب دیدی جاتی۔ اور اگر چھوٹی ہوتیں تو انعام بھی چھوٹی کتاب کا ہوتا انعامات کے سلسلہ میں مدرسہ کا یہ مذکورہ اصول بڑا قدیمی ہے۔ اسکے بعد متفرق سالوں میں انعام کی یہ مقدار بڑھتی رہی۔

آج کل جس ضابطہ اور قاعدہ کے مطابق انعامات تقسیم ہوتے ہیں روداد مظاہر علوم بابت ۱۴۱۷ھ میں ان کی وضاحت اسطرح کی گئی ہے۔

جو طلبہ اپنی جماعت میں امتحان سالانہ میں سب سے زیادہ امتیازی نمبر حاصل کریں گے ان کو پوری کتب خواندگی کا سیٹ اور مقررہ درج ذیل نقد انعام (روپے کی شکل میں) دیا جائیگا۔

(۱) فارغین دورۂ حدیث شریف کو کتب خواندگی کا مکمل سیٹ اور نقد پانچسو روپے انعام دیا جائیگا۔

(۲) فارغین مشق افتاء کو فتاوی محمودیہ کا مکمل سیٹ اور پانچسو روپے انعام دیا جائیگا۔

(۳) طلباء تخصص فی الحدیث شریف سال اول کو اوجز المسالک مکمل و تقریب التہذیب اور پانچسو روپے انعام ملیگا، تخصص فی الحدیث سال دوم کو نصب الرایہ جلد نمبر چہارم فتح المغیث جلد نمبر تین اور پانچسو روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔

(نوٹ) تخصص فی الحدیث کے طلباء اپنی جماعت میں کسی بھی کتاب میں

اعلیٰ نمبر لانے والے کو صرف تقریب التہذیب دیجائیگی۔

(۴) طلباء فنون کو کتب خواندگی کا سیٹ اور دوسو پچاس روپے انعام دیئے جائیں گے

(۵) طلباء سال ششم و ہفتم کو کتب خواندگی کا مکمل سیٹ اور مبلغ چار سو روپے انعام ملیں گے

(۶) سال اول عربی سے سال پنجم تک اپنی جماعت میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے کو کتب خواندگی کا سیٹ اور دوسو پچاس روپے انعام ملے گا۔

(۷) تجوید و قرأت و فارسی درجات قرآن مجید کے طلباء کو بھی ان کی کتب خواندگی کے سیٹ کے ساتھ ساتھ مبلغ سوسو روپے انعام ملے گا۔

(۸) جس طالب علم نے پورے سال میں صرف ایک کتاب پڑھی اس میں امتیازی نمبر حاصل کرنے والوں کو شاطبیہ اور مبلغ ایک سو پچیس روپے انعام دیا جائیگا۔

(۹) اجراء سبعہ میں امتیازی نمبر حاصل کرنے والوں کو وہ قرآن کریم دیا جائیگا جس پر حاشیہ میں اجراء چھپا ہوا ہے اور سو روپے نقد انعام ملے گا۔

(۱۰) تمام قرآن پاک ناظرہ ختم کرنے والوں کو بھی جو معیاری کامیابی حاصل کریں ایک قرآن شریف اور مبلغ ایکصد روپے انعام دیا جائیگا۔

(۱۱) نیز جو طلباء درجہ حفظ میں چندسی پاروں کا امتحان دیں ان کو مثل قرآن مجید کے طلباء کے انعام دیا جائیگا۔

(۱۲) جو درجہ ناظرہ میں چندسی پاروں کا امتحان دیں یا نورانی قاعدے گنتی کلمے نقل وغیرہ کا امتحان دیکر معیاری نمبرات حاصل کریں گے ان کو نقد پچاس روپے انعام دیئے جائیں گے۔

طلبا کیلئے وظائف اور تعلیمی سہولتیں

تعلیم میں دل نہاد ہو کر مشغول ہونے اور مالی اعتبار سے سہولت اور اطمینان ملنے کی غرض سے طلباء کو ماہانہ وظائف دیئے جانے کا معمول بھی ہے جو اپنے اصول وضوابط کے اعتبار سے مختلف درجات کے طلبا کے لئے کم وبیش ہے۔ چنانچہ طلبائے دار الافتاء کو ماہانہ ایک

سو پچاس روپے، طلبائے تخصص حدیث کو سال اول میں تین سو اور سال دوم میں پانچسو روپے، اور طلبائے تحفظ ختم نبوت کو پانچسو روپے دیئے جاتے ہیں، اسکے علاوہ درجہ فارسی سے دورۂ حدیث تک کے جملہ طلباء کے لئے مبلغ سو روپے ماہانہ متعین ہیں۔

ماہانہ وظائف کے علاوہ سال بھر میں ایک مرتبہ قیمت پاپوش (جوتا) اور موسم سرما میں ایک لحاف بھی دیا جاتا ہے۔ سال بھر میں ایک مرتبہ ہر لحاف کی مرمت اس کی دھلائی صفائی کے لئے پچاس روپے دیئے جاتے ہیں۔

موسم گرما میں تین جوڑے کپڑوں کی قیمت مدرسہ کی طرف سے دی جاتی ہے جو طلباء اپنے طور پر تیار کرا لیتے ہیں۔

مدرسہ کی طرف سے یہ وظائف اور امداد امتحان کے نتائج اور حسن کامیابی پر موقوف ہے۔

ہر سال طلبا کو ہزاروں روپے کی قیمتی کتابیں بطور انعام اسی نظریے کے ماتحت دی جاتی ہیں کہ ان کا علمی ذوق پروان چڑھے۔ اور وہ پوری رغبت وخواہش کے ساتھ تعلیمی میدان میں قدم بڑھاتے رہیں۔

تعلیمی اسناد، اور تصدیق نامے

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے اسکے فضلاء اور فارغین کو تصدیق نامے اور تعلیمی اسناد دینے کا دستور ابتداء سے ہی چلا آرہا ہے۔ گو یہ چیز مختصر پیمانے پر ہوتی تھی۔ کیونکہ اول تو طلباء اور فارغین کی تعداد ہی اس زمانے میں محدود تھی۔ دوسرے یہ کہ جتنے فارغ ہو کر اور تعلیم مکمل کر کے نکلتے وہ بجائے خود سند ہوتے تھے۔ اپنے بلند کردار۔ مضبوط علم اور پختہ استعداد کی بناء پر ہر دیکھنے والا ان کو سند سے بالاتر اور مستغنی سمجھتا اور وہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید، کے مصداق ہوتے تھے۔ گویا سند کو عظمت وتوقیر ان حضرات کی وجہ سے ملتی تھی یہ حضرات بذات خود اس کے لئے شرمندۂ احسان نہیں ہوتے تھے۔

تاہم بعض مرتبہ یہ اسناد اس وجہ سے بھی دی جاتی تھیں تاکہ ان کے ذریعہ صاحب سند کے حق

میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا جائے۔ نیک تمناؤں، آرزوں، اور دعاؤں کی سوغات، ان کو پیش کی جائے۔ اور اس جذبۂ محبت کا اعتراف کیا جائے، جو استاذ کو لائق شاگرد کی صلاحیتوں سے پیدا ہو چکا ہے۔

اور بعض مرتبہ یہ اسناد اس وجہ سے ملتی تھیں کہ اگر یہ نو وارد بن کر کسی جگہ پہنچیں اور علمی سلسلہ استوار کرنا چاہیں تو وہاں کے لوگوں کو حال، سے ''قال'' اور قال سے'' حال ملانے میں سہولت رہے، اسی لئے اس زمانے کی سندوں میں نہ ظاہری شان وشوکت ہوتی تھی اور نہ ہی الفاظ کی بندش، نہ عبارت آرائی اور نہ مضمون نویسی، سیدھے سادھے الفاظ میں ایک مختصر تحریر حوالہ کر دیجاتی تھی، لیکن خدا بھلا کرے موجودہ زمانے کے ارباب ذوق کا، اور ان کے حسن نظر کا کہ سندوں اور تصدیق ناموں کے بارے میں ان کے تصورات میں اب ہر دن اضافہ ہی ہے۔ اب وہ سند، سند کہلائے جانے کی مستحق نہیں رہی جو اپنے سائز کے اعتبار سے مختصر ہو۔ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے دیدہ زیب، دل فریب اور نظر نواز نہ ہو۔ الفاظ کی روانی اور بندش اس میں نہ ہو۔ اونچے، اور موٹے، موٹے الفاظ کے لحاظ سے وہ کسی سبعہ معلقہ یا مقامات حریری سے کم نہ ہو۔

شاہ اکبر، بیربل کے لطائف میں بیربل کا یہ جملہ کہ ''حضور چونکہ علم ومطالعہ بقدر عمامہ ہوتا ہے۔ اسلئے میں نے متعدد عمامے جوڑ کر اپنے لئے ایک بہت بڑا عمامہ تیار کر لیا ہے، اگر چہ ایک لطیفہ سے زائد کی حیثیت نہیں رکھتا، مگر ممکن ہے کہ موجودہ ارباب ذوق اس کو حقیقت سمجھنے لگے ہوں'' کہ علم ومطالعہ بقدر سند ہوتا ہے اور اس کی وسعت علم کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اس سلسلہ میں اگر اسلاف کے ذوق اور تعامل کو دیکھا اور پڑھا جائے تو ہم اخلاف کا یہ طرز عمل اس سے بالکل لگا نہیں کھائے گا۔

بہر حال تحریر یہ کیا جا رہا تھا کہ مظاہر علوم میں اسکے فضلاء اور فارغین کو ابتداء سے ہی سند دینے کا دستور رہا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا امین الحق ابن سید فیض علی عظیم آبادی (بہار) مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپور، مولانا کمال الدین صاحب انبالوی، کو بھی سندیں دی گئیں اور اس موقعہ پر دی گئیں جب کہ یہ حضرات دوسرے مدارس

علم میں بغرض درس وتدریس جانے لگے۔ افسوس ہے کہ ان حضرات کو دی جانے والی اسناد کی نقول روداد مدرسہ میں نہیں ہیں۔ ورنہ وہ بھی خاصہ کی چیز ہوتی، بالخصوص حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ کو دی جانے والی سند۔ تاہم مولانا کمال الدین صاحب کو دی جانے والی سند کی نقل مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کی روداد میں موجود ہے اسی سے یہاں نقل کی جاتی ہے۔ اور حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کو دی جانے والی سند حضرت شیخؒ نے اپنی تالیف رسالہ اسٹرائک میں نقل فرمائی ہے اس کو وہاں سے نقل کیا جاتا ہے۔

ان ہر دو سندوں میں الفاظ کی بے ساختگی اور سادگی، صاحب سند کے حق میں بے تکلفانہ لب ولہجہ اور اس کو جانچنے پرکھنے کے بعد مشفقانہ طرز خطاب خصوصیت سے قابل لحاظ ہے۔

نقل سند

کمال الدین پسر میانجی فیض علی، ساکن موضع ڈاڈلو، ضلع انبالہ۔

شروع ۱۲۹۰ھ میں اس مدرسہ میں فارسی پڑھتا ہوا داخل ہوا۔

درحالت تحصیل فارسی کی کتب مروجہ اور عربی کی کتب درسیہ علوم مفصلہ کی کمال محنت اور شوق سے تحصیل کیں، صرف، نحو کچھ ہندسہ، حساب، بلاغت کتب منقول، کتب معقول سب اس مدرسہ کے مدرسین سے حاصل کیں، اور جو علوم علماء تحصیل کیا کرتے ہیں (وہ) اس نے حاصل کئے اور سالانہ امتحان پر ہمیشہ مورد تحسین وآفریں اور مستحق انعام نکلا۔ اور اس سے کوئی امر خلاف ادب علماء یا نزاع باہمی طلباء سرزد نہیں ہوا اور صحاح ستہ میں سے اکثر مدرسہ ہٰذا میں اور بعض جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم سے پڑھی۔ چنانچہ مولانا صاحب نے ایک سال کے انعام میں بخاری شریف اپنی جیب خاص سے عنایت فرمائی اور اثنائے طالب علمی میں کچھ کتب درسیہ کا اس مدرسہ میں اور خارج مدرسہ درس بھی دیا۔ جملہ طلباء خواندگان حسن تقریر اور مطلب فہمی سے خوش اور مداح رہے۔ چونکہ نام لکھنا سب

کتب کا موجب طوالت ہے۔ اس لئے بعض کتابیں ذیل میں درج ہوتی ہیں جو سائل نے یہاں پڑھیں۔

پس بدانست احقر مولوی کمال الدین مستعد، نیک اطوار، فہیم، ذکی، خجستہ کردار سلیم الطبع، محنت شعار ہے۔

اب تبرکاً علوم منقول و معقول کی بعض کتب کے نام بھی لکھتا ہوں جو اس مدرسہ میں حاصل کیں۔ بیضاوی شریف، جلالین، بخاری شریف مع دیگر کتب صحاح ستہ مشہورہ توضیح تلویح، حسامی، ہدایہ ہر دو جلد، شرح وقایہ، شرح عقائد نسفی مع خیالی، شرح عقائد جلالی زوائد ثلاثہ مع حواشی معمولہ، مسلم الثبوت، حمد اللہ قاضی مبارک، صدرا، شرح ملا، خلاصۃ الحساب، اقلیدس وغیرہ۔

اور میری دانست میں پڑھنے کی حالت میں اس شخص کی ایسی کامل استعداد تھی کہ خاص اس کتاب کا دوسروں کو درس دے سکے۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔

محمد مظہر مدرس اول　　قاضی فضل الرحمٰن مہتمم مدرسہ　　عبدالواحد خاں نائب مہتمم مدرسہ

۱۷ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور[۱]

(۲) سند بنام حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری،

سابق مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عنایت الٰہی طالب علم مدرسۂ عربی سہارنپور ۱۲۸۴ھ یعنی ایام ابتداء تقرر مدرسہ، اس مدرسہ میں داخل ہوا، صرف و نحو و فقہ و اصول و کتب معقول و معانی، ادب و ریاضی بہت شوق سے حاصل کئے۔ اور کتب حدیث مشکوٰۃ شریف و اکثر صحاح ستہ اچھی طرح پڑھیں اور امتحانات سالانہ میں مورد آفریں رہا اور انعامات بھی پائے چنانچہ ۱۲۸۵ھ میں شرح وقایہ اور ۱۲۸۶ھ میں قاضی مبارک و سراجی اور ۸۷ھ میں جامع ترمذی اور ۹۱ھ میں شرح چغمینی و تقریب التہذیب انعامات حاصل کئے، اور چند روز کے لئے حسب خلو عہدہ مدرس عربی کی اعانت پر (مظاہر علوم میں) مقرر ہوا تو تعلیم میں اسکے طالب علم اس سے خوش رہے۔ کنز الدقائق

---

[۱] روداد مظاہر علوم ۱۲۹۸ھ صفحہ ۱۱

،نورالانوار، نفحۃ الیمن، مختصر المعانی کا درس دیا۔

پھر جب مدرسہ مظاہر علوم کی بناء شروع ہوئی تو حساب تعمیر اسکے سپرد کیا گیا چنانچہ مولٰی الیہ نے جملہ کاروبار اپنے متعلق کو بخوبی انجام دیا۔ حساب بہت درست اور بہت صاف رکھا اور کتب خانہ بہت آراستہ رکھا۔ اور اپنی اس کارکردگی میں اطفال کا سبق بھی ملحوظ نظر رکھا۔

میں اس کے کام سے اور حاضر باشی اور دیانت سے بہت خوش ہوں اور بدانست احقر یہ شخص کارگزار، ہشیار، مستعد، امانتدار، اپنے افسر کا فرماں بردار ہے، خصوصاً حساب کے راستہ میں یدطولی رکھتا ہے۔

اپنے والد کی طلب کے موافق بضرورت استعفاء دیا۔

تاریخ تحریر ۶ رشعبان ۱۲۹۵ھ

دستخط محمد مظہر مدرس مدرسہ اول۔

تحریر مولوی صاحب کو راست گمان کرتا ہوں۔ احمد علی کل حال

مذکورہ ہر دو سندیں مظاہر علوم کے بالکل ابتدائی دور کی ہیں، جیسا کہ ان پر لکھی گئی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اسناد اور تصدیق ناموں کے لئے باقاعدہ طور پر اصول وضوابط مقرر نہیں تھے۔ بعد میں رفتہ رفتہ اس کے لئے قوانین ترتیب دیئے گئے اور درجات کے اعتبار سے سندوں کا دیا جانا تجویز کیا گیا۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

تعلیمی اسناد کیلئے اصول وضوابط

جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے مختلف درجات مثلاً درجۂ عربی، درجۂ تجوید، قرآن شریف کے طلبا کو جو علمی سندیں اور تصدیق نامے (سرٹیفکٹ) دیئے جاتے ہیں ان کے لئے جو اصول وضوابط مقرر ہیں ان کو یہاں تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

(ا) فارغین علم کو جو سند دی جائے گی وہ امتحانات کے نتائج کے اعتبار سے چار قسم پر مشتمل ہوگی۔

☆ سند درجۂ اول:- یہ ایسے طلبا کو دی جائے گی جو صرف سالانہ امتحان میں مجموعی

نمبرات کے لحاظ سے چھ سونمبرات حاصل کریں۔

☆ سند درجہ دوم:- یہ ایسے طلبہ کو دی جائے گی، جوصرف سالانہ امتحان مں مجموعی نمبرات کے لحاظ سے (۴۵۰) نمبرات حاصل کریں۔ درجۂ اول اور درجہ دوم کی یہ دونوں سندیں مختلف الفاظ سے عربی عبارات میں ہوتی ہیں۔

☆ سند درجہ چہارم:- یہ ایسے طلبہ کو دی جائے گی جن کے نمبرات سالانہ امتحان میں (۳۳۰) سے کم ہونگے یہ سند اردو میں دی جائے گی اور امتحانات میں ملنے والے نمبرات کی تصریح بھی اس سند میں ہوگی۔

(۲) ـــــ جو کتب نقشہ جات خواندگی میں درج ہیں اوران کا سالانہ امتحان بھی ہوا ہو وہ کتب سند میں درج ہوں گی۔ خارج میں پڑھی ہوئی کتابیں درج نہ ہوں گی۔

(۳)ـــــ جوطلبہ مدارج مقررہ کے درمیانی نمبرات حاصل کرینگے ان کو حاصل کردہ نمبروں کے درجہ تحتانی کی سند دی جائے گی۔

(۴)ـــــ خواندگی کے آخری سال کے وسط میں سند نہیں دیجائیگی بلکہ امتحانات سالانہ کے بعد دیجائیگی۔

(۵)ـــــ مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد مدرسہ میں خواندگی میں کوئی طالب علم شریک نہیں ہو سکے گا۔

(۶)ـــــ مدرسہ سے خارج شدہ طلبہ کو بھی سند دی جائیگی لیکن اخلاقی تصدیق نامہ نہیں دیا جائیگا۔

گذشتہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ فارغین کو جو سندیں مدرسہ مظاہر علوم کی جانب سے ملیں گی وہ نتائج امتحانات کے اعتبار سے چار قسموں پر مشتمل ہوں گی۔ سند درجۂ اول، سند درجۂ دوم، سند درجۂ سوم، سند درجہ چہارم، ان چاروں درجات کی سندوں کی نقول یہاں پیش کیجاتی ہیں۔

سند درجۂ اول

سند الفراغ المدرسة العربية الشهيرة بمظاهر علوم الواقعة ببلدة

سہارنفور (یوفی الھند)

الحمد الله الواحد الصمد . رافع السماء بغیر عمد- الذی اکرم بمتصلات نعماه- وانعم بمتوالیات الائہ- خلق الانسان فی احسن تقویم- وخلع علیه خلع التشریف والتکریم- والصلوة والسلام علی افضل رسله وھادی سبله، الذی جعل الصلوة علیه من اوضح براھین الحسنات- والسلام علیه من اھدی سبل الکمالات سیدنا و مولانا محمد سید الاولین و سند الاخرین و علی اله و اصحابہ الھادین المھتدین-

وبعد فان اخانا فی الدین الشیخ الفاضل .... ابن ....المتوطن قریة .... من مضافات

....

قد حضر ھذه المدرسة العالیة العربیة الشھیرة بمظاھر علوم الواقعة ببلدة سہارنفور (الھند) صانھا الله تعالیٰ عن الأفات والشرور فی .... سنة .....من الھجرة النبوة علی صاحبھا الف الف صلوٰة وتحیة و اقام فیھا ......وقرأ علی مدرسیھا الکتب المتداولة من العلوم المختلف بالتدبر و الاتقان.

فمن علم الحدیث۔(یہاں دورۂ حدیث شریف کی کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں)

فلما رحل مطایا السفر- بعد ان ادرک من تحصیل مرامه الوطر- ونال من تحصیل ماتوفر رغبته حظاً او فی واوفر- طلب منا السند واستجازنا و ھو علی ما نراہ بحمد الله تعالیٰ شاب صالح اھل للدرس والافادة فنودعه و نحن عنه رضوان و ھو عنا راض- و نجیزه بما قراھو علینا او غیره و ھو یسمع کما اجازنا مشائخنا الکرام علی الشروط المعتبرة عند علماء ھذا الشان- ونعطیه ھذه الصحیفة الانیقه سنداً و ھو سند للدرجة الاولیٰ-

و نوصیة بتقوی الله تعالیٰ فی السر والعلانیة-و بلزوم السنة السنیة و

اجتناب البدعة المضلة و ان يشتغل بتعليم علم الدين ويفيض على الطلبة بسجالها و يشغل سره بالذكر والفكر فى خلالها و ان لا يميل الى الدنيا ولذاتها و ان لا يعرج على ابنائها ومزخرفاتها- وان لا يخاف فى الله لومة لائم- و ان لا ينسانا من صالح دعواته فى خلواته وجلواته-

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين- وصلى الله تعالىٰ افضل الرسل سيدنا و مولانا محمد و الہٖ واصحابه اجمعين-

امضاآت الاركان والمدرسين ______

سند درجہ دوم

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد الله الذى خلق الانسان من طين- ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين- وفضله على كثير من خلقه - وجعل خليفتهٗ فى ارضه ففاق الملائكة المقربين- والصلوة والسلام على حبيبه و خير خلقه سيد الاولين والأخرين-سيدنا و مولانا محمد واٰلہٖ واصحابه و ذرياته واتباعه اجمعين الىٰ يوم الدين-

اما بعد! فان اخانا فى الدين الشيخ الفاضل .... المتوطن قرية

....

.... من مضافات ...... قد دخل هذ المدرسة العالية الشهيرة بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور (الهند) صانها الله تعالىٰ عن الأفات والشرور فى اوائل....... من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوة والتحية واقام فيها ...... فجعل يقرء و يسمع حتى قرء الكتب المتداولة من العلوم المختلفة فمن علم الحديث.........

فلما فرغ طلب منا السند واستجازنا- فنجيزة بسند الدرجة الثانية بما قرأ

هو علينا او غيره و هو يسمع كما اجازنا مشائخنا الكرام على الشروط المعتبرة السنية- واجتناب البدعة المضلة- وان يشتغل بتعليم علوم الدين- وان لا ينسانا فى صالح دعواته فى خلواته وجلواته.

واخر دعوانا ان الحمد رب العالمين- والصلوة والسلام على سيدنا المرسلين سيدنا و مولانا محمد و اله واصحابه اجمعين -

امضاآت الاركان والمدرسين

سند درجہ سوم

بسم الله الرحمن الرحيم-نحمد الله العظيم و نصلى على رسوله الكريم- اما بعد! فان اخانا فى الدين- الشيخ الفاضل......... المتوطن ....قرية ....من مضافات ....دخل هذه المدرسة العربية الشهيرة بمظاهرعلوم الواقعة ببلدة سهارنفور (الهند)

فى ....وقرأ هذه الكتب ......

فلما فرغ طلب منا السند فنعطيه هذا السند للدرجة الثالثة- ونوصيه بتقوى الله تعالى فى السر والعلانية وبلزوم السنة السنيه، واجتناب البدعة المضلة و ان لاينسانا من صالح دعواته فى خلواته وجلواته- و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين- والصلوة والسلام على سيدنا المرسلين سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين، برحمتك يا ارحم الراحمين-

سند درجہ چہارم

یہ سند پہلے اردو میں لکھ کردی جاتی تھی، لیکن اب عربی زبان میں تصدیق التعلم کے نام

سے دیجاتی ہے۔

(سرنامہ) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت حاصل کرنے کی سند

بسم اللہ الرحمن الرحیم-نحمد اللہ العظیم و نصلی علی رسولہ الکریم

مولوی..........متوطن موضع..........ضلع..........صوبہ

سنہ میں داخل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہوئے۔ اور کتب ذیل اس مدرسہ میں پڑھیں.......اب ان کی طلب پر یہ سند دی جاتی ہے اور وصیت کی جاتی ہے کہ ظاہر و باطن میں اتقاء اختیار کریں۔ سنت کی پیروی کریں اور بدعت سے پرہیز کریں اور اپنی نیک دعاؤں میں مدرسہ و اساتذہ کو نہ بھولیں۔ فقط دستخط

سند میں ایک اہم اضافہ

ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں زبردست اسٹرائک ہوئی۔ کچھ فتنہ پرداز شہر کے مسلم اور غیر مسلم اشرار کی معاونت سے اس وقت کی سوسالہ علمی یادگار کی اینٹ سے اینٹ بجادینا چاہتے تھے۔ لیکن اللہ نے محض اپنے فضل وکرم اور اپنے مخلصین کی سحرخیزی اور گریۂ وزاری کی بدولت ان کی ہر سازش کو ناکام بنایا، مظاہر علوم اس بھنور میں تقریباً پانچ ماہ تک پھنسا رہا، اس فتنہ اندازی میں بعض وہ طلباء بھی شامل ہوئے جو دورۂ حدیث شریف پڑھ رہے تھے اور ان کی تعلیم کا آخری سال تھا اس موقعہ پر اکابر مظاہر علوم کے سامنے یہ مسئلہ آیا کہ اس فتنہ میں شرکت کرنے والے اصحاب اگر مدرسہ سے اپنے لئے علمی سند طلب کریں تو ان کو سند دی جائے یا نہیں؟

باہم مشاورت کے ذریعہ طے پایا کہ اگر سند نہ دی گئی تو یہ اصحاب اپنے مستقبل کے تباہ کن اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور جس ادارہ سے وابستگی چاہیں گے تو سب سے پہلی مشکل ان کے سامنے "سند" اور تصدیق نامے کی ہوگی کہ اسکے بغیر کوئی ادارہ ان کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اس طور پر یہ اصحاب معاشی اور اقتصادی مسائل میں الجھ جائیں گے۔ اسلئے طے ہوا کہ سند تو ضرور دی جائے اور چونکہ سند ایک طرح کی علمی، اخلاقی تصدیق ہوتی ہے اور سند

دینے والا گویا سند لینے والے پر اعتماد اور اعتبار کا اظہار کرتا ہے اسلئے شرعی طور پر یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے اصحاب کی طرف سے دوسرے مدارس اور جامعات کے ارباب انتظام کو اندھیرے میں نہ رکھا جائے اور کھلے لفظوں میں تصریح کردی جائے کہ یہ ان طلباء میں سے ہیں جو اکابر مظاہر علوم کی نگاہ میں اپنی شخصیت اور حیثیت کو مجروح کر چکے ہیں —— اس بناء پر ایسے اصحاب کی سندوں میں عند علماء ہذا الشان'' کے بعد اس عبارت کا اضافہ کیا جائے۔

و مما يجب التنبيه عليه انه كان من رؤساء المفسدين الذين افسدوا في المدرسة في سنة ۱۳۸۲ھ و سعوا في تخريب المدرسة بايماء الكفار والفساق- اصلح الله حاله-

خصوصی اعزازی سند

کسی ہونہار اور صلاح ظاہری و باطنی سے بھرپور عالم و فاضل کو اگر ناظم مظاہر علوم اس کی حوصلہ افزائی کے پیش نظر اعزازی سند دینگے تو اس کا مضمون یہ ہوگا۔

بسم الله الرحمن الرحيم- هو الرحمن امنا و عليه توكلنا وصلينا على رسوله وسلمنا اما بعد!

فان اخانا في الدين .... المتوطن قرية ....

من مضافات .... قد حصل العلوم الدينية والكتب الفنون العقلية كليتنا الشهيرة بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور (الهند) بالتدبر والاتقان و هو على ماراى واظن شاب صالح، اهل للدرس والافادة- وارجو ان الطلبة يطمئنون بحله المغلقات في الروايات وكشفه المعضلات في الدرايات ولا ازيد على ما كتبت، فان التجربة مستظهر مااقول انشاء الله تعالیٰ

دستخط مهر

اصول وضوابط برائے سند قرأت وتجوید

(۱) مدرسہ مظاہر علوم سے سند تجوید وقرأت ایسے طلبہ کو دی جائے گی جو مدرسہ سے براہ راست سند کا مطالبہ کریں۔ اور عربی کتب کی سند انہوں نے حاصل نہ کی ہو۔ اور جو سند اساتذۂ تجوید اپنے طور پر دینگے ایسی سند کا مدرسہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ مدرسہ کی مہر اور اراکین مدرسہ کے بھی اس پر دستخط نہیں ہوں گے۔ اور وہ سند محض شخصی سمجھی جائے گی۔

(۲) مدرسہ سے تجوید کی جو سند دی جائے گی اس پر صرف اساتذہ تجوید اور مہتمم و نائب مہتمم کے دستخط ہوں گے اور مدرسہ کی مہر ہوگی۔

سند برائے درجۂ قرآن شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم- الحمد للہ رب العالمین – والصلوۃ والسلام علی سیدنا المرسلین محمدٍ وعلی الہٖ واصحابہ اجمعین – اما بعد!

ہمیں دلی مسرت ہے کہ حافظ ....ابن ......سنہ...............میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے درجۂ قرآن شریف میں، قرآن شریف حفظ/ ناظرہ ختم کیا ہے۔ ان کو حفظ ناظرہ قرآن شریف کے درجۂ میں، درجۂ اولی کی سند دے رہے ہیں۔

ہم ان کو وصیت اور نصیحت کرتے ہیں کہ کبھی قرآن شریف سے غافل نہ ہوں۔ اس پر عمل کرتے رہیں۔ اور بدعتوں سے دور ہیں۔ فقط دستخط مہر

سند مسلسلات

مسند الہند حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا ایک مجموعۂ تالیف مسلسلات درثمین اور نوادر کے نام سے ہے۔ ان میں پہلی کتاب الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین ہے اور دوسری الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین اور

تیسری کتاب النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس مجموعہ میں وہ احادیث ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ تک اور صحابہ سے لیکر آج تک ہر استاذ سے اپنے شاگرد کو تسلسل اور ربط کے ساتھ پہنچیں۔ ان میں بعض احادیث مصافحہ کے ساتھ بعض زمزم و کھجور اور بعض ملتزم پر قبولیت دعا کے ساتھ منقول ہیں۔ اور بعض احادیث وہ ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں یا بیداری میں پہنچی ہیں۔ قدیم زمانہ سے اکابر اہل علم کا دستور رہا ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ حدیث کے سامنے ان رسائل ثلاثہ کو پڑھکر ان سے اجازت لیتے اور سند حاصل کرتے تھے۔

مظاہر علوم میں یہ سلسلہ اس کے دور اول سے ہی جاری ہے۔ تاہم حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی ذات گرامی سے اس سلسلہ کا زبردست شیوع ہوا۔ اور بلا مبالغہ ہزاروں علماء و مشائخ نے ان دونوں حضرات کے سامنے ان رسائل ثلاثہ کو سنا کر (یا ان کی مجلس قرأت میں شامل ہوکر) اپنا سلسلہ تلمذ اور سلسلۂ حدیث ان سے وابستہ کیا۔

حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۲۹۳ھ میں بھوپال کے زمانۂ قیام میں حضرت مولانا عبد القیوم صاحب بڈھانوی شاگرد رشید حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب سے بخاری شریف، شمائل ترمذی اور کچھ حصہ مسلم شریف نیز یہ رسائل ثلاثہ مسلسلات، در ثمین، اور نوادر) پڑھکر جملہ احادیث کی اجازت اور سند حاصل کی۔ پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے اس کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اپنے وقت کے علماء اور اکابر نے آپ سے اجازت لی، شوال ۱۳۳۴ھ کے درس مسلسلات میں اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری، ایک بڑی جماعت کے ساتھ جس میں مظاہر علوم کے اساتذہ بھی تھے، شامل ہوئے۔ حضرت نے اوائل سن کر سب شرکاء کو مسلسلات اور جملہ کتب حدیث کی سند دی اور اپنے دست مبارکہ سے سندوں پر دستخط فرمائے اور مہر لگائی۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بھی اسی موقعہ پر اجازت

حاصل کی تھی۔ ۱۳۴۶ھ تک حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اس کا اہتمام ہوا۔ انکی وفات کے بعد یہ سلسلہ حضرت شیخؒ کی طرف منتقل ہوگیا۔ ابتداء میں مخصوص طلباء اجازت لے لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اتنی کثرت سے اس کا پھیلاؤ ہوا کہ آج اس کی صحیح تعداد بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔

حضرت شیخؒ کے یہاں یہ درس بڑی عالمانہ شان وشوکت کے ساتھ ہوتا رہا۔ اور درس میں شریک ہونے والوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آخری سالوں میں سیکڑوں تعداد میں علماء وخواص اس میں شریک ہوئے۔ مدارس عربیہ اور دینی اداروں کے اساتذہ حدیث بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اس میں جمع ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت شیخؒ سے یا بالفاظ دیگر جامعہ مظاہر علوم کے کبار محدثین سے اپنا علمی نسب جوڑا۔

ہم یہاں حضرت شیخؒ کی تحریری یادداشت تاریخ کبیر سے ۱۳۹۰ھ کے درس مسلسلات کی کیفیت اور اس کی تفصیلات نقل کرتے ہیں اس کے مطالعہ سے قارئین کو اس درس کی اجتماعیت اور وسعت ومقبولیت کا اندازہ ہوسکے گا حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں۔

چونکہ گذشتہ سال سفر حجاز کی وجہ سے مسلسلات نہیں ہوسکی تھی۔ لوگوں کے استفسارات ہو رہے تھے اور آئندہ بھی مسلسلات کی امید کم تھی۔ نیز گذشتہ سال دار العلوم دیوبند کی اسٹرائک اور اس سال ندوہ کی اسٹرائک نے طبیعت پر زیادہ اثر کر رکھا تھا۔ اسلئے اپنی عادت اور معمول کیخلاف اخبارات میں یہ اعلان کردیا تھا۔ کہ پچیس ستمبر ۱۹۷۰ء (۲ر رجب ۱۳۹۰ھ) کو مسلسلات ہوگی مگر اسٹرائیکی کوئی شریک نہ ہو۔

اس موقعہ پر عوام کا مجمع ہزاروں سے زائد ہوگیا۔ خواص میں بھی مولانا منظور نعمانی، مولانا منت اللہ جو پہلے سے دار العلوم دیوبند کی شوریٰ میں آئے ہوئے تھے ٹھہر گئے۔ علی میاں کا شدید تقاضا آیا کہ مجھے ضرور شریک ہونا ہے ان کو اجازت بھی دی تھی، مگر ایک ہفتہ قبل رائے بریلی میں اس قدر شدید سیلاب آیا کہ تکیہ کی مسجد میں پانی آگیا۔ مکانات سارے زیر آب ہوگئے۔

اسلئے علی میاں نے اپنا آنا ایک دن پہلے ہی ملتوی کردیا ـــــ جمعرات کی شام کو مولوی

معین اللہ شاہ معین الدین اعظم گڑھی، مولوی سعید الرحمٰن، مولوی محمد میاں، مولوی رابع وغیرہ پہنچے، اور التواء کے باوجود جمعہ کی شب میں دو بجے کے قریب مولانا علی میاں، مولوی ثانی کے ساتھ پہنچ گئے۔ مولانا عمران بھوپالی، مولانا نسیم امروہوی، اور بہت سے خواص جمعرات کو پہنچ گئے۔ نظام الدین کے حضرات نیز مولانا معراج صاحب نائب مہتمم دارالعلوم وغیرہ بھی پہنچے، قاری سلیمان مکی جو دو ہفتہ قبل آئے تھے اور تین چار دن قیام کا ارادہ تھا وہ بھی مسلسلات کی خبر سن کر ٹھہر گئے، آفتاب عالم مدنی بھی، اور جمعرات کی دوپہر کو مولوی تقی وغیرہ گجراتی احباب بھی آگئے، مولوی احتشام، صوفی افتخار صاحب وغیرہ کاندھلہ کا مجمع بھی پہنچ گیا۔ ایک ہفتہ اس پر بحث رہی کہ مسلسلات دارالطلبہ جدید کی مسجد میں پڑھائی جائے یا اس کی دارالحدیث میں۔

اہل مدرسہ کا اصرار مسجد پر اور مولوی نصیر و شیخ انعام اللہ وغیرہ کا دارالحدیث پر تھا، مولانا منظور صاحب و مولانا منت اللہ صاحب بعد ظہر دارالطلبہ جدید گئے دونوں جگہ کا معائنہ کیا اور دارالحدیث کو ترجیح دی۔ سوا چھ بجے کتاب شروع ہو کر بارہ بجے ختم ہوئی، مسند بالحسن مولانا علی میاں نے اور میری تجویز پر کتاب کا خاتمہ اسماء اعظم اربعینہ مولانا انعام صاحب نے اور مسند بالشعراء مولوی سعید الرحمٰن ندوی نے پڑھی، مولانا انعام صاحب نے دعاء کرائی ــــــــــ (تاریخ کبیر باختصار)

یہاں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کی وہ خصوصی سند نقل کی جاتی ہے جو آپ شرکائے مسلسلات کو اپنے دستخط کے ساتھ مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

سند مسلسلات الحديث من شيخ الحديث بمظاهر علوم سهارنفور

الحمد لله الذى تواترت الائه الشهيرة واتصلت بنا نعمائه الغزيرة والصلوة والسلام على من ارسل بجوامع الكلم بشير او نذير او بمسلسل الفضل المبين رحمة للعالم منيرا و على نوادر اله وصحبه الحملة لمبشرات النبى الامين وعلى اتباعه الاوائل والاواخر الحماة للدين المتين اما بعد—

فیقول العبدالمفتقر الی رحمة ربه القصوی محمد زکریا بن العلامة حافظ القرآن والحدیث الشیخ محمد یحیٰ سامحه الله ماظهر و ما اخفیٰ اَنَّ اخالی فی الدین..............

سمع منی و مما قرئ علی الرسائل الثلثة اولهاالفضل المبین. من حدیث النبی الامین وثانیها الدرالثین فی مبشرات النبی الامین وثالثها النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر کلها من مصنفات حجة الاسلام و قدوة الانام الشاه ولی الله الدهلوی و ایضاً الحدیث المسلسل بضیافة الاسودین التمر والماء والحدیث المسلسل باجابة الدعاء عند الملتزم وطلب منی اجازتها فاجیزه ان یرویها و عنی کما اجازنی بها حافظ القرآن و الحدیث العلامة الاوحد سیدی ابو ابراهیم حبیب الله خلیل احمد شرفه الله و کرم یوم الغد بشرائطها المعتبرة عند اهل هذا الطریقة المثلٰی واوصیه بتقوی الله تعالیٰ فی العلن والنجوی و ان یجتنب الاحداث فی الدین والتفریق بین المسلمین وان یحترز عن طلب لذات الدنیا و خماتها و عن اساءة الادب باکابر الامة و هداتها و ان لا ینسانی و مشائخی فی صالح دعواته فی خلواته و جلواته واسال الله تعالیٰ ان ینفعنی بها و ایاه و ان یوفقنا لما یحب و یرضاه.

وصلی الله تبارک و تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد واله و صحبه وبارک وسلم کما یحب ربنا و یرضاه بعددما. یحب و یرضی.

حضرت شیخ ؒ نے اپنی حیات ہی میں مختلف اعذار بالخصوص نزول آب کی بناء پر ۱۳۸۸ھ میں درس بخاری شریف حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو سونپ کر جامعہ مظاہر علوم کا شیخ الحدیث نامزد فرمادیا تھا۔ کم وبیش بارہ سال تک آپ نے حضرتؒ کی حیات میں درس دیا۔ اسکے بعد سے متواتر یہ عظیم الشان کتاب آپ کے زیر درس چلی آرہی ہے۔ مولانا موصوف بھی مسلسلات کا درس دیگر طالبان حدیث کو یہی سند اپنے دستخط کے ساتھ مرحمت فرماتے ہیں۔

جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے درس حدیث کی مختصر تاریخ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے ابتداء سے ہی قرآن و حدیث کی اشاعت اور منقولات کی تعلیم کو اپنا مطمح نظر اور مقصود اعلیٰ قرار دیا ہوا ہے اور اس میں کبھی تخلف نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ مظاہر علوم کے لئے اسکے اولیں سرپرست اور مربی روحانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی وصیت یہ ہے کہ، حدیث شریف وفقہ کے پڑھانے پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی جو تحریری وصیت چھوڑی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ!

مہتمم صاحب کو ضروری ہے کہ اس امر میں سعی فرمائیں کہ طلبہ حدیث وفقہ کو بغور و تدبر پڑھیں کہ اصل مقصد بناء مدارس سے یہ ہے اور بس۔ اور دیگر فنون یا خادم و مبادی اس کے ہیں جیسے فنون عربیہ و ادبیہ و اصول یا مخل و مضر اس کے جیسے فلاسفہ جہل مرکب۔

مدرسین (مظاہر علوم) کی خدمت میں بھی یہ عرض ہے کہ در باب درس دینیات طلبہ پر تنبیہ رکھیں کہ خوب تدبر کے ساتھ مطالعہ کر کے سمجھیں اور فنونِ دینیہ خصوصاً حدیث شریف کا بہت اہتمام کریں۔ فقط

وانا الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اکابر مظاہر علوم نے اس وصیت مبارکہ کو نہ صرف اس وقت عظمت و توقیر کی بلند نگاہ سے دیکھا بلکہ وہ آج تک اس کی اہمیت کو تسلیم کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ارباب اہتمام کو اگر کبھی سرسری طور پر بھی یہ محسوس ہوا کہ طلبائے مظاہر علوم منقولات کے مقابلہ میں معقولات اور علوم عالیہ کے مقابلہ میں علوم آلیہ میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں یا منقولات کی شایان شان اس کا استقبال نہیں ہو رہا تو فوراً مناسب الفاظ میں ان کو تنبیہ کر کے ان کی توجہ ادھر سے ہٹا کر دوسری جانب پھیر دی گئی۔ اور ان کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ مظاہر علوم کی بناء اور تاسیس کا مقصد صرف اور صرف قرآن و حدیث اور علوم دینیہ ہیں۔ باقی جملہ علوم وفنون

ثانوی درجہ میں ہیں۔ اوران میں بقدر ضرورت ہی اپنے اوقات صرف ہونے چاہئیں۔

محدث گنگوہی کے مذکورہ بالا فرمان کی طرح دیگر اکابر مظاہر علوم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب نور اللہ مراقدہم نے بھی ایک دیگر موقعہ پر طلبائے مظاہر علوم کو ان الفاظ میں تنبیہ اور نصیحت فرمائی تھی کہ!

جو لوگ چندہ ادا کرتے ہیں صرف بہ نیت حصول ثواب اخروی علوم دینیہ کی تحصیل و ترویج کے لئے صرف کرتے ہیں۔

اسلئے یہ گزارش ہے کہ اساتذہ اور جملہ طالب علموں کو یہ بات یاد رہے کہ چندہ گزر ان کی غرض مدرسہ بنانے اور طالب علموں کو کھانا دینے اور مقرر کرنے سے صرف دینیات کی ترویج و اشاعت اور منقولات کا پھیلانا مدنظر ہے جو اس زمانے کے مدارس میں فرو گذاشت ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے تو چاہئے کہ علوم دینیہ کو مقصود اصل جان کر تحصیل کریں اور منطق وغیرہ کو صرف آلہ جانیں۔ ورنہ اساتذہ کے اوقات ضائع ہوں گے اور چندہ والوں کی غرض حاصل نہ ہوگی۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(روداد مدرسہ بابت ۱۲۹۱ھ)

محدث گنگوہی کی مذکورہ وصیت اور ارباب اہتمام کا منقولات کے ساتھ حد درجہ اعتنا اور تعلق دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ علم الٰہی میں گویا یہ بات طے شدہ تھی کہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو خصوصی طور پر علم حدیث اور خدمت حدیث میں ممتاز اور وقیع بنانا ہے۔ اسی لئے یہاں درس حدیث کا آغاز ابتدا سے ہو گیا تھا۔ اور شروع سے ہی اونچی کتابوں کے طلبا یہاں آکر جمع ہو گئے تھے۔

چنانچہ مظاہر علوم میں پہلی مرتبہ مشکوۃ شریف ۱۲۸۵ھ میں ہوئی جس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب وغیرہ شریک تھے۔ ایک سال بعد

یعنی ۱۲۸۶ھ میں بخاری شریف کا بھی افتتاح ہو گیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا سید جمیعت علی صاحب، (والد ماجد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب) مولانا چراغ علی صاحب حضرات اس میں شامل تھے۔

مظاہر علوم کے دور اول میں فن حدیث کی تمام کتابیں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد احسن صاحب کانپوری ـــــ کے یہاں ہوتی تھیں۔

یہ نفوس قدسیہ خدمت حدیث شریف کے لئے اور مظاہر علوم کا وقار بڑھانے کے لئے اپنے آپ کو بالکل وقف کر چکے تھے۔ ان حضرات کے لئے جس طرح صحاح ستہ پڑھانا کچھ دقت طلب نہیں تھا اسی طرح فن کی دوسری اہم اور دقیق کتابیں پڑھانا بھی کچھ مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ مظاہر علوم کے دارالحدیث میں جامع الصغیر للسیوطی، احیاء العلوم، تیسیر الوصول الی جامع الاصول سنن دارمی، رسالہ اصول حدیث، مسند امام اعظم مسویٰ وغیرہ کتنی ہی مرتبہ پڑھائی گئی۔

مظاہر علوم میں درس حدیث کا آغاز ہونا تھا کہ شائقین حدیث کا ہجوم شروع ہو گیا۔ اور شرکائے دورۂ حدیث کی تعداد میں یوماً فیوماً اضافہ ہونے لگا۔ ادھر عنایت الٰہی شامل تھی کہ اس نے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری جیسے یکتائے روزگار اور امام حدیث کو مظاہر علوم میں لاکر بٹھا دیا جس سے مظاہر علوم کو مزید رونق و تازگی ملی اور اس کے دارالحدیث میں چار چاند لگ گئے۔ اس کا ہلکا سا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف ۱۲۹۴ھ میں پچیس طلبا نے اور ۱۲۹۵ھ میں اڑتیس طلبا نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علم حدیث حاصل کیا۔

اور پھر اس مجموعے کے متعدد افراد بعد میں مستقل حیثیت واہمیت کے مالک بن کر علم و فضل کے مرجع و مرکز بنے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے آب و تاب بخشی اور رفعت و عظمت کی اتنی اونچی مسند پر بٹھایا کہ ایک عالم کا عالم ان کے اشاروں پر چلتا اور ان کی شخصیت و عبقریت کا دل سے معتقد اور قدردان تھا۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے انتقال کے بعد مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اور مولانا احمد علی صاحب مرادآبادی کو جو پہلے سے بھی مدرسہ کے استاذ تھے۔ حدیث کے اسباق حوالے کئے گئے۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ میں محدث سہارنپوری کے صاجزادے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بیدل کا تقرر مظاہر علوم میں بعہدۂ صدر مدرسی ہو کر کتب احادیث کا ایک معظم حصہ آپ کے زیر درس آیا۔

جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ میں قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی تعمیل ارشاد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جامعہ مظاہر علوم کے استاذ حدیث بنکر دارالعلوم دیوبند سے تشریف لائے۔ حضرت اس زمانے میں وہاں استاذ دوم تھے۔ اور استاذ اول شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تھے۔

اس مقام پر وہ تاریخی خط نقل کیا جاتا ہے جو محدث گنگوہی نے حضرت اقدس سہارنپوری کو ان کی طلبی کے سلسلہ میں دیوبند تحریر فرمایا تھا۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

جناب مولوی خلیل احمد صاحب سلمہٗ السلام علیکم

مدرسہ سہارنپوری کی سرپرستی میرے ذمہ کی گئی اور بہ مجبوری اس امر خیر کو گوارا کرنا پڑا چونکہ ہر طرح اس مدرسہ کی نگرانی میرے ذمہ ہوگئی۔ اس وقت اس کی بہبودی اس کو مقتضی ہے کہ آپ فوراً مدرسہ دینیہ سہارنپور کی مدرس اعلی قبول کر کے فوراً وہاں تشریف لے جائیں۔ اہل دیوبند کو آپ کی مفارقت اگرچہ گوارا نہیں مگر بہ مقتضائے وقت یہی ضروری ہے۔ لہذا آپ اس کی تعمیل میں توقف نہ کریں۔

از گنگوہ سرائے سہ شنبہ ۳ر جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ

امام ربانی کے اس فرمان کو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے فوراً قبول فرمایا اور پانچ جمادی الثانی کو آپ مظاہر علوم میں تشریف لے آئے۔ آپ کی عمر مبارک اس

وقت (۴۵) سال تھی۔ مظاہر علوم میں تشریف آوری کے پہلے سال شوال ۱۳۱۵ھ میں یہ کتابیں آپ کیلئے تجویز ہوئیں۔ بخاری شریف ابوداؤد، ترمذی۔ مسلم، شرح نخبۃ الفکر، شرح عقائد نسفی مع خیالی، حسامی، مقامات حریری، ملا جلال، میر زاہد، سلم العلوم، تصورات، ملاحسن، غلام یحیٰ، حمد اللہ مطول، تلخیص المفتاح۔

آپ نے ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۴۴ھ تک اکتیس سال علم دین اور کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں گذارے۔ اس مدت میں (۳۹۱) طلبا نے آپ سے حدیث پڑھی۔

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی (والد ماجد حضرت شیخؒ) نے بھی ایک طویل عرصہ تک مظاہر علوم میں رہ کر حدیث کے اسباق پڑھائے ہیں۔ مظاہر علوم میں آپ کی آمد کس طرح ہوئی؟ اس کو حضرت شیخ کے الفاظ میں پڑھیے تحریر فرماتے ہیں!

رجب ۱۳۲۶ھ میں تپ ولرزہ کی اس قدر شدت ہوئی کہ اکثر مدرسین بیمار رہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی تئیس (۲۳) یوم شدید بیمار رہے۔ دورہ کا ختم مشکل ہوگیا۔ اسلئے مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی کو دورۂ حدیث کی تکمیل کیلئے بلایا گیا۔ مولانا ۱۹/ رجب ۲۶ھ میں تشریف لائے۔ اور کتب دورہ کی تکمیل کے بعد گنگوہ واپس چلے گئے۔ لیکن چونکہ حضرت اقدس سہارنپوری کو بضرورت مدرسہ اسفار کی کثرت رہتی تھی اس وجہ سے دورہ کے اسباق کا حرج ہوتا تھا۔ لہذا آخر جمادی الاول ۲۸ھ میں موصوف مستقل مدرسہ میں آگئے۔ (تاریخ کبیر صفحہ ۲۸)

مظاہر علوم سے مولانا کا تعلق ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں وصال پر منتہی ہوا۔ تقریباً آٹھ، نو سال آپ نے یہاں حدیث کا درس دیا۔

۱۳۴۴ھ میں حضرت اقدس سہارنپوری حجاز تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر ہجرت کی نیت فرما کر وہیں مقیم ہو گئے تو پھر آپ کی تجویز کے مطابق حدیث کے اسباق حضرت مولانا

عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری صدر مدرس اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ اور
حضرت مولانا اسعداللہ صاحب نوراللہ مرقدہم کے پاس ہوئے۔

۱۳۴۶ھ میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدینہ منورہ سے مظاہر علوم کے شیخ
الحدیث اور مشیر ناظم بنا کر بھیجے گئے تو بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد آپ کے پاس اور
بخاری جلد ثانی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے یہاں ہونے لگی۔ ۱۳۷۳ھ میں جب
حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی وفات ہوگئی تو پھر درس بخاری شریف مستقل طور سے
حضرت شیخ کے پاس آگیا۔

اس طویل عرصہ میں حدیث کی جو کتابیں حضرت شیخ نے مظاہر علوم میں پڑھائیں وہ
یہ ہیں۔ ابوداؤد شریف تقریباً تیس مرتبہ بخاری جلد اول تقریباً پچیس مرتبہ اور کامل
دونوں جلدیں سولہ مرتبہ۔ ان کے علاوہ مشکوٰۃ شریف، نسائی شریف، اور مؤطا امام محمد بھی
پڑھائیں۔

مظاہر علوم میں آپ کے درس حدیث کی مدت تینتالیس سال ہے۔ اس عرصہ میں
(۱۸۲۱) طلبا نے آپ سے حدیث شریف پڑھی۔ ان میں (۱۱۱۰) ہندوستان کے مختلف
علاقوں اور صوبوں کے ہیں۔ اور باقی (۷۱۱) فارغین سعودی عرب، نیپال، افریقہ
انگلستان، پاکستان، برما، بنگلہ دیش، افغانستان، کے ہیں

۱۳۸۸ھ میں نزول آب اور دوسرے اعذار کی وجہ سے جب آپ کو درس و تدریس
جاری رکھنا مشکل ہوگیا تو بخاری شریف کا درس حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری
کے حوالہ کردیا گیا۔ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں آپ باقاعدہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث بنادیئے
گئے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ان سطور کی تحریر (۱۴۲۶ھ) تک آپ اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔

شجرۂ طوبیٰ کا ارتباط مظاہر علوم کے ساتھ

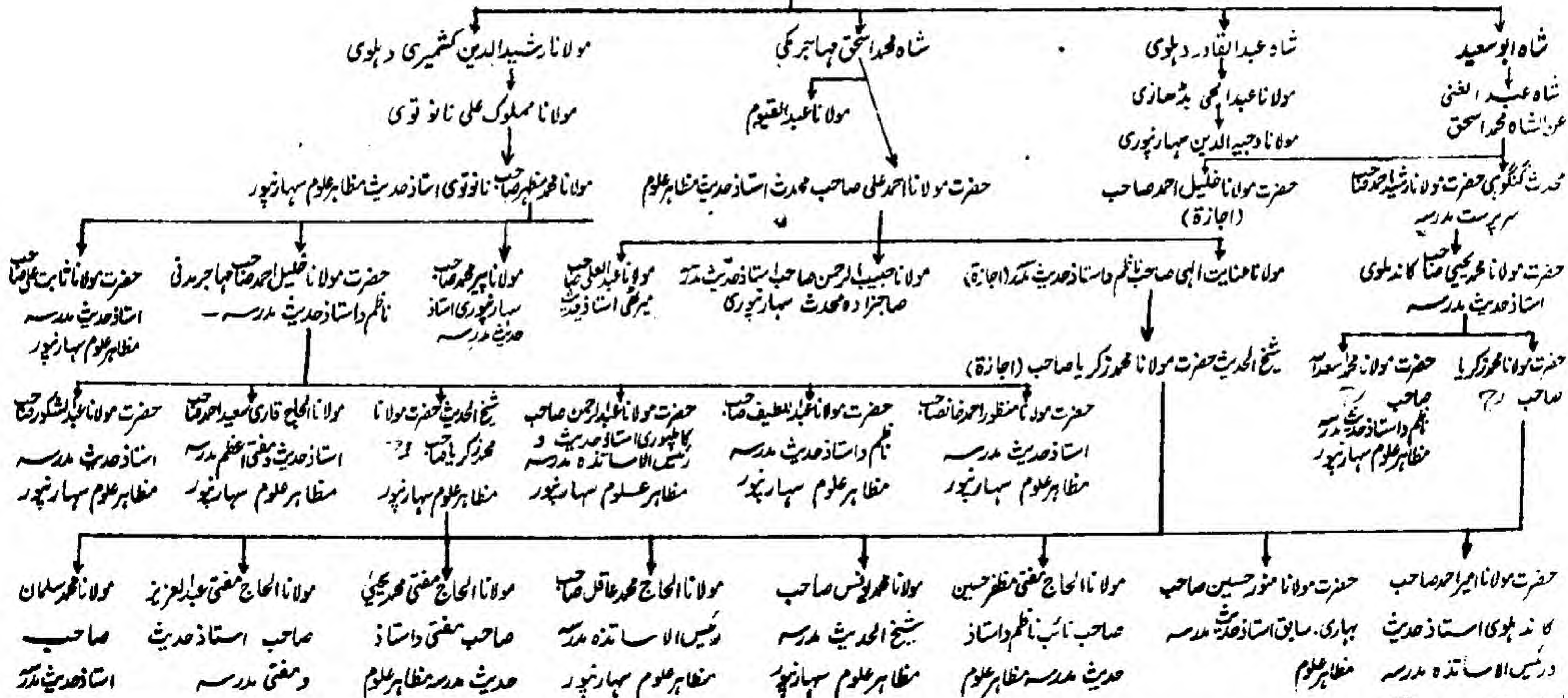
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سفر حج کے دوران یمن کی ایک بندرگاہ پر
ٹھیرے، وہاں مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں قریبی بستی میں ایک معمر عالم اور محدث رہتے ہیں

سن کر آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان سے سند حدیث کی درخواست کی، محدث یمنی نے دریافت کیا کہ تم نے حدیث کس سے پڑھی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب سے، وہ محدث شاہ صاحب سے واقف نہ تھے۔ اس لئے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی نے کس سے پڑھی ہے؟ مولانا نے فرمایا شاہ اسحٰق صاحب سے، وہ شاہ صاحب سے بھی واقف نہ تھے، اس لئے دریافت کیا کہ شاہ اسحٰق صاحب نے کس سے پڑھی ہے؟ مولانا نے فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب سے وہ محدث شاہ عبدالعزیز سے واقف تھے، جب ان کا نام سنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو سند دیدوں گا، پھر فرمایا کہ شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہیں پس جس طرح جہاں جہاں طوبی کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں اسکی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں، اسی طرح جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں انکا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں، یہ فرما کر مولانا کو حدیث کی سند دی۔ (ارواح ثلاثہ ۲۰۷)

محدث یمنی کے اس ملفوظ کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مظاہر علوم کے ساتھ اس شجرۂ طوبی کے ربط و تعلق کو یہاں واضح کر دیا جائے۔

مسند الہند حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی



یہ مظاہر علوم کے درس حدیث کی مختصر تاریخ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا وسیع و
ط موضوع ہے کہ اس پر ایک جامع اور مفصل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔
مظاہر علوم کے لئے یہ چیز بلاشبہ بہت عظیم اور وقیع ہے۔ اور مخصوص طور پر اس کو ممتاز
نے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کے ذریعہ ایسے بلند مرتبہ
ان حدیث اور رجال محققین پیدا فرمائے۔ جن کا حدیث میں تبحر و تعمق اور اس اعلی و
ے فن سے لگاؤ و تعلق، ان کی تالیفات و تصنیفات، تحقیقات و تشریحات اور ان کے
ی افادات وفرمودات سے بخوبی معلوم ہے۔
یہی وجہ ہے کہ مظاہر علوم جب کہیں کسی کے تصور میں آتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ اس کے
اور فضلاء کی تالیفات حدیث اور شروح حدیث کا بیش قیمت اور عظیم کتب خانہ نظروں
پھر جاتا ہے اور محدث سہارنپوری کا حاشیۂ بخاری، حاشیہ ترمذی، حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح،
مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کی بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد۔
مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی کی اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک لامع
راری علی جامع البخاری، الکوکب الدرری علی جامع الترمذی، الابواب والتراجم للبخاری،
ائل نبوی شرح شمائل ترمذی، حجۃ الوداع والعمرات، حواشی و تعلیقات علی بذل المجہود
ریہ بخاری شریف (اردو) السعی المحمود فی سنن ابی داود
مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی مرادآبادی کی شرح بخاری اردو۔ تجرید البخاری (اردو) تعطیر
ام شرح بلوغ المرام، تعلیقات ابوداؤد شریف، نجم الدرر خلاصۃ نخبۃ الفکر، ترجمہ طحاوی شریف۔
مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کی اعلاء السنن، انہاء السکن قواعد فی علوم الحدیث
ینی مقدمہ اعلاء السنن مع تحقیق و تعلیق فضیلۃ الشیخ العلامۃ عبد الفتاح ابو غدہ)
مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری کی الحاوی علی مشکلات الطحاوی معارف ترمذی شریف
مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی کی الطیب الشذی علی جامع الترمذی، کشف
طا عن رجال المؤطا حاشیہ مؤطا امام مالک، حاشیہ سنن نسائی۔
مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڑھ پاکستان کی الخیر الجاری علی صحیح البخاری، النور الساری علی

صحیح الامام البخاری، الخیر الجلی فی شرح الترمذی۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کی الحاوی علی الطحاوی۔

مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم جامعۃ مظاہر علوم کی مصباح الطحاوی

مولانا ادریس صاحب کاندہلوی کی التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، تحفۃ القاری، بحل مشکلات البخاری، الابواب والتراجم للبخاری، الباقیات فی شرح حدیث انما الاعمال بالنیات، مقدمۃ صحیح الامام البخاری تحفۃ الاخوان شرح حدیث شعب الایمان مقدمۃ الحدیث، منحۃ الحدیث فی شرح الفیۃ الحدیث۔

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی کی فیض الباری علی صحیح البخاری، ترجمان السنۃ، حجیت حدیث، جواہر الحکم۔

مولانا سید محمد ایوب صاحب بہارنپوری کی تصحیح الکتابیہ الواقعہ فی نسخ الطحاویہ، الفتح السماوی فی تحقیق مولد الطحاوی، تراجم الاحبار فی رجال معانی الآثار، حاشیہ طحاوی شریف۔

مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی کی امداد الباری شرح بخاری جامع الدراری شرح بخاری۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کی تسہیل الباری فی حل صحیح البخاری، مصطلحات الحدیث

مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار الاحادیث المنتخبہ۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی الابواب المنتخبہ من مشکوٰۃ المصابیح۔

مولانا خلیل الرحمن نعمانی کی شرح سنن نسائی، (اردو) شرح وحاشیہ ریاض الصالحین

مولانا عبدالستار صاحب اعظمی کی شرح ترمذی شریف۔

مولانا بشیر اللہ صاحب رنگون (برما) کی بشیر الدراری لمن یطالع جامع البخاری

مولانا شمس الضحی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تانبوے رنگون برما کی تلخیص البخاری۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب مدنی کی مجانی الاثمار من شرح معانی الآثار، تبہیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی، الفوائد السنیہ فی شرح الاربعین النوویہ حواشی وتعلیقات علی الرسائل الثلاث من تالیفات حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین

العناقید الغالیہ من الاسانید العالیہ، انعام الباری فی شرح اشعار البخاری۔

مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی تقریر ترمذی المسمی بہ دروس مظفری۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اعظمی کی شرح ترمذی

مولانا محمد عاقل صاحب کی الدر المنضود علی سنن ابی داود، الحل المفہم لصحیح مسلم، الفیض السمائی علی سنن النسائی۔

مولانا سید عبدالرؤف صاحب عالی دیوبند کی معارف المشکوٰۃ،

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری کی تحقیق و تعلیق علی کتاب الزہد الکبیر، الامام البخاری، الامام ابوداؤد، الامام مالک ومکانتہ کتابہ المؤطا، علم رجال الحدیث، تحقیق حواشی بذل المجہود فی حل ابی داؤد تحقیق و تعلیق، التعلیق المجد، محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے فن اسماء الرجال، لمحۃ عن تعریف اہم مراجع السنہ، تحقیق و تعلیق ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی تحقیق اوجز المسالک، مستشرقین اور علم حدیث۔

مولانا عبداللہ صاحب طارق دہلوی کی انتخاب الترغیب والترہیب۔

مولانا ادریس صاحب پاکستان کی اجزاء الایمان (یعنی ستر ایمانی شعبوں کی تفصیل)

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکۃ المکرمہ کی استحباب الدعا بعد الفرائض فی ضوء کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکنز المتواری۔

مولانا رئیس الدین صاحب بجنوری کی انتخاب المنن فی شرح السنن المعروف بحل ترمذی،

لجنۃ من تلامیذ الامام محمد زکریا الکاندھلوی کی الکنز المتواری فی معادن لامع الدّراری و صحیح البخاری

مولانا احمد حسین صاحب پٹنی کی المکتفی بحل المجتبی شرح سنن نسائی

مولانا عبدالغفار صاحب بستوی کی الکوکب الدری علی جامع الترمذی۔ (اردو)

مشاہیر اہل علم وفضل اور مشائخ حدیث سے خراج تحسین وصول کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

علمائے عرب وعجم کی جانب سے خراج تحسین

غالبًا اسی وجہ سے ہندوستان کے علماء مورخین نے مظاہر علوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اور یہاں کے علماء وفضلا کی تاریخ لکھتے ہوئے ان کی خدمات حدیث ہی کو بطور خصوصیت منتخب کیا ہے۔ ذیل میں چند ایسے علماء اور مورخین کی تحریروں کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے اس دعوے کی صحت کے لئے مضبوط شواہد ہیں۔

(۱) مولانا سید عبدالحی صاحب نزہۃ الخواطر میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری استاذ حدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی اس امتیازی خصوصیت کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکان عالما صدوقا امیناً ذاعنایة تامة بالحدیث صرف عمره فی تدریس الصحاح الست و تصحیحها لا سیما صحیح الامام البخاری خدمه عشر سنین فصححه و کتب علیها حاشیة مبسوطة (نزهة جلد هفتم ۴۳)	آپ نہایت بلند پایہ، صادق امین عالم تھے۔ آپ کی فن حدیث پر خاص توجہ رہی صحاح ستہ کے پڑھانے اور ان کی تصحیح میں اپنی عمر صرف کردی۔ خصوصاً بخاری شریف کی مسلسل دس سال تک خدمت کی اور اس پر ایک مفصل حاشیہ لکھا۔

(۲) محترم جناب محمد اسحٰق صاحب ایم۔ اے ایچ، ڈی، عربی لیکچرار ڈھاکہ یونیورسٹی۔ ہندوستان کے علماء کی جانب سے ہونے والی عظیم الشان خدمات حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے محدث سہارنپوری اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا تذکرہ اسطرح کرتے ہیں۔

مولانا احمد علی بن لطف اللہ انصاری سہارنپوری۔ دہلی میں شاہ محمد اسحٰق صاحب سے حدیث کی سند حاصلکرنے کے بعد مولانا نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ اور حرمین شریفین کے محدثین کے ساتھ احادیث کا مزید مطالعہ کیا۔

حج سے واپسی کے بعد انہوں نے دہلی میں خود مدیر کی حیثیت سے اپنے ممتاز

شاگرد مولانا قاسم (صاحب علیہ الرحمہ) کی مدد سے ایک لیتھو پریس مطبع احمدی نامی قائم کیا، جس نے کئی سال تک معیاری کتب شائع کر کے اس ملک میں حدیث کے لٹریچر کی اشاعت میں قابل تعریف خدمات انجام دیں۔

اس سلسلہ میں صحیح البخاری پر ان کی مشہور تعلیقات قابل ذکر ہیں۔ جس میں مختصر طور پر وہ سب مواد موجود ہے جو کسی طالب علم کے لئے صحیح (بخاری) کی سند اور متن سمجھنے کے لئے ضروری ھے۔

مزید برآں، انہوں نے جامع ترمذی پر مفید حواشی لکھے ہیں جو ۱۲۲۸ھ میں مجتبائی پریس دہلی میں لیتھو پر چھپے ہیں۔

۱۸۵۷ء کا غدر شروع ہونے پر مولانا احمد علی نے اپنا پریس بند کر دیا۔ اور دہلی چھوڑ کر اپنے آبائی وطن سہارنپور چلے آئے۔ بعد ازاں وہ مدرسہ مظاہر علوم میں جس کا قیام حال ہی میں عمل میں آیا تھا۔ حدیث کے استاذ کے عہدہ پر فائز ہوئے جس پر وہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں اپنی وفات تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کام کرتے رہے۔

(انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر سے اردو ترجمہ ۱۸۳)

(۳) عالم اسلام کی عظیم رہنما شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''المسلمون فی الھند'' میں جامعہ مظاہر علوم کے مزاج و کردار اور اس کی خدمات حدیث کا تعارف اس طرح کراتے ہیں!

و تلی دارالعلوم الدیوبندیة فی کثرت الطلبة والاعتناء بالعلوم الدینیة.	مدرسہ مظاہر علوم اپنی خصوصیات و روایات اصول و عقائد کے لحاظ سے دارالعلوم دیوبند کا ہم مسلک ہے۔
مدرسة مظاهر علوم، فی مدینة سهارنفور التی تاسست فی ثلاث و ثمانین و مائتین والف ایضاً و هی تشارک دارالعلوم فی العقیدة	یہاں سے بھی بڑی تعداد میں علماء اور علم دین کی مخلص خدمت گزار فارغ ہو کر نکلے ہیں جنہوں نے خاص طور پر

والميداء الشعار وقد خرجت عدداً كبيراً من العلماءالصالحين والرجال العالمين فی ميادين العلم والدين ولعلمائها ومتخرجيها آثار جلية فی شرح كتب الحديث وخدمة هذا الفن الشريف،

وتمتاز هذه المدرسة واساتذها وطلبتها بباطة فی المعيشة والقناعة بالكفاف والقوة والديانة.

المسلمون فی الهند ۲۵ دارالفتح دمشق)

فن حدیث کی بڑی خدمت کی ہے اور متعدد کتب حدیث کی شرحیں ان کے قلم سے نکلی ہیں۔

یہاں کے اساتذہ وطلباء اپنی سادہ طرز معیشت اور قناعت اور دینی استقامت میں بہت ممتاز ہیں۔

(ہندوستانی مسلمان ۱۲۰)

(۴) مولانا عبدالحلیم صاحب ندوی اپنی مشہور کتاب ''مراکز المسلمین التعليميه والثقافة الدينيه فی الهند ''میں مظاہر علوم سہارنپور کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی وضاحت کیساتھ لکھتے ہیں۔

ان هذه المدرسة تركز اهتمامها على تدريس الحديث بصفة خاصة وذلك بفضل جهود شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الذی يعتبز الأن من افذاذ علماء الهند و اساطينها لتضلعه واطلاعه الواسع فی جميع الفروع والمواد المتعلقه بفن الحديث.

و لمتخرجی هذه الدار اياد بيضاء فی خدمة الحديث فی الهند فقد كتبوا

اس مدرسہ میں تدریس حدیث پر بہت ہی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس خدمت کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا اسم گرامی خصوصی طور پر لیا جاسکتا ہے جو اپنی علمی پختگی، گہری اور وسیع معلومات اور فن حدیث کی جزئیات وفروع میں تبحر کیلئے یگانۂ روزگار ہیں۔

اس مدرسہ کے فضلاء کی ہندوستان میں خدمت حدیث کے سلسلہ میں بڑی عظیم خدمات ہیں۔

عددامن الشروح لعدد كثير من كتب الحديث. وروجوا تعليمه في معظم مدارس الهند الاسلامية.

انہوں نے حدیث کی بہت سی کتابوں کی شروح لکھی ہیں اور بڑے بڑے مدارس میں بیٹھ کر اس فن کو عام کیا۔

مولانا موصوف اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر مظاہر علوم کی دینی، تبلیغی اور اسلامی خدمات پر اپنا تبصرہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں!

و تخرج من هذه المدرسة علماء كثيرون يمتازون بما ساهموا به من خدمات جليلة في تروى العلم و خاصةتبليغ الاسلام و نشر تعاليمه بين سكان الاريان من المسلمين.

اس مدرسہ سے بہت سے ایسے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اشاعت علم، تبلیغ دین، اور اسلامی تعلیمات کی قابل فخر اور عظیم خدمات انجام دیں۔

و نحن نخص من هٰؤلاء بالذكر المغفور له الشيخ محمد الياس الدهلوى وشيخ الحديث مولانا محمد زكريا فلقد اسس الاول جمعية لتبليغ الاسلام و نشر تعاليمه بين عامة المسلمين التي لا تزال تعمل حسب الخطط والمبادى التي وضعها لها ان تتمسك بها في اداء مهمتها (بحواله مذكوره ۱۳ص)

اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ کے اسماء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

چنانچہ اول الذکر نے ایک جماعت قائم فرمائی جو عام مسلمانوں میں تبلیغ دین، اور تعلیمات اسلام کو عام کرنے کے لئے آج تک انہی اصولوں پر کاربند ہے جو ابتداء میں اسکیلئے وضع کر دیئے گئے تھے۔

(۵) فضیلۃ الاستاذ عبدالمنعم النمر مدیرادارۃ الدعوۃ الاسلامیۃ وزارۃ اوقاف، کویت، اور شیخ عبدالعالی العقبادی۔ ۲۳ر رجب ۷۷ ۱۳ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو مظاہر علوم کے متعلق اپنے بلند خیالات کا اظہار ان الفاظ سے کیا

ولا شك ان هذه الدار تعتبر من امهات المدارس الدينية فی الهند. ولعلمائها الماضية و الحاضرية جهاد محمود فی سبيل الثقافة الاسلامية.

ولا سيما علم الحديث الذی وجدنا فيه مؤلفات كثيرة من علماء الدار

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے مشہور مدارس دینیہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اور اس کے علماء وفضلا نے ثقافت اسلامیہ کی راہیں ہموار کرنے میں جہاد محمود کیا ہے بالخصوص علم حدیث میں علمائے مظاہر علوم سہارنپور نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں جو ہم تک بھی پہنچی ہیں۔

(۶) ـــــ مولانا ناصر الدین عامر انصاری رئیس التحریر مجلۃ ثقافۃ الہند دہلی، اپنی تالیف ”جامعہ مظاهر علوم نبذة من تاريخها ولمعة من خدماتها “میں جامعہ کی خدمات حدیث کا ذکر خیر ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

ولعله ميدان تحق للمدرسة بجدارة ان تفتخر بانجازاتها و خدماتها فيه. فانها جعلت هذا العلم السامی موضع اهتمامها الخاص. واعتنت به عناية منقطع النظير. وسعت فی احيائه تدريسا وتعليما. كتابة و خطابة.

وقام ابناؤها بخدمة طباعة و نشرا. توضيحا و شرحا حتی جعلوا هذا فی متناول ايدی الطالبين

فهنا الوف من الكتب والشروح من الكتب والشروح و النشرات التی كتبت ونشرت فی هذا لموضع السامی. و بينهما بذلت الجهود

خصوصیت سے حدیث شریف کا میدان اس مدرسہ کے لئے ایک ایسا میدان ہے جس پر بجا طور فخر کیا جا سکتا ہے مدرسہ نے اس فن پر ہمیشہ اپنی خصوصی توجہ مبذول رکھی ہے اور تعلیم و تدریس۔ تحریر و خطاب ہر اعتبار سے اس فن کا ایسا اہتمام کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

غرض اس کے فضلاء نے حدیث کی تشریح وتوضیح اور نشر واشاعت کا حق ادا کر دیا۔

حدیث کے موضوع پر ہزاروں کتب اور ان کی شروح ہیں (جو علمائے مظاہر علوم کے ہاتھوں) تصنیف ہو کر قدر دانوں

فی نشر الجوامع والصحاح والسنن و شروحها عنت بایصالها الی عامة الشعب عن طریق اللغات المحلیة.

فجمعت الوف من الاحادیث النبویة علی صاحبها الصلوة والتسلیم تحت شتی العنادین والاسالیب. ونشرت بطرق مختلفة مرات و کرات.

بحوالہ مذکورۃ ۵۴)

تک پہنچیں نیز حدیث کی کتابوں کو عوام تک پہنچانے کیلئے ان کو مقامی زبانوں میں بھی منتقل کیا گیا۔

اس طرح ہزاروں احادیث مختلف عنوانات اور مختلف طریقوں سے نہ معلوم کتنی مرتبہ شائع ہوچکی ہیں۔

(۷) حلب (شام) کے مشہور عالم دین اور علامہ کوثری رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید شیخ عبد الفتاح ابو غدہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمات حدیث سے بہت متاثر تھے جس کا اظہار آپ کے ان درج ذیل تاثرات سے ہوتا ہے جو آپ نے کتاب المعائنہ میں تحریر فرمائے۔

و من الحق علی ایضاً ان اسجّل ایضاً ان هذه المدرسة لها المنة الکبریٰ علی الباحثین المحدثین فی خدمة الحدیث الشریف.

فقد ظهر منهاجها بذة قاموا بنشر الحدیث روایة و درایة خیر قیام و کان خاتمتهم من الراحلین.

مولانا الشیخ الامام خلیل احمد رحمه الله تعالیٰ و لا تزال برکاته الضیافة فی خلفه الارشد مولانا محمد زکریا مد الله ظلهٗ وجعله نورالاهله.

و انی لا غبط الطلبة الاخوة الذین

اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں کھلے دل سے اعتراف کروں کہ اس مدرسہ نے بڑے بڑے محدثین پر عظیم ترین احسانات کئے ہیں۔

اس مدرسہ سے ایسے ایسے کبار محدثین پیدا ہوئے جنہوں نے علم حدیث کی بڑے پیمانے پر خدمات انجام دیں۔

ان میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور پھر ان کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مجھے ان طلبہ پر رشک ہوتا ہے جن کو ان

يحظون ببركات انفاسه كل يوم.

فالرجأ ان يكونوا على يديه مصابيح الهدىٰ و كواكب الدجىٰ.

سے روزانہ استفادہ کا موقعہ حاصل ہوتا ہے امید ہے کہ وہ بھی ہدایت کے چراغ اور روشن ستارے بن کر سامنے آئیں گے۔

(۸) سماحۃ الشیخ العلامۃ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک رئیس القضاء الشرعی بوظبی اپنے تاثرات اس طرح تحریر فرماتے ہیں!

ان جامعة مظاهر علوم من كبرى الجامعات فى شبه القارة الهندية و هى تعتبر حصناً منيعاً للاسلام فى تلك البلاد، تمتاز هذه الجامعة بخدمة الحديث والسنة و تعتبر بعض مولفات هذه الجامعه مصدراً هاماً بشرح كلام النبوة منها شرح الموطا مالک فى خمسة عشر مجلداً، و شرح سنن ابى داؤد فى عشرين مجلداً.

جامعہ مظاہر علوم ہندوستان کے عظیم الشان جامعات میں شمار ہوتا ہے اور بجا طور پر یہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ یہ ادارہ خدمت حدیث وسنت میں ایک ممتاز مقام کا حامل ہے نیز کلام نبوت کی توضیح وتشریح میں اس جامعہ کی بعض تالیفات تو زبردست حیثیت کی مالک ہیں جیسے شرح موطا امام مالک (۱۵ جلدیں) اور شرح سنن ابوداؤد (۲۰ جلدیں)

جامعہ کے شیخین جلیلین

جامعہ مظاہر علوم کی تاریخ حدیث میں دو شخصیتیں بہت ممتاز اور مرکزی مقام کی حامل رہی ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مظاہر علوم اور اسکی خدمات حدیث کو نہ صرف اوج ثریا تک پہنچایا بلکہ ان کی وجہ سے مظاہر علوم کو عالمی سطح پر نیک نامی اور عزت ملی۔

ان میں پہلی شخصیت ——— حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کی اور دوسری شخصیت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کی تھی۔

مظاہر علوم میں ان کی خدمات حدیث کا زمانہ تقریباً پون (۷۵ سال) صدی پر محیط و مشتمل ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب ایک زبردست عالم دین تھے، علم الفقہ اور علم الحدیث کے امام ،اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے مسترشد ان کے تربیت یافتہ اور ان کی جانب سے مجاز بیعت تھے۔ مولانا محمد زکریا صاحب اپنے مرشد شیخ خلیل احمد کے مرید بھی تھے اور مراد بھی تھے، ان کے تلمیذ رشید بھی تھے اور خلیفۂ مجاز بھی، ان دونوں مشائخ کی تالیفات حدیث نے عالم عرب اور عالم اسلام میں جو زبردست مقام حاصل کیا وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے۔

علامہ رشید رضا مصری نے ہندوستانی علماء کی خدمات حدیث کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جو تاریخی الفاظ مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ میں لکھے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ مظاہر علوم کے یہ شیخین جلیلین ان تاریخی الفاظ کے حقدار، اس خراج تحسین کے مستحق اور بجا طور پر'' علماء الهند فی علوم الحدیث فی هذا العصر '' کے سلسلۃ الذہب میں شامل ہیں۔

امام الحدیث والفقہ مولانا خلیل احمد کی ولادت ماہ صفر ۱۲۶۹ھ (۱۸۵۲ء) میں ہے ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر علوم دینیہ نبویہ حاصل کئے اور یہیں سے ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں سند الفراغ حاصل کی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی استاذ الکل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب مجددی مہاجر مدنی شیخ عبد القیوم بڈھانوی اور شیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ، شیخ سید احمد برزنجی جیسے بلند پایہ مشائخ حرمین شریفین سے آپ کو اجازت حدیث حاصل تھی، مظاہر علوم میں رہ کر دس سال کی طویل مدت میں شہرۂ آفاق کتاب بذل المجہود فی حل ابی داؤد تالیف فرمائی جس کی تکمیل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بیس جلدوں میں اسکی طباعت واشاعت ہندوستان و پاکستان سعودی عرب، لبنان اور مصر سے ہو چکی ہے۔ فن حدیث کی یہ وقیع کتاب عالم عرب میں آپ کے تعارف اور مظاہر علوم کی شہرت کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوکر جنت البقیع میں تدفین عمل آئی۔آپ کے عالمانہ اور محدثانہ مقام کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ علامہ سید رشید رضا مصری جب ہندوستان کے دورہ پر آئے تو بہت اہتمام سے حضرت مولانا سے ملاقات کیلئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے اور پھر آپ کی فاضلانہ وعالمانہ شخصیت پر اپنے قلم سے یہ حقیقت افروز تبصرہ لکھا۔

لم انس و لن انسی زیارة مدرسة مظاهر علوم لمدینة سهارنفور و اکبر مدرسیها الشیخ خلیل احمد الذی لم ارفی علماء الهند الاعلام اشد منه انصافا و لا ابعد عن التعصب للمشائخ والتقلید و ما ذلک الا لا خلاصة وقوة دینه و نور بصیرته ۲

مزید دیگر اہل علم حضرات کے تاثرات آپ کے بارے میں یہ ہیں۔

(۱) تاثرات شیخ الاسلام والمسلمین السید حسین احمد المدنی،

الثقة، الثبت، الحجة، الحافظه الصدوق، محی السنة السنیة، قامع البدع الشنیعة، شعاره طریقة رسول الله، ثاره التقوی و مخافة الله، لا یخاف فی الله لومة لائم، و لا یزعجه عن الطریق القویم مهابة غوی ظالم، حاز قصبات السبق فی میادین الفضل والکمالات فاعی الأقران، و نشرت الجهاد فی سبیل الله بالحجج والبینات فأبکم کل متشدق لسان، نبعت من إفاداته عیون العلم والنهی و تفجرت من إفاضاته أنهار الاحسان والتقی، اشرقت أراضی التحدیث بأنوار روایاته، وتلالأت افلاک التفقه بأضواء درایاته، أبو حنیفة زمانه و شبلی عصره و دورانه، مولانا أبو إبراهیم خلیل أحمد الأیوبی الأنصاری نسباً والحنفی الرشیدی مشرباً ومذهباً والجشتی القادری النقشبندی السهروردی

۱ علامہ موصوف کے وہ تاریخی الفاظ یہ ہیں "لولا عنایة اخواننا علماء الهند فی علوم الحدیث فی هذا العصر لقضی علیها بالزوال فی امصار الشرق وقد ضعفت فی مصر والشام منذ القران العاشر الهجری"

۲ (مقدمہ بذل المجہود)

طریقتاً ومسلکا، لازالت بحار فیضه زاخرة علی ممر اللیالی والأیام و شموش إفاداته لامعة علی رؤس الخلائق والانام۱

(۲) تاثرات العلامه السید عبد الحی الحسنی الکنوی

الشیخ العلامة الفقیه خلیل احمد الانبهتوی احد العلماء الصالحین و کبار الفقهاء المحدثین.

کان الشیخ خلیل احمد له الملکة القویة، والمشارکة الجیدةفی الفقه والحدیث، والید الطولی فی الجدل والخلاف،والرسوخ التام فی علوم الدین، والمعرفة والیقین، وکانت له قدم راسخة، وباع طویل فی ارشاد الطالبین، والدلالة علی معالم الرشد و منازل السلوک، والتبصر فی غوامض الطریق و غوائل النفوس، صاحب نسبة قویة، وافاضات قدسیة، و جذبة الٰهیه نفع الله به خلقاً کثیراً، و خرج علی یده جمعاً من العلماء والمشائخ، و نبغت بتربیته جماعة من اهل التربیة والارشاد واجری علی یدهم الخیر الکثیر فی الهند وغیرها فی نشر العلوم الدینیة، و تصحیح العقائد و تربیة النفوس، والدعوة والاصلاح، ۲

(۳) تاثرات المحدث الکبیر الشیخ محمد یوسف الحسینی البنوری

الشیخ المحدث الفقیه الاصولی الشیخ خلیل احمد بن مجید علی الانصاری شارح سنن ابی داؤد

کان من هولاء النوابغ فی عصره تلقی مبادی العلوم ثم العلوم النقلیة والعقلیة، من المشائخ الذین کانوا غرر عصرهم و کانوا کشامة فی محیا الدهر من علماء وفقهاء .....

و کان وسیم الطلعة جمیل المحیا تملا العین جمالا والقلب سروراً وکان لطیف الروح خفیف الجسم ربعا من الرجال خفیف اللحیة ۳

۱ و ۲ و۳ مقدمة بذل المجهود

(۲) جامعہ مظاہر علوم میں امتیازی خدمات حدیث کے اعتبار سے دوسری شخصیت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی ہے۔ جن کی ولادت رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ء) میں ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد ۱۳۲۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا ۱۳۳۴ھ میں علوم عربیہ نبویہ کی تکمیل اسی جامعہ میں کر کے سند الفراغ حاصل کی اور پھر اسی جامعہ کے استاذ مقرر کیے گئے۔ ۱۳۴۱ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے ۱۳۸۸ھ میں نزول آب کی وجہ سے درس وتدریس موقوف فرمایا۔ اس اڑتالیس سالہ زمانہ میں آپ نے کتب حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح تین مرتبہ، ابوداؤد شریف تقریباً ۳۰ مرتبہ بخاری شریف جلد اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھائیں مختلف علوم وفنون پر آپ کی تالیفات ایک سو سے زاید ہیں جن میں لامع الدراری علی جامع البخاری، الکوکب الدری علی جامع الترمذی، جزء حجۃ الوداع والعمرات اوجز المسالک شرح موطا امام مالک اور فضائل الاعمال عالمی و بین الاقوامی طور پر مشہور و معروف ہیں۔

اوجز المسالک کی طباعت ہندوستان و پاکستان، مصر، امارات عربیہ متحدہ سعودی عرب اور لبنان سے ہو چکی ہے۔ عالم عرب میں اوجز المسالک کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں حکومت ابوظبی نے ایک مشاورتی کمیٹی مقرر کی تاکہ وہ اسلامی کتابوں کی اشاعت سے متعلق ایک پختہ منصوبہ تیار کر کے حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کرے چنانچہ اس کمیٹی نے بڑی چھان بین کے بعد بارہ کتابوں کو طباعت واشاعت کے لئے منتخب کیا جس میں اوجز المسالک بھی شامل تھی۔ اور پھر ۱۳۹۳ھ میں اوجز المسالک کا خوبصورت ایڈیشن رئیس القضاۃ فضیلۃ الشیخ احمد بن عبد العزیز بن مبارک کے زیر اہتمام امارات عربیہ متحدہ سے شائع ہوا۔ یہ طباعت رئیس الدولۃ شیخ زائد بن سلطان آل نھیان کے حکم پر ان کے مصارف سے ہوئی تھی۔

آخر حیات میں آپ نے بلدۃ الرسول ومہبط وحی مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور وہیں مورخہ دوشعبان ۱۴۰۲ھ (۲۵ر مئی ۱۹۸۲ء) میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

آپ کے عالمانہ ومحدثانہ مقام کی شناخت کے لئے وہ تاثرات بہت کافی ہیں جو حلب (شام) کے مشہور عالم اور علامہ کوثری کے تلمیذ رشید شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے آپ کے متعلق رقم فرمائے ہیں۔ شیخ موصوف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے دیرینہ نیاز مندانہ عقیدت اور آپ کی تالیفات حدیث کی وجہ سے مظاہر علوم سے غائبانہ تعلق رکھتے تھے، چنانچہ آپ نے تیس ربیع الاول ۱۳۸۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم پہنچ کر حضرت سے صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی اور اس طور پر وہ مظاہر علوم سہارنپور کے کبار محدثین سے مربوط ہو۔ ـ

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت شیخ کی خدمات حدیث سے آپ کس درجہ متاثر تھے اس کا اندازہ آپ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپ نے مظاہر علوم کے کتاب المعائنہ میں درج فرمائے۔ آپ کا یہ تاثر کتاب المعائنہ کے حوالہ سے صفحات سابقہ میں گزر چکا ہے یہاں انکے اردو ترجمہ کی چند سطور کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

اس مدرسہ سے ایسے ایسے کبار محدثین پیدا ہوئے جنہوں نے علم حدیث کی بڑے پیمانہ پر خدمات انجام دیں۔

ان میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور پھر ان کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مجھے ان طلبہ پر رشک ہوتا ہے جن کو ان سے روزانہ استفادہ کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی ہدایت کے چراغ اور روشن ستارے بن کر سامنے آئیں گے۔

موقعہ ومقام کی مناسبت سے یہاں شیخ ابوغدہ موصوف کا وہ خط بھی پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کی جانب سے اوجز المسالک کا ہدیہ موصول ہونے پر ان کو بطور تشکر ارسال کیا تھا مکتوب کی ابتدائی سطور میں کاتب کی جانب سے مکتوب الیہ کے لئے جو کلمات خطاب تحریر کئے گئے ہیں وہ خصوصیت سے مطالعہ کے لائق ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إلى سماحة الشيخ الإمام الجليل، والفقيه المحدث الجهبذ النبيل، ريحانة الهند والحجاز، ولسان أهل الحقيقة والمجاز، مولانا و بركتنا

الشیخ محمد زکریا، مد ظله العالی، و بورک في عمره الغالی، آمین،

من العبد الفقیر محبکم عبد الفتاح أبو غدة

السلام علیکم ورحمة الله و برکاتهٗ

وبعد فأحمد الله تعالٰی إلیکم، و أرجو أن تکونوا بخیر من الله و نعمة و عافیة سابغة،

تسلمت بیدا لشکر والتقدیر هدیتکم النفیسة الغالیة (أوجز المسالک) فتقبل الله منکم هذا الجهد الکبیر والنفع العظیم، الذي أتاحه الله لکم، فقد شرحتم بهذا الشرح الکتاب (المؤطأ) الصدور والقلوب، وأنرتم به العقول والأبصار، واجتهدتم في الإفادات للمستفید ین، حتی صدق ان یقال في (الأوجز) کل الصید في جوف الفرا، فالحمد الله علی ما آتاکم، وأمتع الله المسلمین بکم، و نفعنی بصالح دعواتکم أنا واسرتی وأولادي، وأستودعکم الله إلیٰ لقاء قریب حبیب، الثم یدیکم، و أحظی ان شاء الله بالجلوس في حضرتکم، لمزید الاستفادة والزاد، والله یحفظکم ویرعاکم بمنه و کرمه، برکة علینا وعلی المسلمین والعباد،

والسلام علیکم ورحمة الله و برکاتهٗ

الریاض ۷/۶/۱۴۰۱ محبکم

عبد الفتاح ابو غدة

شیخ موصوف کے علاوہ جن علماء عرب وعجم نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) تاثرات العلامة المحدث محمد یوسف البنوری رئیس جامعة الاسلامیة کراتشی–پاکستان

ان هناک بقایا من السلف ظهروا فی عهد الخلف، وفقوا الجهود مشکورةٍ فی ابواب العلم والفقه، یمثلون عهد سلف. قد مضوا بعلمهم و

فضلهم و ورعهم وتقواهم. و يذكرون ذلك العهد الميمون المبارك.
من هولاء العلماء شخصية فذة مغتبطة بكمالاته العلمية صاحب التاليفات النافعة الجيدة و التعليقات الممتعه فى غاية الحسن و الجمال مولانا الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى السهارنفورى. نزيل المدينة المنوره زادها الله نورا. المدعوب " شيخ الحديث" ساهم القدماء من المحدثين و الفقها فى التاليف.[1]

(٢) تاثرات سماحة الشيخ دكتور عبد الحليم الندوى

ان هذه المدرسة تركز اهتمامها على تدريس الحديث بصفة خاصة. وذلك بفضل جهود شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الذى يعتبر الأن من افذاد علماء الهند و اساطينها لتضلعه و اطلاعه الواسع فى جميع الفروع و المواد المتعلقه بفن الحديث.[2]

(٣) تاثرات سماحة الشيخ عبد الوهاب عبد اللطيف رئيس قم السنة كليه اصول الدين ازهر- بمصر

الشيخ محمد زكريا بن محمد يحىٰ الكاندهلوى- لهٗ اوجز المسالك فى ستة جلدات- و فيه جهد كبير لجمعه و توسعه فى النقل من كتب الحديث و الفقه مماجعل صاحبه يستحق الثناء.[3]

(٤) تاثرات سماحة الشيخ محمود سعيد بن محمد الشافعى المصرى.

الشيخ محمد زكريا من المكثرين من المصنفات وعناية موجهة لاهتمام بكتب الحديث و هو يضع بين يدى القارى مادةً علمية سهلة الماخذ و المنال رغم ما بذل من جهد فى تجميعها و استخلاص الفوائد

---

(١) مجلہ الاحمدیہ (امارات عربیہ)　(٢) مراكز المسلمين ص-١٣　(٣) مقدمہ موطاامام مالک تعلیق شیخ عبد الوہاب عبداللطیف)

واستیـفاء الاقوال فی سهولة و یسر و مصنفاته تجتمع علی طریقة واحد
وخـصـائـص مـجتمعة تجدهافی ای مصنف من مصنفاتہ خاصة الاوجز و
مقدمته، و مقدمة لامع الدراری و حجة الوداع. ۴

(۵)تـاثـرات الشیـخ سـعیـد احـمـد الاکبـر آبادی رئیـس الدراسات
الاسلامیة فی جامعه علی کره

الشیـخ الـمحدث محمد زکریا یتضح لمن اطلع علی مولفاتہ انه کان
فـی نبـوغ الـعلم و کثرة التالیفات مثل الامام ابن الجوزی و الامام الغزالی
فـی هـذالـعـصر – و لا اعرف احداً من علماء عصرہ مثیلا له فی هذا– الا
الامام عبد الحی الفرنکی محلی اللکنوی.۵

(۴) تشنیف الاسماع بشیوخ الاجازة والسماع ص۲۲۳ طبع قاہرہ)

(۵) مجلہ احمدیہ دبئ۔محرم ۱۴۲۲ھ

مظاہر علوم میں شعبہ تخصص حدیث کا قیام

مظاہر علوم سہارنپور میں خدمات حدیث شریف کی اس تابناک روایت اور روشن تاریخ کے تحفظ وبقا کے پیش نظر اس ناچیز مصنف کتاب نے مورخہ ۵؍صفر ۱۴۱۳ھ (۱۵؍اگست ۱۹۹۲ء) میں ادارہ کی مجلس انتظامیہ میں تحریری طور پر یہ تجویز رکھی کہ یہاں مستقل طور پر ایک شعبہ تخصص حدیث شریف قائم کیا جائے تاکہ اسکے ذریعہ حدیث شریف پر تحقیق ومطالعہ کی نئی راہیں کھلیں اور ہمارے نوجوان علماء میں اس مبارک واعلی واشرف فن سے گہرا تعلق اور قرب پیدا ہو۔ چنانچہ حضرات اراکین شوری نے اس تجویز کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے یہ شعبہ قائم کرنے کی اجازت دی۔ اور پھر راقم الحروف نے ملک اور بیرون ملک کے متعدد علمائے حدیث کو چند سوالات پر مشتمل ایک خط لکھ کر ان سے اس شعبہ کے اصول وضوابط دستور العمل درنصاب تعلیم وغیرہ پر مشورے لئے اور ان کے مفید مشوروں اور تجاویز کی روشنی میں ایک جامع لائحہ عمل تیار ہوا۔ اور فضیلۃ الشیخ مولانا زین العابدین اعظمی کا تقرر اس شعبہ کے لئے ہوکر ماہ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ سے باضابطہ طور پر اس شعبہ کا آغاز ہوا۔

اس شعبہ میں داخلہ کے لئے جو قواعد وضوابط مرتب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) شعبہ تخصص میں انہیں طلبہ کو داخل کیا جائیگا جو ہر سال امتحانات سالانہ میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوں۔

(۲) اس شعبہ کے طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گزشتہ تعلیمی زمانہ میں شرعی حدود اور وضع قطع میں عام طلبہ سے ممتاز رہے ہوں۔

(۳) جو طلبہ مظاہر علوم سے فارغ نہیں ہیں وہ درخواست داخلہ کے ساتھ سابقہ ادارہ کی جانب سے اپنی تعلیمی اور اخلاقی برتری کی اسناد درخواست کیساتھ منسلک کریں۔

(۴) اس شعبہ کے طلباء کیلئے ضروری ہے کہ وہ علمی، کتابی استعداد ذہنی صلاحیت اور مذاق عربیت اور صحت تحریر واملا میں امتیازی حیثیت رکھتے ہوں۔

(۵) قرآن شریف بہتر طور پر یاد ہو اور تجوید قرآت کے ساتھ اس کو پڑھنے والے ہوں۔

(۶) سال میں ایک مرتبہ ماہ شعبان میں امتحان ہوگا اور دوسرے سال میں ہونے والی تعلیم کا دارومدار اس امتحان میں کامیابی پر ہوگا۔

(۷) ہر متخصص کے لئے سال دوم میں ایک علمی مقالہ مرتب کرنا لازمی ہوگا جس کی تعین شعبہ تخصص کے سربراہ کریں گے یہ مقالہ عالمانہ اور محققانہ ہوگا ہر متخصص کیلئے سال کے اختتام پر اس مقالہ کو مکمل کر کے دفتر تعلیمات میں جمع کرانا ضروری ہے اسکے بغیر تعلیم ناقص سمجھی جائیگی اور کوئی سند نہیں ملے گی۔

اس شعبہ کے لئے ایک جامع نصاب بھی مرتب کیا گیا ہے جو دو سالہ مدت پر مشتمل ہے۔ یہ نصاب اور اسکی مکمل تفصیلات راقم سطور کی کتاب ''تعارف شعبہ تخصص حدیث شریف'' میں موجود ہیں۔

یہاں (اگلے صفحہ پر) ایک جدول کے ذریعہ دو سالہ مدت میں پڑھائی جانے والی کتابوں کے صرف اسما لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے مزید تفصیلات کے خواہش مند حضرات ''تعارف شعبہ تخصص'' ملاحظہ فرمائیں۔

جدول الدراسات لقسم التخصص فى الحديث الشريف

	الحصص الدراسية	الحصة الأولى	الحصة الثانية	الحصة الثالثة	الحصة الرابعة	الحصة الخامسة	الحصة السادسة	الحصة السابعة
السنة الأولى	المواد	المطالعة و حفظ احاديث مختاره	تخريج الحديث	البحث والدراسة	متون الحديث	علل الحديث (الجرح والتعديل	مصطلح الحديث	المطالعة
	المقررات الدراسية	مقدمة لوجز المسالك والسنة و مكانتهافى التشريع الإسلامى و حفظ عشرين حديثا	تريج الأحاديث نشأته و منهجيته، للخير آبادى ثم يلزم على كل طلب تخريج خمساة حديث من جمع الفوائد		جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد	النوع رقم ٢٣ من التقييد الإيضاح ثم قاعدة فى الجرح والتعديل ثم الرفع والتكميل	فقولاثرم تدريب الراوى ج١	
السنة الأولى	المواد	متون الحديث	تخريج الحديث	اسماء الرجال	البحث والدراسة	المطالعة و حفظ احاديث مختاره	مصطلح الحديث	المطالعة
	المقررات الدراسية	جمع الفوائد من جامع الاصول مجمعا الزوائد	تخريج احاديث القيوم فى احاديث النبى الكريم لمولانا سخاوة على الجونفورى	المؤتلف والمختلف إلى تلخيص المتشابة من كتاب فتح المغيث، بعده مقدمة تقريب التهذيب و باب المهمات منه		مقدمة فتحالبارى و حفظ عشرين حديثا	تدريب الراوى جلد٢ و من يعتمد قوله فى الجرح و التعديل للذهبى و المتكلمون فى الرجال	

کتب برائے مطالعہ طلبائے تخصص سال اول

نصرت الحدیث، محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے، ابن ماجہ اور علم الحدیث فیض المنعم، تحفۃ الدرر، نعمت المنعم، مقدمۃ مشکوۃ مع تعلیق، مقدمۃ اوجز المسالک، قواعد علوم الحدیث، مقاصد حسنہ للسخاوی، مشکل الآثار للطحاوی، تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ، غریب الحدیث لابی عبیدہ۔

کتب برائے مطالعہ سال دوم

تدریب الراوی، التقیید والایضاح للعراقی، مقدمہ لامع الدراری علی جامع البخاری، فتح المغیث، المدخل الرسالۃ المستطرفہ لکتانی، فن اسماء الرجال (مولانا تقی الدین مظاہری ندوی) السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، الموضوعات الکبریٰ لعلی القاری، تذکرۃ الموضوعات، فقہ اہل العراق وحدیثہم الکوثری۔

﴿نوٹ﴾: (استملاء وتحریر رسائل کے ذیل میں حسب ذیل امور ملحوظ ہوں گے)

۱:- کتب حدیث قدیمہ وجدیدہ سے دلائل حنفیہ جمع کرنا۔

۲:- علمائے دیوبند بالخصوص فضلاء مظاہر علوم اور علماء احناف کے خدمات حدیث پر مشتمل مقالے لکھوانا۔

۳:- امام ابوحنیفہ کی شان محدثیت نیز آپ کی مدح ومنقبت پر غیر احناف علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کو جمع کرنا۔

۴:- منکرین حدیث اور دیگر اہل فتن کے شکوک وشبہات کے جوابات لکھوانا

۵:- علمائے احناف میں جو محدثین گزرے ہیں ان کے تراجم وسوانح حیات لکھوانا وغیرہ وغیرہ۔

جامعہ مظاہر علوم کی

چند اہم خصوصیات اور امتیازی صفات

اس عنوان کے تحت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی چند خصوصیات اور امتیازی صفات تحریر کی جاتی ہیں۔ ان سطور کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہر فضل وشرف کو مظاہر علوم کے حق میں محدود ومنحصر کردیا جائے بلکہ دیگر اداروں اور علمی جامعات کے حق میں فضل وکمال کے پورے پورے اعتراف کے ساتھ راقم سطور یہ دکھلانا چاہتا ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے بھی یہ تمام چیزیں ہر دور اور ہر زمانے میں درجۂ اختصاص اور وجہ امتیاز بنکر رہیں اور مظاہر علوم ان سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوسکا۔ یہاں تک کہ اب عام انسانی ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ مظاہر علوم نے اس معاملہ میں جس استقامت اور مضبوطی کا ثبوت دیا وہ صرف لائق تبریک ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہے ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

(۱) شریعت وطریقت کی ہم آہنگی اور ذکر وفکر کا خصوصی اہتمام

مظاہر علوم کی ایک اہم خصوصیت اس کے وابستگان ومتعلقین کا ذکر وفکر میں انہماک، اتباع سنت کی اہمیت اور اپنے اکابر ومشائخ کے بتلائے ہوئے طرز پر اعمال واشغال اور ذکر اللہ کا اہتمام ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ میں جس طرح دور اول میں اس کا اہتمام رہا اب بھی ہے۔ طلبا کی بھی مستقل ایک جماعت ایسی رہتی ہے جو اپنے اپنے مشائخ کے بتلائے ہوئے طریقے پر مدرسہ کی فضاؤں کو اذکار کے ساتھ معمور رکھتی ہے۔ اور الحمد للہ کہ ارباب بصیرت ذکر وفکر کے انوار سے مظاہر علوم کی فضاؤں کو منور پاتے ہیں۔

اس اہتمام اور خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مظاہر علوم روز اول سے ہی اہل دل مشائخ کی آماجگاہ اور ان کی توجہات وبرکات کا مرکز رہا ہے اور ہر زمانے کے اصحاب قلوب ومشاہیر امت کا تعلق مدرسہ کے ساتھ وابستہ رہا ہے اور ایسے باکمال بزرگان دین کی آمد

مظاہر علوم میں ہمیشہ رہی جن کے سوز دروں سے پاس بیٹھنے والے بھی پگھلتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر یہ ہے کہ مظاہر علوم کو حق تعالیٰ کی عنایات بیکراں سے ان مقدس ہستیوں نے پروان چڑھایا جو عشق الٰہی میں غرق اور حب نبوی سے سرشار تھیں۔ جن کے سینوں میں یاد الٰہی کی گرمی اور حرارت ہر وقت تیز تر رہتی تھی جس کی بناء پر ان کا ہر قول و قرار قرآن پاک کی تفسیر اور ہر عمل و فعل سنت کی ترجمانی کرتا تھا۔ اور یہ نورانی شخصیتیں ایک دو یا معدودے چند نہیں بلکہ مدرسہ کے ہر شعبہ اور ہر درجہ میں بکثرت تھیں اور اس گئے گزرے زمانے میں مدرسہ اب بھی ایسے افراد سے خالی نہیں ہے۔

ہم یہاں اجمالی طور پر اس سلسلہ کی معلومات جو ماضی اور حال دونوں پر مشتمل ہے پیش کرتے ہیں، اور مستقبل کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس نوع کی خیر و برکت طلب کرتے ہیں۔

(۱) مظاہر علوم کے مؤسسین میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری وہ مایۂ ناز فرد تھے جن کو حضرت سید احمد شہید صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذات کیساتھ خصوصی تعلق وارتباط اور بڑا گہرا لگاؤ تھا جس کی بناء پر وہ حضرت سید صاحب کے انوار باطنیہ اور فیوض روحانیہ سے پورے طور پر مالا مال تھے۔

(۲) حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اگر ایک طرف آزادیٔ ہند کے مجاہد، میدانِ جہاد میں انگریزوں سے نبرد آزما تھے تو دوسری طرف اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے قلب مبارک میں ایک خاص مقام لئے ہوئے تھے۔ اس کا اندازہ اعلی حضرت کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جس میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ!

اس یکتائے زمانہ کو اپنی جماعت میں اپنے دوستوں سے شمار کرتا ہوں۔ اور دعائے خیر سے غافل نہیں ہوں، خاطر جمع فرمائیں، (مرقومات امدادیہ ۳۳۶)

اللہ اکبر شیخ اپنے مرید کے ساتھ کس قدر مربوط ہے کہ اس کو یکتائے زمانہ سمجھے ہوئے ہے اور اپنے دوستوں میں اس کا شمار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے یہاں انتہائی معزز و مکرم بن کر رہے اور آپ کے زیر تربیت رہ کر سلوک واحسان کے بلند مقامات پر فائز ہو کر خلیفہ ٔ مجاز بیعت بنائے گئے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے حادثۂ انتقال پر قطب عالم گنگوہی نے ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ!

عالم اندھیرا ہوا۔ سب رفیق رخصت ہوئے، دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سارنپوری نے جو اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے بھی استاذ تھے۔ اپنی تعلیم کا ایک حصہ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے پاس رہکر مکمل کیا ہے۔ اور مفتی صاحب موصوف حضرت سید احمد صاحب شہید قدس اللہ سرہٗ کے عاشق زار اور مرید باصفا تھے تو گویا احمد شہید کے انوار و برکات کے حامل دو درخشندہ ستارے (بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں دو آفتاب و ماہتاب) مظاہر علوم میں آکر جمع ہو گئے تھے جن کی ضیا پاشیوں اور جلوہ سامانیوں سے مظاہر علوم روحانی طور پر اب بھی مالا مال ہے۔

(۴) عالی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر سہارنپور، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے تھے۔ طبیعت کی یکسوئی اور فروتنی کی وجہ سے طالبان بیعت کو بیعت کرنے سے انکار فرمادیا کرتے تھے۔ کسی نے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے عرض کر دیا کہ طالبین جاتے ہیں مگر قاضی صاحب بیعت نہیں فرماتے اس پر اعلیٰ حضرت نے ایک تنبیہی خط قاضی صاحب کو تحریر فرما کر حکم دیا کہ اس خدمت سے اعراض مت کرو بے تامل بیعت کیا کرو۔ میں بھی تم کو اپنی جانب سے اجازت و خلافت دیتا ہوں اور بیعت کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔

(۵) راقم سطور کے اجداد میں ایک بزرگ شخصیت مولانا الحاج حکیم سید احمد حسین صاحب سہارنپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ کی تھی جو انتہائی صالح اور برگزیدہ افراد میں سے تھے۔ ہر شخص ان کی پاکیزہ عادات و خصائل سے متاثر تھا۔ خاندانی روایات مشہورہ اور قدیم کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص۔ مرید باختصاص اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے مجاز بیعت تھے۔

ابتداء سے ہی دادا صاحب مرحوم کا شمار مظاہر علوم کے خصوصی معاونین، اور مشیروں میں رہا۔ آپکا نام اس فہرست میں اب بھی دیکھا جا سکتا ہے جو مظاہر علوم میں ۱۲۸۲ھ میں دوامی چندہ دینے والوں کی بنائی گئی تھی۔ متعدد طلباء کا کھانا آپ کے یہاں سے بندھا ہوا تھا جو دونوں وقت آپ کے مکان سے جایا کرتا تھا۔

۲۱ شوال شب چہار شنبہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء میں آپ کا وصال ہوا۔ خاندانی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ممبران وسرپرستان مدرسہ میں یہ بلند مرتبہ اشخاص اور بھی زیادہ ہیں چنانچہ یہاں اکثریت ایسے کاملین کی ہے جو دعوت وارشاد کی لائن میں مستقل ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شروع دور سے آج تک مظاہر علوم کے لئے چھیالیس حضرات کو ممبر وسرپرست منتخب کیا گیا ہے۔ ان میں پچیس حضرات ایسے ہیں جو نسبت باطنی کے وارث وامین کسی شیخ کامل کے خلیفہ اوران کی جانب سے مجاز بیعت ہیں اس نوع کے حضر کے اسمائے سامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب ممبر و ممتحن مدرسہ مجاز بیعت اعلی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی

(۲) مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی ماز بیعت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشبندی مہاجر مدنی

(۳) مولانا ابوالحسن صاحب سہارنپوری مہتمم جامع مسجد سہارنپور خلیفہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی سہارنپوری

(۴) امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سرپرست اعلی

(۵) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

(۶) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

(۷) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی

(۸) جناب قاضی فضل الرحمن صاحب سہارنپوری

(٩) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری
(١٠) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری
(١١) حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی
(١٢) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی
(١٣) حضرت مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب گمتھلوی
(١٤) عالی جناب میر آل علی صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری
(١٥) مولانا ـــــ حکیم محمد ایوب صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحبؒ
(١٦) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی
(١٧) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی
(١٨) حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی
(١٩) حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی
(٢٠) عالی جناب الحاج عبدالعلیم صاحب مرادآبادی مجاز بیعت حضرت شیخ
(٢١) حضرت مولانا الحاج عبدالحلیم صاحب جونپوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب وحضرت شیخؒ
(٢٢) حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری
(٢٣) حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مجاز بیعت و جانشین حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
(٢٤) حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب براہیمی سہارنپور مجاز بیعت حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی۔ و مولانا زاہد حسن صاحب براہیمی۔
(٢٥) مولانا غلام محمد وستانوی گجرات مجاز بیعت حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی۔

اساتذہ میں اس نوعیت کے افراد کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ پوری تحقیق

کے بعد جن حضرات کے متعلق کسی شیخ کامل کی جانب سے خلیفہ اور مجاز بیعت ہونا معلوم ہوسکا ان کے اسماء سامی یہاں لکھے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اسماء کے درمیان یہ ترتیب ان حضرات کے تقرر کے اعتبار سے ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی استاذ حدیث، مجاز بیعت اعلی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی ومحدث گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ۔

(۲) مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی مجاز بیعت اعلی حضرت مہاجر مکی۔

(۳) مولانا احمد حسن صاحب کانپوری استاذ حدیث مجاز بیعت اعلی حضرت مہاجر مکی۔

(۴) مولانا ابوالحسن صاحب سہارنپوری مجاز بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری۔

(۵) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ مجاز بیعت اعلیٰ حضرت مہاجر مکی ومحدث گنگوہی نوراللہ مرقدہما۔

(۶) حضرت مولانا حافظ قمرالدین صاحب سہارنپوری استاذ شعبۂ تجوید وقرآن، مجاز بیعت حضرت اقدس سہارنپوری۔

(۷) مولانا امیر باز خاں صاحب مجاز بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری

(۸) مولانا الحاج عبداللطیف صاحب پور قاضوی مجاز بیعت حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ۔

(۹) مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی والد ماجد حضرت شیخ مجاز حضرت اقدس سہارنپوری۔

(۱۰) مولانا حافظ عبداللہ صاحب گنگوہی مجاز بیعت حضرت اقدس سہارنپوری

(۱۱) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی مجاز بیعت حضرت اقدس سہارنپوری۔

(۱۲) مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی مجاز بیعت حضرت اقدس سہارنپوری۔

(۱۳) مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی مجاز صحبت حضرت اقدس تھانوی۔

(۱۴) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔

(۱۵) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مجاز بیعت حضرت اقدس سہارنپوری۔

(۱۶) مولانا عبدالغنی صاحب بارہ بنکوی مجاز بیعت شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی ومجاز صحبت

حضرت تھانوی۔

(۱۷) حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مجاز بیعت حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب نقشبندی۔

(۱۸) حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔

(۱۹) حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مجاز بیعت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ و حضرت شیخؒ۔

(۲۰) مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مجاز صحبت حضرت تھانوی و مجاز بیعت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب۔

(۲۱) حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی مجاز بیعت حضرت شیخؒ۔

(۲۲) مولانا جمیل الرحمٰن صاحب امروہوی مجاز بیعت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب۔

(۲۳) مولانا بابو ولی محمد صاحب بٹالوی مجاز بیعت حضرت تھانوی۔

(۲۴) حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مجاز بیعت حضرت شیخ

(۲۵) حضرت مولانا منور حسین صاحب بہاری مجاز بیعت حضرت اقدس شیخؒ

(۲۶) حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی

(۲۷) مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی، مجاز بیعت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔

(۲۸) مولانا الحاج مفتی عبد العزیز صاحب رائے پوری استاذ و مفتی مدرسہ مجاز بیعت از بعض خلفائے حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری

(۲۹) مولانا الحاج مفتی عبد القیوم صاحب مجاز بیعت از بعض خلفائے حضرت رائے پوری۔

(۳۰) مولانا محمد اطہر حسین صاحب-مجاز بیعت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ

(۳۱) مولانا الحاج محمد یونس صاحب جونپوری مجاز بیعت حضرت شیخؒ و حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب۔

(۳۲) مولانا الحاج محمد عاقل صاحب سہارنپوری مجاز بیعت حضرت شیخؒ

(۳۳) مولانا قطب الدین صاحب بہاری مجاز بیعت حضرت شیخؒ

(۳۴) مولانا محمد اللہ صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ

(۳۵) جناب الحاج حافظ محمد صدیق صاحب مجاز بیعت حضرت شیخ

(۳۶) مولانا محمد سلمان صاحب مجاز بیعت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی

(۳۷) مولانا مفتی خالد صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی

(۳۸) مولانا مفتی مقصود احمد صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ

(۳۹) مولانا عبد الرحمان صاحب گڈوی مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ۔

(۴۰) مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ

(۴۱) مولانا احمد مرتضی صاحب مجاز حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ

(۴۲) مولانا زین العابدین صاحب معروفی مجاز حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی۔

(۴۳) مولانا محمد جعفر صاحب مجاز مولانا عبد الحفیظ صاحب مکۃ المکرّمہ

اس مذکورہ بالا فہرست میں معدودے چند اشخاص ایسے ہیں جن کی نسبت تلمذ مظاہر علوم کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ ان کے علاوہ تمام افراد مظاہر علوم کے فارغ ہیں اور ان میں سے بہت سوں کے تفصیلی حالات آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ کرینگے۔

مظاہر علوم میں اس بابرکت روحانی سلسلہ کو سب سے زیادہ ترقی دینے والی ہستیاں یہ تین ہیں

☆ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔

☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ۔

☆ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔

یہ ایک ہی مثلث کے تین زاویئے بن کر رہے ہے۔ ان حضرات نے اپنی تمام عمر مدرسہ کی چہار دیواری میں گزار کر بیک وقت درس وتدریس، تزکیہ وتربیت، فقہ وفتاویٰ، علم ومطالعہ، سلوک ا

احسان اور تصنیف و تالیف کا بازار گرم کئے رکھا۔

اس اجمال کی قدرے وضاحت اور ضروری تفصیل یہ ہے کہ۔!

(۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ قطب عالم گنگوہی کے تربیت یافتہ اور ان کے خلیفہ و مجاز بیعت تھے۔

حق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قطب عالم کو مجموعۂ حسنات اور مجموعۂ کمالات بنایا تھا اور آپ کی ذات میں مختلف الانواع خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں بعینہٖ یہی چیز آپ کے تمام خلفاء و مجازین میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حصہ میں نمایاں طور پر آئی تھی کہ آپ بیک وقت محدث بھی تھے۔ فقیہ بھی تھے، عارف کامل بھی تھے اور شیخ طریقت بھی۔ غیرت اسلامی اور حمیت ایمانی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تمام عمر آپ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے کمر بستہ رہے۔ مناظرے، مباحثے، تقاریر و وعظ اور اہل بدعت و ضلالت کے خلاف آپ کے دینی و اصلاحی کارنامے یہ سب اسی غیرت و حمیت کے اثرات و نتائج تھے۔

روحانیت کے جس بلند مقام پر آپ فائز تھے اس کا اندازہ محدث گنگوہی علیہ الرحمہ کے اس فرمان سے ہوگا کہ!

> اللہ تعالیٰ شانہ نے میرے قرۃ العین سعید ازلی خلیل احمد کو نسبت صحابہ سے نوازا ہے۔
> اور یہ کہ تمہاری نسبت کو میری نسبت سے زیادہ قرب و مناسبت ہے۔
> (تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۹۰)

(۲) اس مجموعہ کی دوسری ہستی حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے خلیفہ اور اجازت یافتہ تھے اور خشیت الٰہی، عشق نبوی نیز اخلاص و تقویٰ اور اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کے یہاں روحانی سلسلہ کی بقا اور ترقی نیز جامعاتِ دینیہ اور مدارسِ اسلامیہ میں آئے دن رونما ہونے والے فتنوں کا دفعیہ اور داخلی و خارجی انتشار سے حفاظت کا ذریعہ اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ذکر و فکر کا اہتمام اور اس کی عظمت

دبلندی کودوبارہ ان مدارس میں شدت کے ساتھ فروغ دیا جائے اور مدارس کو اپنے اسلاف اور اکابر کے اسوہ اور طریقہ پر چلایا جائے۔

آنمخدوم نے اپنے ایک مکتوب میں اس کی اہمیت کو ارباب مدارس پر واضح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے تحریر فرماتے ہیں۔

''مدارس کے روز افزوں فتن، طلبہ کی دین سے بے رغبتی و بے توجہی اور لغویات میں اشتغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے بلکہ قریباً یہ سلسلہ معدوم ہی ہو چکا ہے اور اس سے بڑھکر یہ کہ بعض میں تو اس لائن سے تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے مشہور مدارس دارالعلوم، مظاہر علوم، شاہی مسجد مرادآباد وغیرہ کی ابتداء جن اکابر نے کی تھی وہ سلوک کے بھی امام الائمہ تھے۔ ان ہی کی برکات سے یہ مدارس ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اب تک چل رہے ہیں۔

اس مضمون کو کئی سال۔ سے اہل مدارس منتظمین اور اکابرین کی خدمت میں تقریراً و تحریراً کہتا اور لکھتا رہا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات اس کی طرف توجہ فرمادیں تو زیادہ مؤثر اور مفید ہوگا۔ مظاہر علوم میں تو میں کسی درجہ میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں اور دارالعلوم کے متعلق جناب الحاج قاری محمد طیب صاحب سے عرض کر چکا ہوں۔ روز افزوں فتنوں سے مدارس کے بچاؤ کیلئے ضروری ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی فضا قائم کی جائے شرور وفتن، تباہی اور بربادی سے حفاظت کی تدبیر ذکر اللہ کی کثرت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں اتنی قوت ہیکہ ساری دنیا کا وجود اس سے قائم ہے تو مدارس کا وجود تو ساری دنیا

۱؎ یہ مکتوب حضرت شیخؒ نے پاکستان کی ایک طاقت ور دینی شخصیت حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ کو مکۃ المکرمہ کے زمانہ قیام ۳۰ نومبر ۱۹۷۵ء میں تحریر فرمایا تھا اور مولانا نے اپنے رسالہ ماہنامہ بینات کراچی بابت محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں اسکو شائع کیا۔

کے مقابلہ میں دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو ان کی بقاء و تحفظ میں جتنا دخل ہوگا ظاہر ہے۔

اکابر کے زمانہ میں ہمارے ان جملہ مدارس میں اصحاب نسبت اور ذاکرین کی جتنی کثرت رہی ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں اور اب اس میں جتنی کمی ہوگئی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ بلکہ اگر یوں کہوں کہ اس پاک نام کے مخالف حیلوں اور بہانوں سے مدارس میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو میرے تجربہ میں تو غلط نہیں اسلئے میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہوا کرے۔

طلبہ کے ذکر کرنے کے تو ہمارے اکابر بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں لیکن منتہی طلبہ یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اپنے اکابر سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی کچھ مقدار مدارس میں رہا کرے اور مدرسہ ان کے قیام کا کوئی انتظام کردیا کرے۔ مدرسہ پر طعام کا بار ڈالنا تو مجھے بھی گوارا نہیں۔ طعام کا انتظام تو مدرسہ کے اکابر میں سے کوئی شخص ایک یا دو اپنے ذمہ لے لے یا باہر کے مخلص دوستوں میں سے کسی کو متوجہ کر کے ایک ایک ذکر کرنے والے کا کھانا کسی کے حوالہ کردیا جائے جیسا کہ ابتداء میں مدارس کے طلباء کا انتظام تھا۔ البتہ اہل مدارس ان کے قیام کی کوئی صورت اپنے ذمہ لے لیں۔ جو مدرسہ میں ہی ہو۔ اور ذکر کے لئے کوئی ایسی مناسب جگہ تشکیل کریں کہ دوسرے طلبہ کا کوئی حرج نہ ہو نہ سونے والوں کا نہ مطالعہ کرنے والوں کا۔

دارالعلوم، مظاہر علوم، اور شاہی مسجد (مرادآباد) کے ابتدائی حالات آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحب نسبت اصحاب ذکر کے ہاتھوں ان کی ابتدا ہوئی ہے۔ ان ہی کی برکات سے یہ مدارس اب تک چل رہے ہیں۔ فقط

(۳) حضرت مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحب

حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہونے کے باوصف اسلاف

اور اکابر کا زمانہ دیکھے ہوئے اور ان کی روایات اور تابناک تاریخ کے وارث وامین تھے۔ عشق نبوی اور حب محمدی سے ان کی زندگی کے لیل ونہار اس درجہ معمور ومعطر تھے کہ آج تک اس کے مبارک اثرات سے مظاہر علوم روحانی اور معنوی طور پر مالا مال ہے۔ آپ کے مریدین ومسترشدین اور آپ کے خلفاء ومجازین کی ایک بڑی جماعت آج بھی آپ کے فیض کو تقسیم کررہی ہے۔ ان میں متعدد حضرات بلند مرتبہ اور صاحب احوال ہوکر بدعت و ظلمت کے عمیق غاروں میں پہنچ کر توحید وسنت اور نور ایمانی کے پھیلانے میں مشغول ہیں اور ان کی ذات بلاشک وشبہ ان علاقوں کے لئے قامع بدعت اور قاطع ظلمت بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ ماضی قریب کی ایک مرحوم ومغفور شخصیت حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی کے توسط سے پھیلنے والا آپ کا روحانی فیض ہمیشہ ناقابل فراموش رہے گا۔

ان اکابر ثلاثہ نے اپنی گرمی نفس اور تاثیر دروں سے ایک ایسی بڑی جماعت پیدا کردی جو ان ہی کے نقش قدم پر چلکر تزکیۂ نفوس اور تربیت مخلوق میں مشغول ہے اور خوش قسمتی سے یہ سب حضرات مظاہر علوم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور اپنی عنایات وتوجہات اس کی طرف مبذول کئے ہوئے ہیں۔

(۲) دوسرا امتیازی وصف معمولی تنخواہوں پر قناعت کرتے ہوئے خدمات انجام دینا

مظاہر علوم کی ایک اور خصوصیت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ اسکے ذمہ دار حضرات اساتذہ اور انتظامی افراد نے ہمیشہ معمولی تنخواہوں پر کام کیا اور اصل معاوضہ وحقیقی اجر اللہ رب العزت سے لینے کی متمنی رہے۔ اور یہ خصوصیت اپنے اکابر ومشائخ کی تربیت اور ان کے حسن عمل کا نتیجہ تھی۔ کیونکہ وہ حضرات بھی ہمیشہ اپنی تنخواہوں کو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھتے رہے اور جب بھی کسی موقعہ وتقریب سے ارباب مدرسہ اور اراکین مجلس شوریٰ نے تنخواہوں میں اضافہ کرنا چاہا تو ان حضرات اکابر نے صاف انکار کردیا اور کہدیا کہ موجودہ تنخواہوں کے بقدر ہی مدرسہ کی ذمہ داریاں پوری ہوجائیں تو غنیمت ہے مزید اضافہ کی گنجائش کہاں۔

مظاہر علوم کی یہ خصوصیت دور اول سے ہی اسکے شامل حال رہی ہے۔ یہاں انتہائی اجمال کے ساتھ ایسے چند حضرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا احمد حسن صاحب استاذ دوم کا تقرر مظاہر علوم میں ۱۲۸۷ھ میں پندرہ روپے مشاہرہ پر ہوا۔ دوسرے مقامات سے زیادہ مشاہرہ پر کئی مرتبہ آپ کو بلایا گیا مگر آپ نے انکار فرمادیا اور اسی قلیل مشاہر پر رہتے ہوئے مدرسہ کی خدمات میں مشغول رہے۔

(۲) مولانا حافظ قمر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا تقرر ۱۲۸۷ھ میں تین روپے مشاہرہ پر ہوا۔ آپ شعبۂ قرآن مجید ملحقہ جامع مسجد سہارنپور کے استاذ اول اور وہاں کے امام وخطیب تھے۔ ۱۳۳۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اس سینتالیس سالہ عرصہ میں آپ نے ایکسو چھیالیس لڑکوں کو قرآن پاک حفظ کرایا اور دوسو بانوے طلبا کو ناظرہ پڑھایا۔ آپ کی تنخواہ کی آخری حد بیس روپے تھی۔

(۳) مولانا عنایت الٰہی صاحب کا تقرر مظاہر علوم میں ۱۲۸۹ھ میں ہوکر ۱۳۴۷ھ میں وصال پر ختم ہوا۔ اس طویل عرصہ میں آپ معین استاذ، محرر مدرسہ، استاذ حدیث، مفتی مدرسہ مہتمم مدرسہ سب کچھ بنے۔ لیکن تنخواہ وہی چند روپے رہی۔ ابتدائی تقرر کے وقت آپ کا مشاہرہ پانچ روپے اور آخری مشاہرہ پینتالیس روپے ہوا۔ اس عرصہ میں کئی مرتبہ ارباب مدرسہ نے آپ کی تنخواہ میں اضافہ کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے اسکو منظور نہیں فرمایا اور اسی معمولی مشاہرہ پر کام کرتے رہے ۱۳۲۵ھ میں اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کے موقعہ پر آپ کے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مشاہرہ میں اسلئے اضافہ نہ ہوسکا کہ دونوں حضرات نے شدت سے انکار فرمادیا تھا۔

(۴) مولانا احمد علی صاحب مرادآبادی مدرس سوم کا تقرر ماہ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ میں دس روپے مشاہرہ پر ہوا۔ ۱۳۱۰ھ تک آپ نے مدرسہ میں درس دیا۔ اس عرصہ میں آپ کو سہارنپور کے ہی مدرسہ میں پچیس روپے مشاہرہ پر بلایا گیا۔ لیکن انکار فرمادیا۔

(۵) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس روپے تھی اور عہدہ صدارت تدریس کا تھا۔ سرپرستان مدرسہ نے تنخواہ میں اضافہ کرنے کیلئے کہا تو انکار فرمادیا اور کہدیا کہ نیچے کے مدرسین کی تنخواہیں تو ضرور بڑھادی جائیں لیکن میرے لئے یہی تنخواہ کافی ہے چنانچہ بقیہ مدرسین کے مشاہرات میں اضافہ کردیا گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب استاذ دوم کی تنخواہ متعدد مرتبہ کے اضافوں کے بعد چالیس روپے تک پہنچ گئی تو عرض کیا گیا کہ ماتحت مدرسین کی تنخواہیں صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہوسکتیں۔ اسلئے اب آپ اپنی تنخواہ کے اضافے کو قبول فرمائیں ورنہ آپ کے انکار سے ماتحت مدرسین کی ترقیات رک جائیں گی اس پر مجبور ہو کر ۱۳۳۰ھ میں اضافۂ تنخواہ کو قبول فرمایا۔ آپ کی تنخواہ کی آخری حد (۷۵ پچھتر) روپیہ ہوئی۔ جب آپ ۱۳۴۴ھ میں حجاز تشریف لے گئے تو یہی مشاہرہ آپ کو مدرسہ سے ملتا تھا۔

(۶) مولانا عبداللطیف صاحب سابق استاذ حدیث و مہتمم مدرسہ کا تقرر ۱۳۲۳ھ میں دس روپے مشاہرہ پر ہوا۔ اور ۱۳۷۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی آخری تنخواہ ایکسو اکسٹھ (۱۶۱) روپیہ تھی۔ مجموعی طور پر آپ نے اکیاون سال مظاہر علوم کی خدمت کی اور اس کو پروان چڑھایا۔ لیکن ضمیر کی بلند پروازی اور زہد وقناعت کا یہ حال تھا کہ خود فرماتے تھے کہ۔

میں نے اپنی ساری ملازمت میں کبھی اپنی ترقی کی درخواست نہ تحریراً پیش کی نہ زبانی کسی سے کہی۔ یہ بات آپ برملا مجمع عام میں بار بار فرمایا کرتے تھے۔

(۷) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا تقرر ۱۳۳۵ھ میں پندرہ روپے مشاہرہ پر ہوا۔ ۱۳۸۸ھ تک آپ کے یہاں درس وتدریس کا بازار گرم رہا۔ اس عرصہ میں آپ مشیر ناظم، استاذ حدیث، شیخ الحدیث اور سرپرست مدرسہ سب کچھ بنائے گئے۔ لیکن تنخواہ کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ اپنے ابتدائی دور میں جتنی تنخواہ مدرسہ سے لی تھی۔ وہ بھی بعد میں مدرسہ کو واپس کردی۔ مظاہر علوم کے زمانۂ قیام میں آپ کے پاس ملک و بیرون ملک کے بڑے بڑے جامعات اور اداروں کی جانب سے دعوت نامے آئے جس میں آپ کو معمولی خدمات پر گرانقدر مشاہرے۔ اور زبردست آسائشیں اور سہولتیں لکھ کر اس پر راضی کرنے کی کوشش کی گئی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں لیکن آپ نے انتہائی ثابت قدمی اور جرأت کے ساتھ انکار فرما کر مظاہر علوم کی چہار دیواری میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ساری دنیا میں مظاہر علوم کو حضرت شیخ کی نسبت اور تعارف سے پہچانا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ اپنے اس فرمان میں بالکل برحق ہیں کہ!

جو شخص مظاہر علوم کے اور حضرت شیخ کے حالات سے کچھ بھی باخبر ہے وہ جانتا ہیکہ اس وقت حضرت ممدوح کی نسبت سے مظاہر علوم کی عظمت اور اس کا اعتماد بڑھ رہا ہے۔ مظاہر علوم کیوجہ سے حضرت شیخ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہورہا ہے۔[1]

(۸) مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب آپ کا باضابطہ تقرر ۱۳۳۸ھ میں پندرہ روپے مشاہرہ پر ہوا۔ مناصب اور عہد ہائے جلیلہ کے تمام مراحل آپ نے مظاہر علوم کی چہار دیواری میں رہ کر طے کئے۔ ۱۳۳۷ھ میں آپ یہاں کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ اس وقت آپ کا مشاہرہ/ ۱۴۵ روپے تھا۔

عہدۂ اہتمام وانتظام کی بناء پر آپ کی ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی آپ اپنا ذاتی وقت مدرسہ کی خدمات میں صرف فرماتے تھے۔ اس لئے سرپرستان مدرسہ نے مناسب سمجھا کہ آپ کے مشاہرہ میں اضافہ کردیا جائے لیکن اس عزت مآب شخصیت نے صاف انکار کردیا اور کہدیا کہ "موجودہ مشاہرہ کے اعتبار سے ہی میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر پارہا ہوں۔ اسلئے مزید اضافہ کیسے قبول کروں۔

جناب تسکین صاحب قریشی کے نام لکھے گئے خطوط میں جو صحائف اسعد کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے اپنے عہدۂ انتظام واہتمام کی تاریخ اور مدرسہ کے حالات تحریر فرماتے ہوئے اس واقعہ کو خود ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

میں نے تواضعاً نہیں بلکہ واقعات کے پیش نظر عرض کیا کہ مجھ کو موجودہ تنخواہ میں بھی تامل ہے۔ کیونکہ میں مفوضہ امور کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام نہیں دے رہا ہوں۔ چہ جائیکہ اور زیادہ تنخواہ لوں۔ (صحائف اسعد صفحہ ۲۳۷)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ــــــ تسکین قریشی لکھتے ہیں کہ!

---

[1] مظاہر علوم اور حضرت شیخ الحدیث کتابچہ مرتبہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ

موجودہ دور میں ہزاروں سرکاری اور غیر سرکاری اسکول کالج ہیں۔لیکن ان میں سے کسی مدرس یا ٹیچر یا لیکچرار یا پروفیسر کو بطور مثال شاید ہی پیش کیا جاسکتا ہے جو قلیل المعاش ہونیکے علاوہ کثیر العیال بھی ہو۔اور بایں ہمہ اپنی تنخواہ میں اضافہ کئے جانے کی پیش کش کو ٹھکرا دے۔ محض اس بناء پر کہ فرائض متعلقہ اور کارمفوضہ کے لحاظ سے اسکا موجودہ مشاہرہ کافی ہے اور وہ کسی ترقی یا اضافہ کا مستحق نہیں۔

ایثار و اتقاء کی یہ مثالیں اگر کہیں ملتی ہیں تو ان ہی قدامت پسند درسگاہوں میں جناب مولانا کی ذات گرامی ان مثالوں میں ایک روشن مثال ہے۔

(مقدمہ صحائف اسعد صفحہ ۱۸۳)

(۹) حضرت مولانا محمد یونس صاحب، شیخ الحدیث آپ عرصۂ دراز سے جامعہ مظاہر علوم میں لوجہ اللہ درس دے رہے ہیں کسی طرح کا کوئی مشاہرہ قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ مدرسہ میں اپنی قیام گاہ میں استعمال ہونے والی بجلی کے مصارف بھی اپنے پاس سے ادا کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا امتیازی وصف تربیت طلبہ

تیسری اہم خصوصیت طلبہ کی تربیت اور ان کی تعلیم اور اوقات کی نگہداشت وحفاظت ہے اس سلسلہ میں

مظاہر علوم کا ایک قدیمی اصول یہ ہے کہ!

مدرسین کی کارگزاری طلبہ کی کثرت کامیابی وخوبی تعلیم و درستی اخلاق طلبہ سے سمجھی جائے گی۔اس اصول اور ضابطہ کی بناء پر مدرسہ میں بطور خاص طلباء کی اصلاحی و اخلاقی تربیت پر توجہ دی جاتی ہے اور مسلسل اس کی کوشش رہتی ہے کہ ان میں ملکات فاضلہ پیدا ہوں۔اور وہ اپنے وقیع مقام اور بلندئ مرتبہ کو پہچان کر اپنے اندر اخلاق عالیہ پیدا کریں۔

اس کے لئے اساتذہ اور ذمہ داران مدرسہ کے ذریعہ ان میں دینی شعور پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اور اس مقصد کے لئے جو چیز بھی ان کے حق میں مفید اور مناسب سمجھی

جاتی ہے۔ اسکو اختیار کیا جاتا ہے۔ اپنے اکابر کے اسوۂ حسنہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مدرسہ کے اساتذہ اپنے اپنے اسباق میں بھی ان کو متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ تعلق مع اللہ اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جو شیفتگی اور نسبت حضرات اکابر کو حاصل تھی اسکے ذکر تذکرے بطور ترغیب وتحریض مظاہر علوم کی چہار دیواری میں مسلسل دہرائے جاتے ہیں۔ ملک کی نامور اور معتمد علیہ دینی شخصیتوں کی آمد پر ان کی تقاریر کا نظم بھی اسی جذبہ کے تحت کیا جاتا ہے۔

طلبا کی تربیت اور نگرانی کے سلسلہ میں مدرسہ کا ایک اہم اور ضروری قانون یہ بھی ہے کہ شب میں مدرسہ کے تمام دروازے بند ہو جانے کے بعد احاطہ کا نگراں اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ہر طالب علم کی حاضری لیتا ہے کہ آیا وہ اس وقت مدرسہ میں موجود ہے یا نہیں۔ شب میں حاضری کے لئے مستقل ایک رجسٹر ہوتا ہے جس میں اقامت گاہوں اور کمروں کی ترتیب کے اعتبار سے طلباء کے اسماء لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ غیر حاضری کی صورت میں صبح کو سب سے اول ناظم مدرسہ اس امر کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور تسلی بخش جواب نہ ملنے پر اس کا مناسب تدارک اور سدباب کرتے ہیں۔

ابتدائی دور میں جب کہ طلبا کی مقدار کچھ زیادہ نہیں تھی اور ڈیڑھ سو دو سو طلبا کا اوسط ہوتا تھا۔ تو اس وقت طلبا کی نگرانی اور ان کی تربیت کے خیال سے یہ اصول بھی بنایا گیا تھا کہ دن میں بھی طلبا کی وقتاً فوقتاً حاضری اور غیر حاضری کی صورت میں مدرسہ کی جانب سے مقررہ سزا ملے گی۔ لیکن بعد میں طلباء کی کثرت کی وجہ سے اس قانون پر عمل درآمد مشکل ہو گیا لیکن شب کی حاضری اسی التزام کے ساتھ اب بھی لی جاتی ہے۔

تشبہ بالکفار ایک عام مسلمان کے لئے کس قدر گری ہوئی چیز ہے پھر ایک نائب رسول کے لئے تو وہ جس قدر معیوب اور سخت ہے وہ ظاہر ہے۔ مظاہر علوم اس بارے میں خصوصی احتیاط واہتمام کرتا ہے کہ اسکے منتسبین اور اس کی گود میں پروان چڑھنے والے اپنی چال ڈھال رفتار و گفتار میں بڑی حد تک اسلامی اور دینی مزاج لئے ہوئے ہوں۔

طلبہ کے لئے ظاہری وضع قطع میں جدت اور داڑھی میں فیشن طرازی ارباب مدرسہ کی نگاہ

میں انتہائی سخت چیز ہے۔اس معاملہ میں مظاہر علوم نے کبھی چشم پوشی اور رعایت نہیں کی۔

ابتداء سال میں طلباء کو داخلہ کے وقت جن اصول اور قواعد سے آگاہ کیا جاتا ہے ان میں ظاہری وضع کے صحیح رکھنے اور اسکے اسلامی طرز پر ہونے کے لئے زور دیا جاتا ہے۔ اوران سے اس کا عہد لیا جاتا ہے۔ چنانچہ داخلہ کے وقت لئے جانے والے حلف نامہ کی بیسویں شق یہ ہے کہ!

ظاہراً و باطناً ہمیشہ کے لئے اور مدت قیام مدرسہ میں خصوصاً اپنی وضع ہیئت کو بالخصوص داڑھی اور لباس کو موافق شرع شریف رکھنا ہوگا۔

طلباء کی تربیت اوران میں اخلاق عالیہ پیدا کرنے کا ایک مؤثر اور مفید ترین ذریعہ یہ بھی ہے کہ ان میں تبلیغ کا جذبہ اور دعوت الی اللہ کا ذوق پیدا کر دیا جائے۔ اسی وجہ سے مظاہر علوم میں اس شعبہ کی بھی خصوصی اہمیت ہے۔ ہر جمعرات میں طلبا کو خصوصی طور پر تبلیغ میں بھیجا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے طلباء اپنے طور پر عملی محنت کرتے ہیں۔ ایک دارالاقامہ کے طلباء دوسرے دارالاقامہ کے طلباء سے خالص تبلیغی اصولوں پر خصوصی ملاقاتیں، آپس کا گشت ہفتہ واری اجتماع یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

پورے ہفتہ کی محنت کے بعد جو طلباء جماعت میں جانے کے لئے مستعد و تیار ہوتے ہیں ان کو جمعرات کے دن عصر کے بعد پورے چوبیس گھنٹے کے لئے آس پاس کے اطراف و قصبات میں جماعت بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ ان ہی میں سے ایک ان پر امیر مقرر کر دیا جاتا ہے۔ ہر سال عیدالاضحیٰ (اور امتحان سالانہ کے بعد) ماہ رمضان المبارک کی تعطیل میں طلباء کی ایک بڑی جماعت مرکز نظام الدین کی تجویز اور مشورہ سے دور دراز علاقوں میں بھی جاتی ہے۔

اس جماعت میں جانے والے طلباء چالیس یوم کے لئے بھی ہوتے ہیں اور اس سے کم و زیادہ مدت کے لئے بھی۔ نیز تحصیل علم کے بعد مکمل ایک سال کے لئے جماعت میں جانے والے طلبا بھی معقول تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۴) چوتھا امتیازی وصف جماعت تبلیغ اور مدرسہ مظاہر علوم

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے ایک امتیازی خصوصیت (جو درحقیقت اللہ رب العزت کی طرف سے اس کی سعادت ونجابت میں اضافہ کرنے کے لئے اس کو دی گئی ہے) یہ ہیکہ تبلیغی جماعت کا سرچشمہ یہی مظاہر علوم ہے۔ اس وسیع وعریض جماعت کے ذریعہ جہاں اور جس ملک وقوم میں دینی واسلامی فضا پھیل رہی ہے جس قدر مکاتب ومدارس قائم ہورہے ہیں۔ جتنے مبلغین اور داعیوں کی تعداد اور انکی صلاحیتوں میں اضافہ ہورہا ہے وہ سب مظاہر علوم کے صدقات جاریہ میں داخل ہے۔ گویا مظاہر علوم کے سامنے اشاعت دین کا جو منصوبہ تھا اس کو جماعت تبلیغ کی عالمگیری اور آفاقیت نے صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ پورے عالم میں پھیلا دیا۔ اور جس دعوت وایقان کی محنت کو لیکر مظاہر علوم میدان میں اترا تھا اس سے صرف یہیں کے باشندے فیضیاب نہیں ہوئے بلکہ (جماعت تبلیغ کے ذریعہ) اسکی آواز اب عالم اسلام، ایشیا اور یورپ میں مسلسل اور متواتر سنی جارہی ہے۔ اس طور پر مظاہر علوم علم نبوت اور عمل نبوت دونوں کا حق بیک وقت ادا کررہا ہے۔
مظاہر علوم کا رشتہ اور تعلق جماعت تبلیغ کے ساتھ کس درجہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کا اندازہ ان حقائق سے کیجئے جو خالص واقعی اور تاریخی بنیادوں پر قائم ہیں۔

(۱) جماعت تبلیغ کے موسس اعلی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی عمر کا ایک طویل اور بیش قیمت زمانہ مظاہر علوم کی چہار دیواری میں گزار کر وہاں درس وتدریس اور فقہ وفتاویٰ کی اونچی خدمات انجام دی ہیں۔ اسکے علاوہ ایک عرصہ تک آپ یہاں کے درجۂ ابتدائی عربی کے سرپرست بھی رہے اور پھر ۱۳۵۰ھ ستمبر ۱۹۳۲ء میں مدرسہ کے تمام معاملات اور کلی وجزئی امور میں سرپرست بنائے گئے۔ آخر حیات تک مدرسہ آپ کی سرپرستی ونگرانی میں ترقی کرتا رہا۔

مظاہر علوم کے ساتھ آپ کو کس درجہ محبت والفت تھی اور اس کیلئے آپ کس حد تک فکرمند رہتے تھے اس کا اندازہ ان تجاویز اور مشوروں سے ہوسکتا ہے جو آپ بڑی کثرت کے ساتھ

ارباب مدرسہ اور خاص کر حضرت شیخؒ کو تحریر فرماتے رہا کرتے تھے۔

ایک گرامی نامہ میں مدرسہ مظاہر علوم میں دعوت وتبلیغ اور اسکے اساتذہ کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے حضرت شیخؒ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''مظاہر علوم کے جلسہ کا ضرور خیال ہے۔ مدرسہ کی خیر چاہو تو تبلیغ میں جس قدر ہوسکے مدرسین کو لگادیں۔ اس کی برکات سوچو اور قوت سے متوجہ کرو۔ اور انشاء اللہ مطمئن رہو۔ کچھ نہیں ہوگا اور اسکے نتیجہ سے مجھے مطلع کرو۔

(اکابر کے خطوط ۱۶۰)

بیعت وارشاد کے سلسلہ میں آپ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم کے تلمیذ رشید اور نجل سعید تھے اور ان ہی کی جانب سے اجازت و خلافت یافتہ تھے، گویا کلمہ، ونماز، زہد وتقوی، علم وعمل اور پاکبازی وبلند کرداری کا جو سبق جماعت تبلیغ کے ذریعہ آج پورے عالم میں پھیلایا جارہا ہے وہ حضرت اقدس سہارنپوری کے اس مشکوۃ قلب کا فیضان ہے جس سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو مظاہر علوم کی چہار دیواری میں بٹھا کر مالا مال کیا گیا تھا۔ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کو آپ سے جو تعلق تھا اسکا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت سہارنپوری کو تحریر فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں کچھ مدت کیلئے آنا چاہتا ہوں حضرت نے اس پر جواباً تحریر فرمایا کہ تم کو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ دور ونزدیک سب برابر ہے۔

(افادہ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب)

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ مظاہر علوم کے تربیت یافتہ اور اسکے مخصوص وممتاز فضلاء میں سے ہیں۔ ابتداء سے لیکر انتہا تک یہیں پڑھا پھر ساری عمر مظاہر کی تربیت اور اس کو پروان چڑھانے میں لگادی۔ آپ اس دعوت وتبلیغ کی محنت میں حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے خصوصی رفیق جلیس اور مشیر کار رہے۔ چھوٹے اور بڑے تمام معاملات میں آپ کی رائے قول فیصل کا درجہ رکھتی تھی۔

حضرت تبلیغی جد و جہد کے لئے آپ کی مساعی کا تذکرہ بڑے بلند الفاظ سے کرتے تھے۔حضرت ہی کے حکم سے فضائل کی یہ مشہور عام کتابیں تالیف فرمائیں جن کے متعلق آج بغیر کسی خوف تردید کے کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں خالص دینی وشرعی بنیادوں پر اتنی زبردست اشاعت کسی اور کتاب کی نہیں ہوئی ہے۔اور بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق قرآن پاک کے بعد آج دنیا میں سے سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب یہی مجموعہ فضائل اعمال ہے۔

(۳) حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی بھی مظاہر علوم کے فارغ اور یہاں کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے پاس دہلی میں قیام کر کے دعوت وتبلیغ کے کاموں میں ان کے معاون و مددگار رہے۔آپ کی تالیفات پچپن سے زائد ہیں ان میں متعدد کتابیں وہ ہیں جو حضرت کی تعمیل ارشاد میں تحریر فرمائی گئیں اور خصوصی طور سے ان میں دعوت وتبلیغ کی ترجمانی ہے۔

آپ کی تصانیف آج تک طبع ہوتی آرہی ہیں اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم کا سلسلہ جاری ہے۔

(۴) و (۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی مظاہر علوم کے ان کبار فضلاء میں سے ہیں جن کی اصابت فکر پختگی مزاج، دعوت وتبلیغ سے بھرپور زندگی اور صلاح وتقویٰ سے مالا مال شب وروز نے مظاہر علوم کی تابناکی اور اس کے وقار میں مزید اضافہ کیا ہے۔ان دونوں حضرات کا زمانہ مظاہر علوم میں ایک ہی ساتھ گزرا ہے۔ایک ہی ساتھ تکمیل ہوئی۔دونوں گرامی قدر ہستیاں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب اور ان کی جانب سے اجازت وخلافت پائی ہوئی تھیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنے والد مخدوم کے وصال پر ۱۳۶۳ھ میں ان کے جانشین بنائے گے۔۱۳۸۴ھ میں جب آپ کا وصال ہوگیا تو حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب آپ کے جانشین اور جماعت تبلیغ کے امیر وذمہ دار بنائے گئے۔

ان مذکورۃ الصدر حضرات کے علاوہ مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت تبلیغ سعودی عرب مولانا الحاج محمد صالح صاحب امیر جماعت تبلیغ رنگون (برما) مولانا محمد ظاہر شاہ صاحب مقیم مرکز تبلیغ رائے ونڈ، مولانا الحاج احسان الحق صاحب مرکز تبلیغ رائے ونڈ پاکستان۔

مولانا الحاج اظہار الحسن صاحب کاندھلوی۔ مولانا الحاج عبید اللہ صاحب بلیاوی، مولانا الحاج محمد ہارون صاحب (مرحوم) مولانا الحاج محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی ــــ یہ سب حضرات جماعت تبلیغ کے ذمہ دار اور معتمد علیہ افراد میں سے ہیں اور بخت وخوش نصیبی یہ ہے کہ یہ سب مظاہر علوم کے خوان کرم کے ریزہ چیں اور اس کے دامن عاطفت میں تربیت پائے ہوئے ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی مرحوم جن کی ترتیب دی ہوئی کتابیں چھ باتیں مسنون دعائیں، مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ بکثرت عوام کے مطالعہ میں رہتی ہیں، مظاہر علوم ہی کے ممتاز فارغین میں سے ہیں، مولانا کی متعدد تصنیفات کے ترجمے مختلف ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں بڑی مدت سے طبع ہوتے آرہے ہیں۔

ان کے علاوہ سینکڑوں علماء ایسے ہیں جن کا انتساب مظاہر علوم کی طرف ہے اور وہ انتہائی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ اس محنت میں لگ کر اپنی زندگی کو بیش قیمت بنارہے ہیں۔

چونکہ تبلیغ کی یہ عالی شان محنت مظاہر علوم ہی کا صدقۂ جاریہ ہے اور اس کی بنیادیں اسی ادارے کے باکمال فرزندوں کے خون جگر سے بھری گئی ہیں اسلئے مظاہر علوم اور اس کے ذمہ دار اساتذہ نے اس مبارک کام میں علمی اور عملی ہر اعتبار سے ہمیشہ حصہ لیا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم کا مسلک ومشرب

مظاہر علوم مسلک کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت حنفیت اور مشرب کے اعتبار سے وہ اپنے مقدس اسلاف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کے موافق اوران کا متبع ہے۔گویا مختصر الفاظ میں ـــــ مظاہر علوم کا مسلک اہل سنت والجماعت، حنفیت اور چشتیت ہے۔

مدرسہ کے ارکان اور طلبا کے لئے ہر حال میں ضروری ہے کہ وہ اس مسلک سنیہ کا اتباع کریں۔ان کے لئے کسی ایسی انجمن یا ادارے یا کسی ایسی جماعت میں شرکت کی اجازت نہیں جو اس مسلک کے خلاف یا خود مدرسہ کے مفاد کے لئے نقصان دہ ہو۔

طلباء مدارس میں امانت ہوتے ہیں۔ناظم مدرسہ ان کا امین اور محافظ ہوتا ہے۔اس کیلئے عنداللہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی دیکھ بھال رکھے۔کسی بھی قسم کی ذہنی غلطی اور فکری کجروی میں پڑنے یا مسلک وعقیدہ کے تغیر وتبدل سے حتی الامکان ان کی حفاظت کرے۔

اسی عنداللہ مسئولیت کی بناء پر مظاہر علوم میں ہمیشہ طلبا کی بھرپور نگرانی کی گئی، ان کے لئے ایسے رخنوں کو بھی بند رکھنے کی کوشش ہوتی ہے جہاں سے آزادی فکر دل ودماغ کی کج روی اور مذہب سے بُعد کی معمولی سی بھی مسموم ہوا آسکتی ہو۔اس سلسلہ میں طلباء سے داخلہ کے وقت جو عہد لیا جاتا ہے وہ ان ہی فتنوں کے سد باب کے لئے ہے۔ان تمام شرائط وقیود اور ضوابط واصول میں کسی مصلحت وقت یا جذبات کے ٹھکرا جانے کو اصلا دخل نہیں بلکہ ماضی کا طویل تجربہ اور موجودہ دور کا ایک بڑا المیہ (تجدد اور آزادی پسندی) اسکے پس پشت کارفرما ہے اللھم احفظنا من الحور بعد الکور۔

مظاہر علوم کے قیام کا اصل مقصد علوم نبوت کی نشر واشاعت، مسلک ولی اللّٰہی کی حفاظت وصیانت، قرآنی دعوت اوراس کی پیغام کو عام کرنا ہے۔اس کے لئے جہاں درس وتدریس فقہ وفتاویٰ، تزکیۂ واحسان، تالیف وتصنیف کے ذرائع اختیار کئے گئے۔وہیں ایسی

تمام باطل تحریکوں اور بے دین جماعتوں کا بھی دور اندیشی اور تدبر کے ساتھ تعاقب کیا گیا جن کا وجود اسلام کے لئے باعث ننگ و عار اور اسلامیان ہند کے لئے دینی مذہبی اور اعتقادی اعتبار سے زبردست خطرہ کا سبب بن سکتا تھا۔ اکابر مظاہر علوم اور یہاں کے ارباب فتاویٰ کا ہمیشہ یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے حق کے مقابلہ میں کبھی کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ کسی مسئلہ کی ذاتی لچک سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ جس بات کو حق سمجھا اور یہاں کے مخصوص حالات کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کیلئے مفید گردانا اس کو کھلم کھلا بتلایا اور جس چیز کو غلط سمجھا اسکو ہر حال میں غلط کہا۔ اجتماعی طور پر غلط کہا انفرادی طور پر غلط کہا اور واضح الفاظ میں اس سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا۔

برطانوی دور حکومت (اور اسکے بعد بھی) یہاں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف جو کچھ ہوتا آیا ہے وہ تاریخ داں طبقہ سے مخفی نہیں ہے۔ شاطران افرنگ نے کیسی کیسی گہری سازشیں اسلام کے خلاف تیار کیں۔ کتنے اسلام کے دعویداروں کو خدمت دین کے عنوان پر کھڑا کر کے ان کے ذریعہ اسلامی بنیادوں پر تیشے چلوائے گئے۔ قادیانیت، پرویزیت، بہائیت، چکڑالویت، یہ سب اسی اسلام دشمن قوم کے خبث باطنہ کے آثار ظاہرہ ہیں۔ ان سب کی محنتوں اور تخریبوں کا میدان ہندوستان اور یہاں کا غریب مسلمان رہا ہے جو دینی مذہبی سیاسی، سماجی ہر اعتبار سے ان کے نشانہ پر تھا، جو چیز فوج اور اسلحہ کے بل بوتے پر منوائی جاسکی اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا اور جہاں یہ راستہ مفید محسوس نہ ہوا وہاں غلام احمد قادیانی، غلام احمد پرویز جیسے لوگوں کو سامنے لا کھڑا۔ کر دیا۔ اور پھر ان کے قلم سے تعمیر کے پردہ میں تخریب کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان الحفیظ، شریعت اسلامیہ کے بنیادوں مسلمہ اصول بھی انکے دست برد اور کتر بیونت سے محفوظ نہ رہ سکے۔

محدود اور سطحی علم رکھنے والے نیز انگریز کی بدترین سیاست کو نہ سمجھنے والے بہت سے سیدھے سادے لوگ بھی ان کے معاون و مددگار بن گئے۔ اپنی زبان سے ان کے حمایت اور قلم سے ان کے تعاون پر اتر آئے۔ لیکن ـــــــ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے بے تکلف کہہ سکتے ہیں کہ مظاہر علوم کی اس طویل تاریخ میں علمائے مظاہر علوم اور

اسکے مفتیان کرام کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں ملے گا جو راہ حق سے سر مو تجاوز کئے ہوئے ہو یا اس کے ذریعہ سے قرآن وسنت پر کوئی حرف آیا ہو یا اپنے اسلاف کی عظمت وشوکت اغدار ہوئی ہو۔

بالخصوص ان تنظیموں اور جماعتوں کے متعلق یا ان کے علمبرداروں اور پس پردہ کام کرنے والوں کے بارے میں جو بھی فیصلہ کیا گیا وہ ایسا معتدل اور جامع کیا گیا کہ پھر اس میں نہ ہی کسی قسم کے تغیر وتبدل کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی ترمیم وتنسیخ کی اور اس وقت ان فیصلوں سے گو کتنا ہی اختلاف کیا گیا اور ان فوائد ومنافع کے لئے نقصان دہ بتایا گیا جو ظاہری طور پر ان مختلف الالوان جماعتوں اور تحریکوں کے ذریعہ محسوس ہوتے تھے [۱]۔ لیکن بعد میں عقلائے زمانہ.......... نے دیکھ لیا کہ جن خطرات اور خدشات کا اظہار ان بوریہ نشینوں اور خاک نشینوں کی طرف سے ہوا تھا وہ حرف بحرف کس طرح پورے ہوئے اور اسکی پاداش میں ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ان کے وقوع سے قبل کسی کو ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ و بدالهم من الله مالم یکونوا یحتسبون۔

سیاسی اور حکومتی معاملات میں مظاہر علوم کا طرز عمل

مظاہر علوم کا اپنا شعار اور طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ من حیث المدرسہ سیاسی اور حکومتی معاملات سے ہمیشہ غیر متعلق رہا اور اس چیز میں گھسنا اپنے بنیادی مقاصد اور اپنے اکابر کی روایات اور طرز عمل کے خلاف سمجھا چنانچہ ارباب مظاہر علوم کی طرف سے ۱۹۱۷ء میں اس چیز کی وضاحت (مطبوعہ کتابچہ کی شکل میں) ان الفاظ میں بھی کردی گی تھی۔ کہ!

> یہ امر سب کو معلوم ہے کہ اس مدرسہ میں کسی وقت میں تعلیمی مشاغل کے علاوہ بلا ضرورت متعلق مباحث سے کام نہیں لیا گیا اور خصوصاً پولیٹیکل معاملات اور سیاسی واقعات سے ہمیشہ اعراض ہی نہیں کیا گیا بلکہ محض بے تعلقی رکھی گئی کیونکہ

---

[۱] اس موقعہ پر جماعت اسلامی کی اقامت دین کی پوری تاریخ اور عنایۃ اللہ مشرقی کی بیلچہ تحریک اور اسکا عروج و زوال بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

یہ دونوں باتیں ہمارے اصل مقصد کے بالکل خلاف تھیں۔

(مدرسہ مظاہر علوم کے اصلی مقاصد)

اسی کا یہ اثر ہے کہ ملک اور بیرون ملک کی سربرآوردہ سیاسی شخصیتوں، کرسی نشینوں اور اعلیٰ عہدہ داروں کو کبھی مظاہر علوم میں آنے کی دعوت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کی شان میں قصائد اور سپاسنامے پڑھنے کی نوبت آئی۔ بلکہ اس سے بڑھکر کتنے ہی واقعات راقم سطور کے علم میں ایسے ہیں کہ ملک کی بعض ذمہ دار اونچی شخصیتوں کی طرف سے مظاہر علوم کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا گیا تو مختلف ذرائع سے ان کی عالی خدمات میں یہ بات پہنچا دی گئی کہ ہم بوریہ نشیں نہ آداب شاہی سے واقف ہیں اور نہ رموز سلطنت سے آشنا۔ اسلئے شا بخیرو ما بہ سلامت۔

مظاہر علوم سہارنپور اپنی اس یکسوئی اور گوشہ نشینی کی وجہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں یہ بتلاتا ہے کہ!

عمل رہے قائم تو فقیر! درویشی ہے سلطانی
فقط احساس کی پستی سے لٹتا ہے وقار اپنا

لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اکابر سے تعلقات کی بنیاد پر نیاز مندانہ طریقہ سے آیا تو اس کے لئے آنکھیں بھی فرش راہ کردی گئیں۔ مگر وہ آمد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں۔ نعم الامیر علی باب الفقیر ۔ ہوتی تھی۔ ان میں سے کسی کی یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ مظاہر علوم کی چہار دیواری میں آکر کسی ایسی چیز کی ترغیب اور دعوت دیں جو اسکے وقار و مسلک کے خلاف ہو یا اسکی عظمت شان اس سے داغدار ہو۔

بہرکیف سیاسی اور ملکی اعتبار سے مظاہر علوم کا مسلک وہی ہے جس کی وضاحت اوپر کی جاچکی لیکن جب خالص دینی، شرعی اور اخلاقی بنیادوں پر مشتمل مسائل کو سیاسی رنگ دیکر اوران پر دہریت کی چھاپ لگا کر حکومت کافرہ کی جانب سے ان کو زبردستی منوانے کی کوشش کی گئی اسکی وجہ سے مداخلت فی الدین کا خطرہ محسوس ہونے لگا تو پھر ایسے نازک حالات میں مظاہر علوم نے ہمیشہ اسلامیان ہند کا ساتھ دیا بلکہ زیادہ صاف اور واضح الفاظ میں ان کی

رہنمائی اور رہبری کی، اور اپنی بساط کے مطابق جو کچھ ہو سکا اس سے دریغ نہیں کیا۔

ہم یہاں مختصر طور پر چند ایسی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں جو اسلام اور اسلامیات کے تحفظ و بقا کیلئے تاریخ کے گذشتہ دور میں مظاہر علوم اور اس کے باکمال فرزندوں نے اپنے اپنے موقعوں پر انجام دی ہیں۔

(۱) مسئلہ خلافت اور قربانی گاؤ:- خلافت اسلامیہ اور سلطنت عثمانیہ کا مسئلہ جس زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور ان کا سوز دروں بنا ہوا تھا اور تمام علماء و اکابر مختلف انداز سے اس کی بقاء کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔اس وقت مظاہر علوم نے بھی خالص دینی نقطۂ نظر سے اس مسئلہ میں اپنا قدم اٹھایا اور تقریریات و تحریرات کے ذریعہ صورت حال کی صحیح اور شرعی حیثیت بتلا کر رائے عامہ کو ہموار کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے لئے جدوجہد کی۔

یہاں بطور نمونہ اس وقت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مسئلہ خلافت کی اہمیت اور نزاکت پر ایک بیان نقل کیا جاتا ہے جو فتوی اور اشتہارات کی شکل میں اس زمانے میں بہت کثرت سے شائع ہوا تھا۔مولانا اپنے تحریری بیان میں فرماتے ہیں!

> اس وقت خلافت اسلامیہ ہی نہیں بلکہ اسلام اور اس کا اقتدار سخت خطرہ میں ہے۔ بڑی بڑی دول یورپ کی وعدہ خلافیوں کو پادریوں کے اس اعلان نے (کہ جس میں انہوں نے اس عظیم جنگ کو مذہبی اور صلیبی جنگ قرار دیا ہے) اور بھی زیادہ چار چاند لگا دیئے۔
>
> پادریوں کے اس فتوے نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ دول متحدہ کی طرف سے خلافت کے خلاف جو کاروائی ہو رہی ہے اسکا راز یہ ہے کہ اسلام کی ہستی کو مٹا دیا جائے۔ایسی سخت مصیبت میں مسنون طریقہ مسلمانوں کے لئے ایک یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعاء قنوت امام زور، زور سے پڑھے اور مقتدی ہر جملہ پر آہستہ آہستہ آمین کہیں۔ نیز تمام

اوقات میں سلطان السلاطین واحکم الحاکمین کی درگاہ عالی میں اپنے معاصی اور خطئیات سے توبہ کریں اور نہایت خشوع وخضوع سے رو رو کر مقامات مقدسہ اور جزیرۃ العرب کے غیر اسلامی قبضہ سے محفوظ رہنے اور سلطنت عثمانیہ کی ترقی وبقاء کے لئے شب وروز دعا میں مشغول رہیں۔ ہر نماز کے بعد اسلام کا بول بالا رہنے کے واسطے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ حق تعالیٰ آفتاب اسلام کو درخشاں وتاباں رکھے (آمین ثم آمین)

المشتہر۔ خاکسار عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور

تحریک خلافت کے زمانے میں جب برادران وطن کے ساتھ اتحاد واتفاق کی تجاویز پاس ہوئیں اور اس کی اہمیت وافادیت کے چرچے ہوئے تو ذبیحہ گاؤ کے ترک کی تحریک اٹھی متعدد علما نے بھی اس کی تائید اور تصویب کرتے ہوئے ذبیحہ گاؤ کے ترک پر اصرار کیا۔ لیکن حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم نے بغیر کسی رو رعایت اور بلا کسی خوف کے ترک ذبیحہ کی حرمت پر فتوی دیا اور دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت فرمائی کہ اس سے اسلامی شعائر کو نقصان پہنچے گا۔ کفر کی ترویج ہوگی۔ اور مستقبل میں یہ چیز مسلمان کو دینی اعتبار سے مفلوج کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

اس فتویٰ کی وجہ سے حضرت پر بہت سبّ وشتم کیا گیا۔ آپ کو حکومت کا تنخواہ دار بتلایا گیا۔ لیکن حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان خطابات کی پرواہ بھی نہیں کی۔ کچھ ہی مدت بعد آپ کے اس فتوے کی اہمیت کا احساس لوگوں کو ہوا اور انہوں نے اپنے سابقہ خیالات اور رائے سے رجوع کیا۔

حضرت نور اللہ مرقدہ نے جو فتوی تحریر کیا تھا، اس کی آخری سطور یہ ہیں

ہر مسلمان کو ایسی درخواست پر دستخط کرنا اور انسداد گاؤکشی کے امر میں اعانت کرنا سخت حرام قریب کفر ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس سے نہایت پرہیز کریں اور جن لوگوں نے ناواقفیت سے یا طمع نفسانی سے دستخط کر دیئے ہیں یا اور کسی طرح کی اعانت کی ہے ان پر واجب ہے کہ وہ توبہ کریں اور اپنے

دستخطوں سے ایک اعلان شائع کریں کہ ہم سے خطا ہوئی اور ہم اس میں شریک نہیں۔ ۱

اسی طرح اپنے ایک مکتوب میں اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

اس وقت جو مسلمان ترک قربانی گاؤ کے معاملہ میں معاونت کر رہے ہیں اور اس کے ترک پر عام مسلمانوں کو برانگیختہ کر رہے ہیں وہ لوگ قطعاً حدود شرع سے آگے بڑھ گئے۔ ان پر واجب ہے کہ حدود شرع سے ذرا بھی قدم نہ بڑھاویں ومن یتعد حدود اللّٰہ فقط ظلم نفسہ اور ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس مصالحت و اتفاق سے خدانخواستہ آگے چل کر ایسے نتائج مرتب نہ ہوں جو مسلمانوں کے دینی یا دنیوی مضرت کا باعث ہوں ۲

ان سطور بالا سے جو غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی چھلک رہی ہے اس کا اندازہ قارئین بخوبی کر سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی روح مبارک کو شاداں و فرحاں رکھے اور ان کی قبر کو انوار سے معمور فرمائے کہ عزیمت و جرأت پر عمل فرما کر اپنے اسلاف کی جانشینی کا حق ادا کر گئے اور اپنے اخلاف کیلئے راستہ ہموار کر گئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ہر مسلمان کو ایسی ہی توفیق نصیب فرمائے۔

ترک رخصت اور عزیمت پر عمل پیرا ہونے کا یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ آپ کی مبارک زندگی میں اس کے اور بھی بہت سے نمونے ہیں جو آپ کی سوانح تذکرۃ الخلیل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس مقام پر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مکتوب گرامی اور ایک خطبۂ صدارت پیش کیا جاتا ہے۔ ان دونوں تحریروں کا تعلق بھی مسئلہ خلافت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت وصیانت سے ہے ان کو پڑھکر قارئین خود فیصلہ کر لیں گے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ان معاملات میں کیسی گہری بصیرت رکھتے تھے اور اس وقت کے ارباب سیاست اور قائدین کی

۱ تذکرۃ الخلیل عکسی ایڈیشن صفحہ ۲۹۰ ۲ اکابر کے خطوط صفحہ ۱۴۱

طرح نہ تو افراط وتفریط میں مبتلا تھے اور نہ ہی کسی خوش فہمی کا شکار تھے بلکہ اس سیاسی اتار چڑھاؤ کے ردعمل اور عواقب پر آپ کی پوری نظر تھی اور آپ اس کی وجہ سے حد درجہ بے چین اور ملول خاطر تھے۔

(۱) مکتوب گرامی حضرت نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　حامدا و مصلیا و مسلماً

بعالی خدمت حضرات علمائے دیوبند جناب مفتی (عزیز الرحمان) صاحب و جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب وغیرہم۔

عرض ہے کہ میرا خیال تو یہ تھا کہ بموجب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فعلیک بخاصة نفسک گوشۂ گمنامی میں پڑا رہوں اور بحالت ضعف و پیرانہ سالی اسی خدمت میں مشغول رہ کر دنیا سے رخصت ہو جاؤں جس میں میرے اسلاف اکابر اخیر تک مصروف رہے مگر حضرات نے قدم رنجہ فرما کر اصرار فرمایا کہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

چونکہ حضرات کے حکم کی تعمیل بھی ضروری سمجھتا ہوں اور اس سے کسی طرح اغماض نہیں کر سکتا لہذا عرض کرتا ہوں کہ میں بحمد اللہ پکا مسلمان ہوں اور کفر و کفار کے متعلق وہی خیالات رکھتا ہوں جو ہر پکے مسلمان کو رکھنے چاہئیں۔

میرے نزدیک سب سے اول مسلمانوں کے لئے ہر حالت میں شریعت کا اعتقادی اور عملی احترام ہے محض زبانی احترام کافی نہیں۔ مسلمانوں کی دنیاوی ترقی و فلاح کا ذریعہ بھی کامل اتباع شریعت ہی سے ہو سکتا ہے۔ جب تک اس اتباع کی روح مسلمانوں میں بالاتفاق پورے طور پر موجود نہیں ہوگی۔ اس وقت تک مسلمان دنیاوی مصائب و آلام سے بھی نجات نہیں پا سکتے۔

اگر دنیاوی مصائب دور کرنے کے لئے اتباع شریعت سے غافل ہو کر عقل انسانی پر اعتماد کیا گیا تو یقیناً مسلمانوں کے لئے ناکامیاں اور غیر متوقع مشکلات و تکالیف رونما ہوں گی۔

حالات حاضرہ میں مسلمانوں کے لئے صبر و استقلال کی بھی ضرورت ہے اور نیز اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ آپس کی فضول منازعت و منافرت بالکل ترک کیجائے، کہ ارشاد ہے و لا تنازعوا فتفشلوا صبر و تحمل، اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے جدوجہد کرنا نہایت مبارک ہے اور کامیابی انشاء اللہ ضرور ہمرکاب رہے گی۔

حمایت خلافت اور حفاظت مقاماتِ مقدسہ تو ایک بہت بڑے مرتبہ کی چیز ہے میرے نزدیک دارالاسلام کی ایک انچ زمین پر بھی کفار کا قبضہ یا اقتدار ہو تو مسلمانوں کے اوپر شرقاً غرباً بتدریج واجب ہو جاتا ہے کہ بقدرِ استطاعت اس کی حفاظت کریں اور اگر اس کی حمایت وحفاظت میں باوجود استطاعت کوتاہی کرینگے تو گنہگار ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مواخذہ دار ہوں گے۔

کفار کے ساتھ موالات خواہ وہ نصاریٰ ہوں یا مشرک قطعاً حرام ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو چون وچرا کی گنجائش نہیں اور ترکِ تعلقات خواہ وہ بطور قرابت ہوں جیسے نکاح اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ یا بطور لین دین کے ہوں یا بطور ملازمت کے یا کسی دوسری طرح سے ہوں، اگر وہ شرعاً ناجائز ہیں تب تو ان کا ترک واجب ہے ہی اور اگر وہ فی نفسہ جائز بھی ہوں تب بھی مسلمانوں کے لئے ہر ملک اور ہر زمانے میں عموماً اور بلاد اسلامی اور بلاد مقدسہ کے خطرہ کی حالت میں خصوصاً ان سب کا ترک مفید اور مستحسن سمجھتا ہوں۔ بالخصوص جب کہ مسلمانوں کے حقوق کے خلاف دشمنان اسلام کی تقویت یا ایسی تدابیر میں معاونت کا باعث ہوں جن سے مذہب وعظمت اسلامی کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بشرطیکہ حدود استطاعت سے خارج نہ ہو۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**۔

میرے نزدیک **انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین واخرجو کم من دیار کم و ظاھر و اعلی اخراجکم** کا مصداق فقط نصاریٰ ہی نہیں بلکہ مشرکین ہنود بھی ہیں۔

چند روز ہی گزرے ہیں کہ جو واقعات دل خراش ضلع اعظم گڑھ اور صوبہ بہار اور کٹار پور میں ایک فرض مذہبی قربانی کے روکنے کے متعلق ہنود کی طرف سے مسلمانوں پر اور ان کی عورتوں اور بچوں پر ہو چکے ہیں وہ کسی سچے مسلمان کے دل سے فراموش نہیں ہو سکتے، اور اب بھی اہل ہنود کھلم کھلا اس کوشش میں منہمک ہو رہے ہیں کہ ہر جگہ گاؤکشی صلحاً یا جبراً بند کرادی جائے چنانچہ اخبار پڑھنے والے اصحاب واقف ہیں کہ بہت جگہ بند ہو چکی۔

لیکن اگر ہنود آئندہ اس مسئلہ قربانی میں (جو اسلامی شعار ہے) مزاحمت ترک کر دیں اور مذہبی معاملات کو بجائے خود اس سے علیحدہ رکھ کر صرف دنیاوی اور معاشرتی تعلقات

میں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کریں تو ایسی حالت میں ہنود کے ساتھ بہ پابندی حدود شرع۔ دنیاوی امور میں مصالحت و اتفاق مناسب تصور کرتا ہوں۔ بشرطیکہ مسلمانوں کے ادنیٰ سے ادنی مذہبی امر پر اب یا آئندہ کسی قسم کا اثر قطعاً نہ ہو۔

اس وقت جو مسلمان ترک قربانی گاؤ کے معاملہ میں معاونت کر رہے ہیں۔ اور اس کے ترک پر عام مسلمانوں کو برانگیختہ کر رہے ہیں وہ لوگ قطعاً حدود شرع سے آگے بڑھ گئے۔ ان پر واجب ہے کہ حدود شرع سے ذرا بھی قدم نہ بڑھاویں اس مصالحت و اتفاق سے خدانخواستہ آگے چل کر ایسے نتائج مرتب نہ ہوں جو مسلمانوں کے دینی دنیوی مضرت کا باعث ہوں۔

بعد ازاں اگر اصول سیاست سے بھی یہ اتفاق مستحسن ہو اور کچھ پائدار معلوم ہوتا ہو تو میرے خیال میں اس پر عمل نہایت مناسب ہے مگر شرائط اتفاق بکمال حزم و احتیاط فیما بین اکابر فریقین طے ہونے چاہئیں اور ایسے تصفیہ کے بعد کہ جس میں ذرا بھی شرعی نقطۂ نظر سے نقص نہ رہے۔ اس پر پوری طرح عمل کیا جائے تا کہ فریقین کو شکایت پیدا نہ ہو۔

افسوس ہے کہ ایسی قرار دادوں کی طرف میں توجہ کم منعطف دیکھتا ہوں جو شرعی شکوک کو زائل کردے اور سیاسی خطرات کے لئے بھی سد باب کا باعث ہو اب تک مسلمانوں کو عام طور پر معلوم نہیں کہ اتفاق کن شرائط و حدود کے اندر کیا گیا۔ اور اسی وجہ سے غلط فہمیاں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں۔

مذہبی تعلیم جس کا بیڑا میرے اکابر نے اٹھایا اور جس میں تمام عمر وہ منہمک رہے ہیں اس کو نہایت ضروری اور مہتم بالشان سمجھتا ہوں اور ہر اس تحریک کا سختی سے مخالف ہوں جو اس میں نقصان پہنچانے والی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے اسلام جوش کیساتھ یہ فرماتے ہیں کہ مدارس دینیہ بند کرو اور سب کے سب خلافت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میرے نزدیک یہ نہایت غلط راستہ ہے۔ دونوں امر فرض کفایہ ہیں علماء اور ہادیان ملت کو دونوں کی طرف توجہ فرمانا اور دونوں کو یکساں سمجھنا ضروری خیال کرتا ہوں اور نیز ہر ایسے امر کو جو مسلمانوں میں تفریق و اختلاف کا باعث ہو یا حدود شرع سے متجاوز ہو۔ مثلاً کسی جزوی اختلاف پر یا محض گمان مخالفت پر کسی زندہ یا مردہ مسلمان کی تذلیل و توہین یا تقلید یورپ میں ایسے اصولوں پر عمل جو اسلام کی

تعلیم کے مطابق نہیں۔ان سب کو نہایت مکروہ اور غیر مستحسن خیال کرتا ہوں۔
مکرر عرض کرتا ہوں اگر پابندیٔ اسلام نظر انداز کر کے دنیاوی بہبودی کی
تدبیریں کی گئیں تو فتن کو اور ترقی ہوگی اور مسلمانوں کے لئے بدترین مصائب
اور غیر متوقع آلام پیدا ہوں گے۔
ہمارے لئے صحیح راستہ وہی ہے جس کی مذہب ہدایت کرے
رب ذوالجلال والاکرام ہم سب کو اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
اسلام کا ادنی خادم اور مسلمانوں کا دعا گو

خلیل احمد انبہٹوی مقیم سہارنپور

۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ

۱۲ر فروری ۱۹۲۰ء

(۲) دوسری تحریر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا وہ خطبۂ صدارت ہے جو پانچ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق پندرہ مارچ ۱۹۲۱ء میں جلسۂ خلافت منعقدہ محلہ چوب فروشان سہارنپور میں پڑھکر سنایا گیا۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تاریخ مذکورہ میں اولاً ایک تقریر جلسۂ خلافت میں کی جس میں جلسہ کی غرض وغایت ارض مقدسہ وخلافت کی اہمیت وغیرہ بیان فرما کر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو اپنا مرتب کیا ہوا خطبۂ صدارت مرحمت فرمایا تاکہ وہ حاضرین جلسہ کو سنائیں۔مولانا موصوف نے تعمیل ارشاد میں یہ خطبہ شرکاء جلسہ کو سنایا۔

تاریخی اعتبار سے اس خطبۂ صدارت کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ اس موقعہ پر دیا گیا ہے جب کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ وفات کو صرف پانچ ماہ گزرنے پائے تھے۔اور اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اس سے کچھ عرصہ قبل وفات پا چکے تھے۔ جنگ آزادیٔ ہند کی تاریخ پڑھنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ یہ تینوں اکابر آزادیٔ ہند کی تحریک میں ایک ہی مثلث کے تین زاویئے بنے ہوئے تھے اور اس موقعہ پر یہ دو حضرات اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے تھے اور آخری

تیسری شخصیت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی باقی رہ گئی تھی۔

خطبۂ صدارت

حضرت مولانا الحاج حافظ مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہٗ
ناظم وسرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم- اما بعد

اس دہر پُر آشوب وزمنِ پرفتن میں کہ دنیائے اسلام کی بے چینی اور روز افزوں اضطراب ہر لحظہ ہر ساعت آناً فاناً قصر ترقی پر گامزن ہے۔کوئی متنفس کوئی فرد بشر مطمئن اور بآرام نہیں، ہر شخص ہر وقت اپنے خیالات کے بحر ذخار میں غوطہ زن رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا عملی ثبوت ہر شخص روزانہ کے واقعات سے معلوم کرسکتا ہے۔ بناء علیہ ناممکن تھا کہ میں اس جگر خراش اور جان سوز اثر سے متاثر نہ ہوتا ــــ لیکن چونکہ میرے اسلاف واکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ ہر موقعہ پر نہایت صبر وسکون واستقلال واطمینان کے ساتھ گوشۂ گمنامی وعزلت میں اپنی عمر عزیز کے گراں بہا سرمایہ کو صرف کردیں اور خدمت علم دین وطلبائے دین میں مشغول رہ کر اس دار فانی سے ملک بقاء کو روانہ ہوں۔ چنانچہ اسی وجہ سے میں نے اپنے خیالات کو اس مخصوص طریقۂ مروجہ حال سے ظاہر نہ کیا تھا۔ گو دیگر مختلف طرق سے میرے خیالات کماحقہ ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

قلت وقت وضعف پر نظر کر کے بہت مختصر الفاظ میں اپنے مسلک کو جو آپ کے سچے جذبات اور پختہ ارادوں کے ہرگز ہرگز خلاف نہیں ہے اور ہر طرح انشاء اللہ تعالیٰ عامۃ المسلمین کی بہبودی وفلاح دارین پر مبنی ہے پیش کرتا ہوں۔

اس عالمگیر اضطراب کی اصلی اور پہلی وجہ مقامات مقدسہ محترمہ پر نصاریٰ کا تسلط وقبضہ ہے جس کو کوئی پاک ہستی ٹھنڈے کلیجہ سے نہیں دیکھ سکتی۔ اس قسم کی

لاکھوں مصلحتوں کیوجہ سے عام مسلمانوں کو ایک خلیفہ کی ضرورت ہے اور اسی قسم کے وجوہ پر خلافت اس کا رکن اعظم اور امر بالشان ہے۔
اب حالات حاضرہ اور واقعات موجودہ نے خلافت کو اس درجہ میں نہیں رکھا ہے جو اس پر دلائل و براہین قائم کئے جائیں بلکہ روز روشن کی طرح خلافت کا ضروری ہونا خواص وعوام پر ظاہر و واضح ہو گیا۔ اسلیئے اس کو مختصر کر کے عرض ہے کہ اسلامی عزت وحمیت اور شریعت کے خلاف ہے کہ مقامات مقدسہ کی ایک بالشت بھر زمین پر بھی کسی غیر مسلم ہستی کے قدم ایک ساعت کو بھی رکھے جائیں۔
اس تسلط کے دور کرنے کیلیئے ہر جائز کاروائی سے دریغ کرنا ناجائز سمجھتا ہوں بعض اخبارات الوکیل وغیرہ میں یہ جو شائع ہوا ہے کہ شریف مکہ کی نسبت میرا خیال یہ ہے کہ وہ باغی نہیں ہے یہ محض غلط ہے۔ شریف کی نسبت میرا وہی خیال ہے جو جملہ اہل حق حضرت مولانا محمود حسن صاحب ــــــ وغیرہ کا ہے۔ حضرت مرحوم کا جو خیال خلافت کے متعلق تھا وہی میرا خیال ہے۔
موجودہ زمانے کی مصالح اور امور سیاسیہ پر نظر کر کے رہبران قوم وملت نے جو امور قابل عمل قوم کے سامنے پیش کئے ہیں ان کو بہ پابندی شرع بہر صورت مستحسن و مفید خیال کرتا ہوں۔ پنچایتوں کا قائم کرنا اور اپنے مقدمات آپ فیصل کرنا ایک ایسا مستحسن و مفید امر ہیکہ جس میں کسی دانشمند کو دم زدنی کا موقع نہیں ہے۔ اور دینی و دنیاوی مصالح کے اعتبار سے ہر طرح نافع ہے اور وہ ترک موالات کے اجزاء مفیدہ میں سے جزو اہم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ان مضرتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے بلکہ ہر ایسا امر جو موالات کا مصداق ہے واجب الاحتراز ہے۔
اسی طرح ولایتی اشیاء کی خرید وفروخت کو ترک کرنا اور ان سے ہر قسم کے معاملات کو چھوڑ دینا مفید خیال کرتا ہوں۔ سودیشی کا استعمال ہر طرح باعث برکت اور نافع ہے۔ یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ اس میں کسی کو کوئی اختلاف

کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر سودیشی اشیاء کے استعمال کے منافع عرفی سیاسی بیان کئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ کی صورت رونما ہو۔

تیسرے رکن کے بارے میں عرض ہے کہ میں انگریزی تعلیم کے مفاسد شرعیہ سے بچنا واجب سمجھتا ہوں اس کے زہریلے اثر کو بہر حال ممنوع واجب الاجتناب تصور کرتا ہوں اور تعلیم علم دینیہ کو ایسا ہی ضروری سمجھتا ہوں جیسا کہ مسائل حاضرہ کو بالجملہ سب سے اول شریعت کی پابندی کو تمام امور میں مقدم اور لازم سمجھتا ہوں۔

خلیل احمد عفی عنہ

جن حضرات نے تحریک خلافت کا زمانہ پایا ہے یا اسکی تاریخ سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس دور میں مسلم وغیر مسلم اشتراک عمل اور برادران وطن کے ساتھ یگانگت اور اتحاد کی بنیاد پر بہت سی چیزیں کھلے طور پر ایسی سرزد ہوئیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی اور شریعت سے علیحدہ تھیں۔

اس موقعہ پر زمام کار اور مقتدائیت جن لوگوں کے پاس تھی ان میں سے بعض حضرات آزادیٔ ہند کے معاملہ میں لاکھ مخلص سہی۔ مسلمانوں کے بارے میں ان کے دلوں کی درد مندی اور فکر مندی مسلّم، ان حضرات کے جوش عمل، جذبۂ جانفشانی، ملکی وملّی خدمات کیلئے ان کی سرگرمی و جاں فروشی بلکہ کفن بردوشی کا پورا پورا اعتراف کرتے ہوئے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شریعت اور مسائل شریعت کے بارے میں ان کے بعض اقوال وافکار اور ان کے خیالات اس اعتبار سے ناقابل تسلیم تھے کہ وہ اس میدان کے شہ سوار ـــــــ نہیں تھے۔

ان کے سامنے ہندوستان کی آزادی، برطانوی تسلط سے گلو خلاصی، ہندو مسلم اتحاد و یگانگت کی اہمیت تو تھی۔ لیکن یہ حضرات (الا ماشاء اللہ) ان مسائل میں شریعت و احکام شریعت سے موافقت و مطابقت کے اتنے روادار نہ تھے جتنا کہ اس وقت کے سیاسی اتار چڑھاؤ کو سامنے رکھنے والے تھے۔ اسی وجہ سے شرعی احکامات پامال ہورہے تھے۔ اور

بسا اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی تھی کہ حضرات اہل علم وفقہ کو ان کے اقوال وفرمودات کی تاویل کرنا یا کسی جائز مطلب ومفہوم پر ان کو رکھنا مشکل ہو جاتا تھا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ضروری تھا کہ مجموعی حیثیت سے مسلمانوں کو دین وایمان کی حفاظت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور پوری قوت کے ساتھ عام لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کی جائے کہ استخلاص وطن اور آزادیٔ ہند کا جذبہ یقیناً قابل احترام اور صد مبارک ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے شریعت، اساس شریعت مجروح ومتاثر نہ ہونے پائے۔ ورنہ یہ جدوجہد اور آزادی اپنے ساتھ قیامت کی فتنہ سامانی لیکر آئے گی۔

اس باریک اور نازک مسئلہ کیلئے حضرات علمائے دارالعلوم دیوبند حضرات علمائے مظاہر علوم سہارنپور نے اراکین جمعیۃ علمائے ہند کو بھرپور توجہ دلائی کہ وہ اپنے لائحہ عمل اور مقاصد میں اس چیز کو بھی خصوصی اہمیت دیں کہ موجودہ حالات میں شریعت کے مسائل صاف صاف بتلائیں اور شرعی طریقۂ کار کی وضاحت کریں۔ اس مقصد کے لئے جمعیۃ علمائے ہند کے اکابر کو ان دونوں اداروں کے ذمہ دار حضرات نے جو توجہ دلاؤ مضمون مشترکہ طور پر تحریر کیا تھا وہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مجموعۂ فتاویٰ، فتاویٰ مظہریہ، کے حوالہ سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کے مندرجات سے قارئین خود اندازہ کرلیں گے کہ شریعت واحکام شریعت کس حد تک ان حضرات کے ہاتھوں محفوظ تھے اور کس حد تک ان میں تصرف کیا جا رہا تھا۔

(نقل مضمون بنام ارباب جمعیۃ علماء)

قابل توجہ جمعیت علماء ہند دہلی

جمعیت علماء کے قیام کی اصلی غرض وغایت مسلمانوں کو مقاصد عامہ مشترکہ اور امور سیاسیہ میں مذہبی رہنمائی کرنا اور حوادث ونوازل میں احکام شرع بتلانا اور مسلمانوں کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ مقصد

بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے۔ ایسا ہونے سے مذہب وملت اور ملک وقوم کو بڑی فلاح ہوسکتی ہے ـــــ لیکن ملک اور مسلمانوں کی عام حالت اور رفتار کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ بہترین مقاصد کے حصول کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جارہا ہے وہ شرعاً یقینی طور پر مذموا ور حالاً واعتقاداً وعملاً مسلمانوں کے لئے مضر اور اسلام کو سخت نقصان پہنچانیوالا ہے جو واقعات اور حالات ملک میں پیش آرہے ہیں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اول:- امسال بہت جگہ خلافت کمیٹیوں نے گائے کی قربانی کو تشدد سے روکا۔

دوم:- بعض مواقع میں قربانی کی گائے لیکر اسے خوب سجا کر رضا کار ان خلافت نے ہندوؤں نے گئوشالہ میں داخل کی۔

سوم:- بعض اضلاع میں بہت سے مسلمانوں نے اسلئے قربانی نہیں کی کہ گائے کی قربانی سے تو خلافت کمیٹی نے نہایت شدت سے روک دیا تھا اور بکرے وغیرہ (خرید کر اسکی قربانی) کی ان میں اس استطاعت نہ تھی۔

چہارم:- بعض جگہ خلافت وغیرہ کے جلوس کے موقعہ پر مسلمانوں نے بلکہ (مسلم) لیڈروں نے تلک لگائے یا غیر مسلموں کی ارتھی کے ساتھ گئے ان کو کندھا دیا گیا۔ بعض نے رام، رام ست، بھی کہا اور غضب یہ ہے کہ بعض حامیان اتحاد نے مطبوعہ رسالوں میں اسکے جواز پر بھی زور دیا۔

پنجم:- ان تحریکات کے بعض مقتدر علم برداروں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اکثر مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ اس نازک وقت میں امام مہدی تشریف لائیں گے اور وہ پیغام حق پہنچائیں گے۔ اب یہاں ان کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں۔ حال ہی میں ایک تحریر کے اندر لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لامحدود فضل وکرم سے ہم مسلمانوں کو ایک اعلیٰ روحانی رہنما مہاتما گاندھی عطا فرمایا ہے۔

ایک اور تقریر میں کہا گیا ہیکہ نبوت ختم نہ ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔

ششم:- غیر مسلموں نے جن کو ہم اپنا حلیف کہتے ہیں محض کثرت تعداد سے

فائدہ اٹھا کر لکھنؤ میں ذبیحہ گائے بالکل بند کر دیا۔
ہفتم:۔بعض جگہ رام لیلا کے موقعہ پر ہندوؤں کے اوتاروں کے ساتھ (بعض مسلم لیڈروں کی) تصاویر نکالی گئیں اور اسپر ان لوگوں نے کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ان کے سوا اور بھی جزئیات ہیں جو اس وقت پوری متحضر نہیں۔ممکن ہے کہ واقعات مذکورہ میں کوئی واقعہ غلط ہو یا اس طرح نہ ہو جیسا کہ دیکھا اور لکھا گیا ہے لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں سے اکثر صحیح ہیں۔اور ممکن بلکہ قریب یقینی کے ہیکہ آئندہ ایسے واقعات کا ظہور اور بھی زیادہ خطرناک صورت میں ہو۔

اگر چہ اس اتحاد و اختلاط کے لئے سیاسی حیثیت اور تمدنی و معاشرتی لحاظ سے بھی یہ طریقہ مضر اور ناپائدار معلوم ہوتا ہے اور احتمال مقصد کے گم ہو جانے کا ہوتا ہے ـــــ مگر ہم اس وقت اس حیثیت سے ان حالات کو معرض بحث میں لانا نہیں چاہتے ہیں۔

ہماری غرض صرف شرعی حیثیت سے ہے اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ علماء تو درکنار کوئی عامی مسلمان بھی ان کفریات پر چشم پوشی و اغماض کو جائز نہ سمجھے گا۔اور غیر قطعی الحصول نتیجہ کے لئے قطعی احکام شرع سے اعراض کو کسی حال بھی گوارا نہ کیا جائے گا اسلئے ہماری گذارش ہے کہ جمعیت کو خلافت اور ترک موالات وغیرہ کی تبلیغ کے ساتھ ہی ساتھ ان مسائل اور حالات اور طریقۂ عمل پر بھی مسائل شرعیہ اور احکام مذہب صاف، صاف بیان کر کے مسلمانوں کو افراط و تفریط سے بچانا چاہئے۔اور پوری قوت و وضاحت کے ساتھ شرعی حکم بتلا کر صحیح راستہ قائم کر دینا چاہئے اور ہر معاملہ میں حدود شرع بتلانا چاہئے۔

حضرات علماء غور کے بعد اپنا متفقہ فیصلہ شائع فرمادیں۔

(۱) دستخط علمائے دار العلوم دیوبند۔

عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم دیوبند۔

احقر حبیب الرحمٰن مددگار مہتمم مدرسہ

خاکسار سراج احمد رشیدی عفی عنہ۔

محمد اعزاز علی عفی عنہ

(۲) دستخط علمائے مظاہر علوم سہارنپور

خلیل احمد عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ثابت علی عفی عنہ

عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم، عبد اللطیف عفا اللہ عنہ۔

اشفاق الرحمٰن مفتی مدرسہ، بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ

بندہ عبد الوحید عفی عنہ، بندہ منظور احمد عفی عنہ،

اسعد اللہ رامپوری۔

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

(ماخوذ از فتاویٰ مظہریہ جلد دوم ۲۴۳ و ۲۴۴)

اس نوع کی متعدد افراط و تفریط اور اس جذبہ 'من تو شدم تو من شدی، کا ردعمل بعد میں (بالخصوص حصول آزادی کے بعد) یہ ہوا کہ اسلام کے حق میں یہاں کے کفر کا لب ولہجہ انتہائی سخت و درشت ہوتا چلا گیا۔ مودت اور محبت کی قربان گاہ پر شریعت کے جن اصولوں کو۔ اور اسلام کے جن ارکان کو ذبح کیا گیا تھا۔ ان ہی کو پھر بعد میں ان برادران وطن نے تلوار کے زور سے یہ کہہ کر مٹانا چاہا کہ اگر کل یہ ساری چیزیں ہمارے سے تعلقات مضبوط بنانے کی وجہ سے چھوڑی جا سکتی تھیں تو آج بھی یقیناً ہماری دل آزاری اور خیال خاطر کی بنیاد پر ان کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

یہاں پہونچکر بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اس عارف کامل کے وہ الہامی الفاظ دوبارہ لکھدیئے جائیں جس میں کہا گیا تھا کہ۔

''ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس مصالحت و اتفاق سے خدانخواستہ آگے

چل کرایسے نتائج مرتب نہ ہوں جو مسلمانوں کے دینی یا دنیوی مضرت کا باعث ہوں۔

برسبیل تذکرہ یہاں یہ بات بھی لکھ دینی چاہئے کہ ——— ملکی تقسیم کے بعد جب ہندوستان میں ایک جدید حکومت قائم ہوئی تو بہت سے اسلامی شعائر واحکامات جمہوریت کی زد میں آنے شروع ہوئے قربانی کا مسئلہ ان میں خاصا اہم تھا۔ کہا جاتا تھا کہ مسلمان یہ قربانی صرف ہماری دل آزاری کے لئے کرتے ہیں مذہبی اعتبار سے ان کے یہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ لہذا یہ سلسلہ یا تو بالکلیہ ختم ہو جائے یا محدود دائرہ میں ہونا چاہئے۔

مظاہر علوم کی مجلس انتظامیہ نے اپنے ذرائع ابلاغ اور نشر واشاعت سے کام لیکر اس غلط خیال اور باطل نظریہ کی تردید کی اور اسلامی شریعت میں اس کا اہم واجبات میں سے ہونا باور کرایا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔ بابائے شہر مولانا منظور النبی صاحب فاضل مظاہر علوم سہارنپور اور دیگر عمائدین سہارنپور کے دستخطوں کے ساتھ جو بیان شائع ہوا اس کی نقل یہ ہے۔

قربانی کے متعلق ایک بہت ضروری اعلان

"قربانی اسلامی شریعت میں اہم واجبات سے ہے۔ اسلام سے پہلے بھی دوسرے انبیاء کی امتیں اس واجب کو بجالاتی رہی ہیں۔ قرآن شریف نے اسکا حکم دیا ہے **فصل لربک وانحر – والبدن جعلنا ھالکم من شعائر اللہ** حدیث شریف نے بکثرت اس کی تاکید کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال ترغیبا وعملا اس میں کافی حصہ لیا ہے یہ پسے لے سرے کی غلط فہمی ہوگی کہ اس امر واجب کا مقصد یہ سمجھا جائے کہ ہندوؤں کی دل آزاری کے لئے قربانی کی جاتی ہے یا یہ کہ اس سے لہو ولعب اور تفریحی رسم ورواج کی تکمیل مقصود ہے۔

ہماری قومی حکومت اپنے برسر اقتدار آنے سے پہلے بھی یہ اعلان کرتی رہی ہے کہ ہر جماعت کے مذہبی حقوق محفوظ رہیں گے۔ اب بھی حکومت نے کوئی اعلان اس کیخلاف نہیں کیا۔ لہذا ہمیں بجاطور پر امید ہے کہ حکومت ہمارے بنیادی حقوق کی پوری پوری حفاظت کرے گی۔

فقط

(۲) تحریک تقرر قضاۃ

قاضی شرعی کا تقرر ایک دینی ذمہ داری ہے اور اسکے لئے جد و جہد اور کوشش ایمانی غیرت وحمیت ہے۔ شرعی طور پر اسکی اہمیت افادیت ان کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے جس میں اس کو ایک مستقل مسئلہ کی شکل دیکر اس کی جزئیات تک لکھدی گئی ہیں۔ فقہ وفتاویٰ کی بنیادی کتابوں میں نصب قضاۃ کے فوائد اور عدم نصب کے مضر اثرات ونقصانات بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر ہیں۔

ان سب کے علاوہ زوجین کے بارے میں بہت سے مسائل واحکامات ایسے ملیں گے جن میں قاضی شرعی کا فیصلہ معتبر ہوتا ہے۔ حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں غیر قابل اعتبار ہے۔ اس قسم کے متعدد مسائل درمختار، شامی، ہدایہ بدائع اور فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہیں۔

اس بناء پر علمائے راسخین کی ایک بڑی جماعت اس کوشش میں تھی کہ ہندوستان میں قاضی شرعی کا تقرر کرایا جائے جو با اختیار بھی ہو اور صاحب اوصاف بھی۔ اگر چہ محدود پیمانے پر کانپور، پھلواری پٹنہ، سہسرام وغیرہ مختلف علاقوں اور شہروں میں دارالقضاء قائم ہو چکے تھے اور ان کے ذریعہ عملی فوائد بھی حاصل ہو رہے تھے۔ لیکن ضرورت اسکی تھی کہ یہ سلسلہ ملک گیر ہو اور ہر شخص آئین وضوابط کے ماتحت اس سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔ چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کے اکابر شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، کونسل کے ممبران مثلاً حاجی وجیہہ الدین صاحب میرٹھی، مسترشد خاص حضرت

اقدس سہارنپوری و معاون خصوصی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حافظ محمد جمشید علی خاں صاحب ایم، ایل، سی نواب باغپت ــــــــ اور مختلف علماء وذمہ دار اصحاب نے اس کے لئے مستقل جدو جہد شروع کی۔ اور آئینی و قانونی طور پر حکومت برطانیہ اور وائسرائے ہند سے اس کا پرزور مطالبہ کیا کہ وہ اس کا انتظام کرے۔

جمعیۃ علماء ہند نے اپنے کلکتہ کے تاریخی اجلاس میں متفقہ طور پر ایک ریزرولیوشن پاس کر کے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلامیان ہند کے اس جائز مطالبہ کو پورا کرے۔

حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو بھی اس کا خصوصی اہتمام تھا اور آپ اس کیلئے مختلف طریقوں سے سعی فرمارہے تھے۔ آپ کے فرمانے پر میرٹھ میں ایک انجمن قائم کی گئی جس کا نام ''انجمن نصب القضاء'' رکھا گیا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کی تالیف ''القول الماضی فی نصب القاضی'' بھی اس انجمن کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نصب قضاء اور اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ایک استدلالی مضمون تحریر فرمایا تھا۔ تحقیق و جستجو کے دوران حسن اتفاق سے یہ مضمون جامعہ مظاہر علوم کے مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ مظہریہ'' میں راقم سطور کو ملا اور اسی حوالہ سے ذیل میں اسکو نقل کیا جاتا ہے ــــــــ حضرت تحریر فرماتے ہیں!

> حق جل وعلیٰ شانہ نے بنی نوع انسان کو متمدن پیدا فرمایا ہے اور تمدن کا مقتضی یہ ہے کہ باہمی حقوق کی کشاکشی سے نزاعت پیدا ہو۔ پھر نزاعات کے تصفیہ کے لئے قانون کی ضرورت واقع ہوئی اور اس کے نفاذ کے واسطے سلطنت کی۔ ہر ایک سلطنت نے اپنی رائے کے موافق یا اپنی قوم کی رائے کے موافق انتظامی اور سیاسی قانون مقرر کر رکھے ہیں جو اپنی رعایا میں نافذ کرتے ہیں۔
>
> مگر اسلام کے واسطے وہ قانون الٰہی جو از سرتا پا مکمل ہے جس میں عبادات و معاملات حقوق معاشرت، سیاسیات، اخلاقیات ہر ایک نوع سے عالم الغیب کی طرف سے مکمل ہو کر مسلمانوں کو ملا ہے، وہ ان کی دینی و دنیاوی بہبودی کے واسطے ان کا نصب العین ہے۔

حکومت برطانیہ جو آج کل مختلف قوموں پر حکمراں ہے اسکے سایۂ حکومت کے نیچے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی قوم آباد ہے۔ اس سلطنت نے سیاسیات اور انتظامیات کے متعلق ایک قانون نافذ کیا ہے جو تمام یا اکثر قوموں میں نافذ ہے، لیکن اپنی فیاضی سے ہر ایک قوم کو مذہبی ازادی عطا فرمائی ہے۔ لہذا مذہبی نزاعات کے تصفیہ کے واسطے ہر ایک قوم کے مذہبی قانون کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور اس قوم کے مذہبی نزاعات کو اس کے مذہبی قانون کے مطابق تصفیہ کرنیکی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ نزاعات جو ان حقوق کے متعلق پیدا ہوتے ہیں اور جو باہم خاوند اور زوجہ کے فیمابین پیدا ہوتے ہیں انکے متعلق ایک بہت بڑی فروگذاشت سلطنت (برطانیہ) کی طرف سے واقع ہو رہی ہے اور یہ فروگذاشت اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے دانستہ اس سے اغماض کیا ہو بلکہ اس کی وجہ مسلمانوں کی غفلت ہے کہ انہوں نے اراکین سلطنت کو اس کی طرف توجہ نہیں دلائی۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو نزاعات فیمابین خاوند اور بیوی کے واقع ہوتے ہیں انمیں علی العموم خاوند کی طرف سے ظلم ہوتا ہے۔ اور بیویاں چونکہ نہ ان میں کسی قسم کی جرأت ہے نہ ہمت نہ تعلیم یافتہ، اسلیئے وہ کسی طریقہ سے اپنی دادخواہی نہیں کرسکتی ہیں۔ اور علی العموم ان کی آواز حکام کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ ایسے نزاعات کہ جن میں عورت ظالم ہو اور مرد مظلوم بہت کم پائی جائیں گی۔

اس بے زبان فرقہ کی طرف سے مردوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کی ضروریات کی ترجمانی حکام کے سامنے کریں۔ صدہا نہیں بلکہ ہزارہا عورتیں اس وجہ سے کہ ان کی رفع شکایت کے واسطے کوئی قاعدہ اور قانون سرکاری نہیں ہے نہایت مظلومی کی حالت میں جان بحق ہو چکیں۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑی مذہبی فروگذاشت ہے جس کا حکام کے کانوں تک پہنچانا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اس کی کوشش کریں کہ اس ضرورت کو حکام کے کانوں تک پہنچادیں اور ان سے التجا کریں کہ توجہ فرما کر حکام بالا دست اس

واجب الرحم گروہ کے حال پر رحم فرما کر ہماری مذہبی استدعا کی طرف توجہ فرماویں۔ اور اس بے زبان گروہ کو اس طرح موت کے پنجہ سے بچاویں جس طرح ''اپنی تمام دوسری رعایا کی حفاظت کرتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مذہب اسلام میں فیما بین زوجین بہت سے ایسے مسائل نزاعی ہیں کہ جن میں قضاء قاضی شرط ہے جب تک قاضی اپنی قضا کا نفاذ نہ فرماویں۔ اس وقت تک باہمی تعلق قطع نہیں ہوسکتا اور نزاع رفع نہیں ہوسکتا۔ اور قاضی کے واسطے حسب قانون اسلام شرع شریف نے لازم کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ جب تک وہ مسلمان نہ ہو اسکا حکم بروئے شرع نافذ نہیں سمجھا جائے گا۔

پس کوئی غیر مسلم اگر چہ ہائی کورٹ کا جج ہی کیوں نہ ہو اس کا حکم بھی ایسے نزاعات میں بروئے قانون شرع کچھ قابل اعتبار نہیں۔ مثلاً ایک شخص ہے وہ اپنی عورت سے جدا ہو کر گھر سے نکل گیا اور اس کی موت و زندگی کا چند سال تک کچھ پتہ نہ چلا اور اس کی عورت کسی طرح اپنا گزارا نہیں کرسکتی، نہ اس کے والدین ہیں کہ اس کی خبر گیری کریں۔ اور نہ کوئی دوسرا ایسا شخص ہے کہ جس سے اس کو جائز اعانت مل سکے۔

ایسی حالت میں اگر اس کے نکاح کے فسخ کی کوئی صورت نہ ہو تو بجز اسکے کہ وہ تڑپ تڑپ کر بھوکی مرجائے اور کوئی سبیل نہیں۔

لہذا ـــــ شریعت اسلام نے اس کی گلو خلاصی کے واسطے یہ سبیل مقرر کی کہ وہ کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعوی کرے اور وہ حاکم اس کا نکاح فسخ کردے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور وہ اس صورت میں اپنی زندگانی بسر کرسکتی ہے۔ مثلاً اسکا خاوند ایسا مریض ہوگیا کہ حقوق زوجیت ادا نہیں کرسکتا مثلاً مجنون ہوگیا یا جذامی ہوگیا اس صورت میں بھی جب کہ عورت کی درخواست پہ نکاح فسخ

کردے تو وہ عورت اس بلا سے نجات پا کر آسائش کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرسکتی ہے۔ مثلاً کسی ولی بعید نے اپنی ولایت کی رو سے کسی نابالغہ کا نکاح کسی سے کردیا تو شرعاً بلوغ کے وقت اس لڑکی کو نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قاضی یعنی حاکم مسلمان فسخ کردے۔

اس قسم کے صدہا مسائل اور نزاعات ہیں کہ جن میں قضاء قاضی کی مسلمان کو ضرورت ہے، ایسے مسائل میں حاکم مسلم کے نہ ہونے سے صدہا عورتیں ظلم کا شکار ہوتی ہیں یا شرعی حرام میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔

اسلئے ہماری استدعاء یہ ہے کہ سلطنت برطانیہ اپنی عام فیاضی سے اس مذہبی فرض کو بھی مسلمانوں کے واسطے منظور فرما کر احسان کرے۔ اس کی صورت یہ ہیکہ ایسا قانون نافذ فرمایا جائے کہ ہر ضلع میں ایک مسلمان حنفی عالم قاضی مقرر فرمایا جاوے اور جس ضلع میں مسلمانوں کا کوئی دوسرا گروہ بھی ہو وہاں ایک نائب قاضی بھی مقرر کیا جائے تا کہ قاضی بالا دست اپنے اس نائب کی استمداد سے اس گروہ ثانی کے نزاعات کا بھی تصفیہ کرسکے۔ فقط

خلیل احمد ۱۶؍ فروری ۱۹۱۹ء

(ماخوذ از فتاویٰ مظاہریہ جلد دوم ۲۷۶ و ۲۷۷)

نومبر ۱۹۲۸ء میں اکابر علما اور مفتیان کرام کے تقریباً ڈیڑھ سو فتاویٰ کا مجموعہ "علماء ہند کا متفقہ فتویٰ" کے نام سے شائع ہوا۔ نصب قاضی کی ضرورت، قاضی کی تعریف کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ عنوانات پر جامع اور تحقیقی فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے دارالافتاء سے اس موقعہ پر جو فتویٰ اس مجموعہ میں شامل کرنے کیلئے بھیجا گیا وہ یہ تھا!

مذکورہ بالا کوشش و جد و جہد کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کو قاضی کی ضرورت مسائل مذکورہ وغیرہ میں شدید ہے ان کا فرض مذہبی ہے کہ حکومت سے

اسکا تقرر کرائیں ورنہ مفاسد کثیرہ لازم آتے ہیں،

کتبہ الاحقر عبداللطیف مدرس وناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی سابق سرپرست مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے اس مجموعۂ فتاویٰ پر اپنی جانب سے تصدیق وتوثیق کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ!

"بلاشبہ قاضی شرعی کی مسلمانوں کو ہندوستان میں شدید ضرورت ہے۔اور گورنمنٹ سے نصب قضاء کیلئے پرزور استدعا لازمی ہے کہ اس کے بغیر ہزارہا مسلمان عورتوں کی آبرو سخت خطرہ میں ہے جیسا کہ تحریر بالا سے واضح ہوگیا اور تشریح کی حاجت نہیں رہی۔فقط

عاشق الٰہی عفی عنہ۔میرٹھ۔۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

(۳) جبریہ تعلیم

۱۹۲۸ھ میں جبریہ تعلیم کا قانون ہندوستان کے لئے نافذ کیا گیا۔اس قانون کی بناء پر چھ سال کی عمر سے گیارہ سال کی عمر تک کے بچوں کو سرکاری یا منظور شدہ اسکولوں میں داخل کرنا ضروری قرار دیا گیا اور جہاں اس قانون کی مزاحمت اور مخالفت کی گئی وہاں جرمانہ کی سزائیں دی گئیں اور مقدمات چلائے گئے۔

ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کردیا گیا۔تمام مدارس ومکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے۔

اسلامی تعلیم کی کچھ شرائط کے ساتھ صرف اتنی اجازت تھی کہ پاؤ پارہ قرآن شریف اور مالابدمنہ اور اردو کی تعلیم دیدی جائے۔اس سے زائد کی اجازت نہیں تھی۔اس قانون کے نفاذ کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دینی مکاتب جن میں قرآن شریف اور ابتدائی دینیات کی تعلیم ہوتی تھی بند ہونا شروع ہوگئے۔

اس قانون کی آڑ لیکر صرف ایک شہر "دہلی" میں جو کچھ ہوا اس کا اندازہ روزنامہ البیان دہلی کی ان سطور سے لگایا جاسکتا ہے۔

''دہلی میں کچھ دنوں سے جبری تعلیم کا قانون نافذ ہے۔اس قانون کی رو سے چھ سال سے لیکر گیارہ سال تک کے تمام بچوں کو اردو کے پرائمری اسکول میں جبراً داخل کیا جارہا ہے۔اور گو اس قانون کا منشاء یہ ہے کہ آوارہ گرد لڑکوں کو نعمت تعلیم سے سرفراز کیا جائے۔لیکن خود غرض دینی تعلیم سے ناواقف ممبران کے غلط عمل سے انتہاء یہ ہے کہ اس کی آڑ میں قرآن خواں بچوں کو بھی تعلیم قرآن سے جبراً علیحدہ کر کے ان پرائمری اسکولوں میں داخل کیا جارہا ہے۔ جہاں قرآنخوانی اور مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اور جن بچوں کے سرپرست بخوشی قرآن چھڑاکران کو پرائمری اسکولوں میں بھیجنے سے اجتناب کرتے ہیں ان کے خلاف میونسپل کمیٹی کی طرف سے فوجداری مقدمات دائر کئے جاتے ہیں۔

شہر دہلی میں قرآن پاک کی تعلیم کے ساٹھ بڑے بڑے مکتب تھے جن میں دو ہزار چھ سو بچے تعلیم پاتے تھے۔لیکن میونسپل کمیٹی کے مسلمان ممبروں کی دارو گیر اور ظلم کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دسمبر ۱۹۲۸ء تک ساٹھ میں سے بیس مکتب جن میں ایک ہزار ستاون بچے قرآن پاک پڑھ رہے تھے ٹوٹ چکے تھے۔اور اب باقی ماندہ مکاتب کے خلاف دست تعدی دراز کیا جارہا ہے۔ جس رفتار سے قرآن پاک کے معلمین کو ایک ماہ کا معیادی نوٹس دیکر ان کی مذہبی درسگاہوں کو بجبر بند کیا جارہا ہے اس سے اندازہ یہ ہے کہ نہ صرف دہلی بلکہ اگر انسداد نہ ہوتو ہندوستان سے کچھ تھوڑے ہی دنوں کے اندر قرآن پاک کی تعلیم بالکل اٹھ جائے گی اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اسلام اور تعلیم اسلام سے یکسر بے بہرہ ہوجائیں گی۔

ظاہر ہے کہ دور الحاد تفرنج میں ملک کے اندر دین حنیف اور اس کی متابعت کی جس قدر بھی سدرمق باقی ہے۔وہ مذہبی تعلیم کی بدولت ہے۔اگر دینی تعلیم ہی بند ہوگئی تو (خدانخواستہ) اسلام کا قیام وبقا خطرے میں پڑ جائے گا۔

(اخبار البیان دہلی۔بحوالہ قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم ۲۲)

اس ظالمانہ قانون کا ایک تاریک پہلو یہ بھی تھا کہ اس سے ملک کے بڑے بڑے مدارس علم کا متاثر ہونا یقینی ہوگیا تھا۔ کیونکہ جب قرآن شریف اور ابتدائی تعلیم کا حصول ناممکن ہوگیا تو پھر اعلی تعلیم تفسیر وحدیث وغیرہ کے لئے طلبہ کہاں سے آتے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ قانون مسلمانوں کے علوم وفنون اوران کی دینی واسلامی تہذیب پر شب خون تھا۔ ہندوستان کے علمائے ربانیین جنہوں نے ہر موقعہ پر یہاں اسلامی قدروں کی حفاظت کی وہی اس موقعہ پر بھی خدا کی دی ہوئی فہم وبصیرت اوراسلامی غیرت وحمیت کو سامنے رکھ کراس کے مقابلہ کے لئے اٹھے۔ چنانچہ تھانہ بھون سے حضرت اقدس تھانوی، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی دارالعلوم دیوبند سے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا قاری طیب صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا محمد اسعداللہ صاحب، مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور عام جلسوں، اشتہارات ومقالات اورمضامین کے ذریعہ بڑی مؤثر کاروائی کی۔ ان حضرات نے اپنے مختلف فتاویٰ میں دلائل کے ساتھ اس قانون کو مداخلت فی الدین قرار دیکر عوام کواس کی مخالفت کے لئے تیار کیا۔

اس مقصد کے لئے مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے چند سوالات لکھ کر علمائے تھانہ بھون، علمائے دارالعلوم دیوبند وعلمائے مظاہر علوم سہارنپور نیز علمائے میرٹھ ودہلی سے اسکے جوابات لے کرایک مجموعہ جبریہ تعلیم کے نام سے مرتب کیا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی تعمیل ارشاد میں اس کوشائع کراکر تقسیم کیا گیا۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کے تحریر کردہ فتوی کا خلاصہ یہ تھا کہ!

حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات برس کی عمر میں بچوں کونماز کی تعلیم کا حکم فرمایا ہے۔ ——— اور دس سال میں اسکے تارک کیلئے ضرب کا حکم دیا ہے۔ اس میں بچوں کے سرپرستوں کو حکم ہیکہ وہ اس عمر میں بچوں کونماز کے احکام شروط وارکان وغیرہ کی تعلیم کرکے اس قابل کردیں کہ وہ صحیح طور پراس فرض کواداکرسکیں پس مسلمانوں پر لازم ہوا کہ

وہ اپنے بچوں کو سات برس کی عمر میں سب سے پہلے قرآن اور احکام صلوۃ کی تعلیم دیں کیونکہ قرآن اور اس کا صحیح پڑھنا رکن صلوۃ ہے۔

جو قانون اس عمر میں مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم قرآن واحکام نماز سیکھنے سے بجبر مانع ہو وہ مذہبی دست اندازی کے مترادف ہے اسلئے ہرگز قابل تسلیم نہیں اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ گورنمنٹ کو اسطرف متوجہ کریں کہ بعض میونسپلٹی کا یہ قانون مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کو مستلزم ہو رہا ہے ـــــ انتہیٰ۔

حررہٗ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون۔ ۲۹/ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

اس فتویٰ نیز حضرت تھانوی کے تحریر فرمودہ فتویٰ پر جامعہ مظاہر علوم کے جن علماء نے تصدیقی عبارتیں لکھیں وہ یہ تھیں۔

اقول قد اجاب السوال العلماء المذکورون مد الله فیوضهم بما لا مزید علیه فلا حاجة الی التطویل فهو کافٍ فی مقصود السائل ان شاء الله تعالیٰ.

عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

☆ جوابات سب صحیح اور صواب ہیں ـــــ بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

بندہ ظہور الحق عفی عنہ　　　بندہ عبد المجید عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

☆ لله در المجيبين فقد اصابوا فيما اجابوا۔ زکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆ الجواب صحيح ـــــ بندہ عبد الشکور غفرلہٗ مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

☆ الاجوبته كلها صحيحة واحق بالقبول۔ زکریا گنگوہی قدوسی مدرس

☆ الجواب صواب ـــــ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ

☆ قولی قول مولائی التهانوی عمت فیوضه. وانا عبد الضعیف اسعد المدرس والمناظر والواعظ للمدرسة مظاهر علوم سهارنفور. مولوی فاضل بنجاب یونیورستی.

☆ الجواب صحيح ـــــ بندہ اخلاق احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم۔ مولوی فاضل

ان مذکورہ تمامتر کوششوں کے ساتھ ساتھ دہلی میں ایک انجمن خادم القرآن قائم کی گئی جس کے صدر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بنائے گئے۔اس انجمن نے بھی مکاتب قرآنیہ اور مدارس دینیہ کے تحفظ کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔اس انجمن کے متعدد اجلاس مختلف مقامات پر ہوئے اور متفقہ طور پر متعدد ریزولیشن پاس کر کے حکومت کو بھیجے گئے۔

۲۷ر ستمبر ۱۹۲۹ء میں اس انجمن کا ایک عظیم الشان اجلاس حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زیر صدارت جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا سلطان محمود صاحب صدر مدرس مدرسہ عالی فتحپوری، مناظر اسلام مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی وغیرہ حضرات جمع ہوئے۔

اس اجلاس میں میونسپل کمیٹی دہلی اور اس کی تعلیمی سب کمیٹی کے طرز عمل کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہوئے یہ درج ذیل قرارداد پاس کی گئی۔

یہ جلسہ اس حقیقت کا اعلان کر دینا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیم ہر مسلمان کے ذمہ لازمی ہے۔اور دہلی کے جس قدر مسلمان بچے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں انکی تعداد ان آوارہ بچوں کے لحاظ سے جو کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کرتے بہت کم ہے۔ جلسہ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ جو بچے آوارہ ہوں اور کسی قسم کی تعلیم حاصل نہ کرتے ہوں ان کو جبراً اسکولوں میں داخل کیا جائے۔جلسہ کا منشا صرف یہ ہے کہ جو بچے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کو مذہبی بناء پر جبریہ تعلیم کے اسکولوں سے قطعاً مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حفظ ناظرہ کا فرق نہ کیا جائے۔ نیز جلسہ کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کہ کمیٹی اسکا مناسب طریقہ سے اطمینان کر لیا کرے کہ بچہ کسی مکتب میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہا ہے یا نہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے اس موقعہ پر بہ حیثیت صدر انجمن جو تحریری بیان شائع ہوا اس کی آخری سطریں یہ تھیں۔

''مسلمان قرآن مجید کی تعلیم سے کسی صورت میں بھی دست بردار نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن مجید ہی کی تعلیم اور قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق ہی ان کی دینی نجات اور بقائے مذہب کا کفیل ہے۔ یہ جلسہ مسلم میونسپل کمشنروں سے استدعا کرتا ہے کہ معاملہ کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھ کر عامہ مسلمین کے مذہبی جذبات کی صحیح ترجمانی کریں۔ اور قرآن مجید کی تعلیم کو مستثنیٰ کرانے کی پوری کوشش کریں ورنہ مسلمان مجبور ہوں گے کہ وہ مدافعت کا کوئی قوی اور موثر ذریعہ اختیار کریں۔

اسی طرح اس نوع کے ایک دیگر فتوی پر دستخط کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں!

''مذہب اور دین کا بقاء قرآن شریف ہی سے ہوسکتا ہے۔ اسکے بدون کسی طرح دین باقی نہیں رہ سکتا۔ قرآن پاک کو دین و مذہب کی بقاء میں برقی تاثیر ہے۔ گو بلا معانی ہی ہو۔ یہ تاثیر اور کسی چیز کو حاصل نہیں اس کیلئے قرآن ہی موضوع ہے۔ لہذا قرآن مجید کی نشر و اشاعت دین کی بقا۔ کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ اور قرآن شریف کو چھوڑ دینا یا اس پر راضی ہونا دین کی بیخ کنی پر رضامندی ہے۔ واللہ اعلم

بندہ محمد الیاس نظام الدین دہلی۔ ۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ان واقعات اور حالات سے متاثر ہو کر ایک طویل مکتوب مسلم ممبران اور سربرآوردہ حضرات کے نام تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ ۱۳ر محرم الحرام ۱۳۵۰ھ میں یہ لکھا گیا اور بڑی تعداد میں ارباب حکومت کو بھیجا گیا۔ یہ پورا مکتوب ایمانی غیرت وحمیت کا مرقع ہے اور قابل دید ہے۔ ہم یہاں اس کے چند اقتباسات اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اس وقت کس قدر اندرونی سوز و گداز اور دل کی خلش سے مجبور تھے تحریر فرماتے ہیں!۔

(۱) جبریہ تعلیم کے سلسلہ میں بعض جگہ کے قرآنی مکاتب کو نقصان پہنچا اور

وہاں کے مسلم ممبروں نے اس قدر بے انصافی کا ثبوت دیا ہے کہ دنیا میں تو یہ ظلم کا تمغہ ان کے کارنامہ کا سہرا ہے ہی۔ آخرت میں بھی کیا عجب ہے کہ یہ معصیت ان کے اعمالنامہ میں رہے۔ لکن اللّٰہ عفو کریم۔ (قرآن اور جبریہ تعلیم ۴)

(۲) ــــ کہا جاتا ہے کہ مکتبوں کے میانجی اور مسجدوں کے ملا اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے اپنا پیٹ پالنے کے لئے چند لڑکوں کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور بچوں کی عمریں ضائع کرتے ہیں۔ حرام روٹیاں کھاتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ــــ کیا سب ہی ایسے ہیں یا ان میں کوئی اللہ کا بندہ اخلاص سے پڑھانے والا بھی ہے۔ اگر ہے تو پھر کسی ایسے عام قانون کا نفاذ جس میں سب کو ایک لاٹھی ہانک دیا گیا ہو ظلم صریح نہیں تو اور کیا ہے۔ کونسا دنیا کا سلسلہ ایسا ہے کہ جس میں لوگ پیٹ پالنے کے لئے حقیقی کام کرنے والوں کی صورت نہیں بناتے۔ کیا تجارت میں دھوکہ دینے والے سچے تاجروں میں پنہاں نہیں۔ کیا خودغرض لیڈر حقیقی رہنماؤں میں ملے جلے نہیں۔ کیا دلسوز ملازموں میں دفع الوقتی کرنیوالے اور کام کو محض لسانی یا فریب دہی سے خانہ پری کرنے والے نہیں ہیں۔ کیا حقیقی اطبا میں جاہل عطار شامل نہیں۔ کیا ڈاکٹروں میں بہت سے کمپونڈر دعویدار نہیں۔ کیا علماء میں نیم ملا شامل نہیں۔ کیا مشائخ میں جھوٹے پیر مخلوط نہیں۔ کیا محنتی وکلاء میں مفت کا محنتانہ لینے والے نہیں۔ کیا عدالتوں میں مرتشی حکام نہیں۔

غرض کونسا سلسلہ دنیا میں ایسا ہے جس میں کھرا کھوٹا نہیں۔ پھر کس سلسلہ کو آپ حضرات نے مستقل طور پر بند فرمادیا۔؟ کس سلسلہ پر قیود عائد کردیں۔؟ کس کس جگہ کھرے کھوٹے میں آپ نے علامتیں واضح کردیں۔؟ ہر عقلمند کہے گا۔ کہ اول جانچ لو، پرکھ لو خود ناواقف ہو تو

واقفوں سے مشورہ کرلو۔ یقیناً ایسے ملاّ کے حوالے بچوں کو نہ کرو جو وقت ضائع کرتا ہو۔

حیرت ہے کہ کمیٹی کے ممبر میونسپلٹی کے حدود سے کسبیوں کو نہ ہٹا سکیں، شراب کی دکانیں نہ بند کرا سکیں، لیکن غریب ملاؤں کی حرام کمائی کی ان حضرات کو بڑی فکر ہے کہ وہ حرام کی روٹیاں کھاتے ہیں ـــــ؟

(۳) مجھے اپنے متعلق اعتراف ہے کہ اپنی نااہلیت کی بدولت اتنا بے چین نہیں ہوں جتنا ایک پکے سچے مذہبی دیوانہ کو ہونا چاہئے۔ لیکن ان آنکھوں سے بعض ایسی مقدس اور پاک صورتوں کو دیکھتا ہوں کہ جن کا رات دن اس بے چینی اور بے قراری میں گزرتا ہے کہ شاید ان کے اہل وعیال اور جان ومال کا بیک وقت ضائع ہو جانا بھی ان کو اس قدر بے چین نہ کر سکے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

(حوالۂ بالا ۲۵)

(۴) شاردا بل

۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء میں دہلی سنٹرل اسمبلی کے ممبر مسٹر ہربلاس شاردا نے ایک قانونی مسودہ حکومت کو پیش کیا۔ یہ بل آگے چل کر شاردا ایکٹ اور شاردا بل کے نام سے مشہور ہوا۔

اس بل کی رو سے اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکی اور اکیس سال سے کم عمر کا لڑکا قانوناً شادی نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس قانون کو توڑنے کے جرم میں دولہا، دلہن دونوں کے متولیوں کو دو دو ماہ قید بامشقت کی سزا اور ایک ایک ہزار روپیہ جرمانہ کے طور پر تجویز کیا گیا۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء کو یہ پاس ہوا۔ اور یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے اس پر عمل ہونا طے ہوا۔

اس بل کے خلاف احتجاجی جلسے، تجاویز اور ریزولیوشن پاس کئے گئے اور پورے ملک میں اس قانون کو غیر پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا جس کی وجہ سے قانون ساز آمروں اور جابروں

کے لئے مزید نفرت وحقارت دلوں میں پیدا ہوئی۔ ملک کی مؤثر اور فعال دینی جماعتوں نے بھی اس قانون کی مخالفت کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ وہ یہ قانون واپس لے۔ مولانا احمد سعید صاحب دہلوی (جمعیۃ علماء ہند) اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری (مجلس احرار ہند) نے ہزاروں نابالغ اور چھوٹے بچوں کے نکاح پڑھا کر حکومت برطانیہ کے اس قانون کی دھجیاں اڑائیں۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے بھی اس قانون کی کھلے طور پر مذمت اور اسکے خلاف جدوجہد کی گئی۔ چنانچہ ۲۴ رجمادی الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۷ رنومبر ۱۹۲۹ء کی صبح کو جامعہ مظاہر علوم میں ایک احتجاجی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ ناظم مدرسہ حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب اور تمامی اساتذہ مدرسہ نے باہمی طور پر اس کے خلاف احتجاجی قرارداد پاس کی۔ اور حکومت کو خبردار کیا کہ یہ قانون دین شریعت کے خلاف ہے اور اس سے اسلام کے جذبات شدید طور پر متاثر ہونگے اسی تاریخ (۲۷ نومبر) میں بعد نماز عصر دار الطلبہ قدیم میں مظاہر علوم کے طلباء کا احتجاجی جلسہ ہوا جس میں مقررین نے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس قانون کی وضاحت کرتے ہوئے اسکے نقصانات اور مضر اثرات سے طلباء اور اہل شہر کو (جو اس جلسہ میں کافی تعداد میں تھے) متنبہ کیا اور اس کے خلاف تجویز پاس کر کے بذریعہ تار حکام اعلیٰ اور ذمہ دار افراد کو بھیجی۔

اگلے روز (۲۸ رنومبر کی صبح میں) ذمہ داران مدرسہ کی جانب سے ایک مشاورتی جلسہ منعقد ہوا۔ مدرسہ میں اسی تاریخ میں بخاری شریف کا ختم کرایا گیا اور دین حق کی حفاظت و حمایت کے لئے دعائیں کی گئیں۔

۲۹ رنومبر کو پورے شہر سہارنپور میں عمومی ہڑتال رہی حتی کہ شہر میں تانگے اور رکشے نہیں چلے۔ تمام دکانیں بند رہیں۔ اس ہڑتال کے احترام میں مدرسہ کے لئے آنے والے منی آرڈر بھی وصول نہیں کئے گئے۔ حضرت شیخؒ کے نام جتنے منی آرڈر آج کی تاریخ میں آئے انہوں نے اپنے قلم مبارکہ سے ان پر یہ نوٹ لکھ کر کہ آج چونکہ ہڑتال ہے اسلئے وصول نہیں کئے جائیں گے ان کو واپس کردئے۔

بعد نماز ظہر فرودگاہ........میں اس بل کے خلاف ایک عمومی اجتماع ہوا جس کی صدارت ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نے فرمائی اور مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی استاذ مدرسہ نے تفصیلی تقریر کے ذریعہ علمی قوت اور قانونی دلائل کے ساتھ اس بل کے تار و پود بکھیرے عصر کے وقت یہ اجتماع ختم ہوا۔

ملک کی ایک موثر اور طاقت ور جماعت ''جمعیۃ علماء ہند'' بھی اس سلسلہ میں بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیکر حکومت پر دباؤ ڈال رہی تھی اور جگہ جگہ کمیٹیاں قائم کر کے احتجاجی جلسے اور جلوس کرا رہی تھی۔ جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے سہارنپور میں جو کمیٹی بنائی گئی اسکے صدر مولانا نور محمد صاحب مظاہری استاذ مظاہر علوم قرار پائے۔ مولانا کی صدارت میں ایک طویل جلوس نکالا گیا۔ جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ احتجاجی تجویز پاس ہو کر حکومت کو بھیجی گئی۔

اسی زمانے میں الہ آباد کے مشہور وکیل مسٹر تصدق حسین خاں شیروانی بیرسٹر اسمبلی نے ساردا ایکٹ کی حمایت میں ایک کتاب صغر سنی کی شادی اور مسلمان'' لکھ کر شائع کی۔ اس کا مقصد حکومت کافرہ کی اعانت اور امداد کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا تھا کہ اسلام میں نابالغوں کی شادی جائز نہیں ہے۔ یہ کتاب جب عوام کے سامنے آئی تو انہوں نے ارباب مظاہر علوم سے اسکا جواب مانگا اور مسئلہ کی صحیح شرعی نوعیت دریافت کی۔ ارباب مدرسہ کے حکم پر مولانا نور محمد صاحب استاذ مظاہر علوم نے اس کی تردید کرتے ہوئے ایک کتاب ''تنویر البصائر فی تزویج الصغائر'' تالیف فرمائی جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ اسکا جواز ثابت کیا۔

مولانا کی یہ تالیف انجمن ہدایت الرشید مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ تبلیغ کی جانب سے طبع ہوئی۔ علمی طبقہ اور اخبارات نے اس کتاب کی پذیرائی کی، بصیرت افروز تبصرے کیے اور اس کو اپنے موضوع پر مفید اور نافع بتلایا۔

صغر سنی کی شادی کے جواز پر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار و روایات اور تعامل صحابہ سے زبردست دلائل دینے کے بعد مصنف نے اپنی کتاب کو ان سطور پر ختم کیا کہ:۔

ہم گورنمنٹ برطانیہ سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ اس قانون سے مسلمانوں کو

مستثنیٰ کر کے موجودہ جوش اور غیظ وغضب کو فرو کرے۔ اور مسلمانوں کو کسی ایسی کش مکش میں مبتلا ہونے کا موقعہ نہ دے جس سے اس کے ایوان حکومت میں تزلزل پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو۔

(۵) قانون اوقاف

وقف ایک خالص دینی وشرعی چیز ہے۔ کوئی شخص نہ اسکو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں بیجا تصرف کرسکتا ہے۔ ہندوستان میں بے شمار اسلامی اوقاف موجود ہیں اور جتنے اس وقت موجود ہیں اس سے کہیں زائد زمانے کے دست برد کا شکار ہو کر ختم ہو چکے۔ حکومت کی جانب سے انکے تحفظ کی ضمانت بھی دی جاتی رہی اور اسی کی نگرانی میں یہ ضائع بھی ہوتے رہے۔ ایسی تجاویز اور قانون ہر دور میں پاس ہوئے جس سے اوقاف کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء کے اوائل میں بھی اسی نوع کے قوانین بنائے گئے اور اس کا مسودہ تیار کیا گیا۔ جب یہ مسودہ عوامی رائے معلوم کرنے کے لئے شائع ہوا تو ہر حساس دل ودماغ نے محسوس کیا کہ اس کے نتائج آگے چل کر بڑے خطرناک اور دور رس ہو سکتے ہیں۔ اسلئے کوئی فوری تدبیر اسکے تدارک کی اختیار کرنی چاہیئے۔

مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب نور اللہ مرقدہٗ (جنھیں حق تعالیٰ نے اعلیٰ صلاحیتوں اور زبردست فہم وفراست کا مجموعہ بنایا تھا) حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے اولاً اس سلسلہ میں خط وکتابت کی اور پھر ملاقات فرما کر ان کو متوجہ کیا کہ وہ اس کی روک تھام کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاویں۔ ماہ محرم الحرام اور ماہ صفر المظفر میں حضرت شیخؒ متعدد مرتبہ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ اور حضرت اقدس تھانوی سے اس سلسلہ میں مفصل گفتگو فرمائی۔ اس ــــــــ مفصل گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجتماعی مشورہ اور لائحۂ عمل مرتب کرنے کی غرض سے چوبیس ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ میں دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مہتممان اور دیگر سرکردہ حضرات تھانہ بھون میں جمع ہوئے۔ قرار پایا کہ حضرت اقدس تھانوی کی نگرانی میں اس مسودہ کا ایک تفصیلی جائزہ ناقدانہ طور پر لیا جائے۔

اوراس میں ایسی ترمیم اور حذف واضافہ کیا جائے جس سے یہ بل شریعت اسلامیہ کے موافق ہوجائے۔

اس کام کے لئے مولانا الحاج مفتی شفیع صاحب استاذ دیوبند (مفتی اعظم پاکستان) مولانا الحاج مفتی جمیل صاحب تھانوی استاذ مظاہر علوم، مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی فاضل مظاہر علوم تجویز ہوئے۔ان ہر سہ حضرات نے مل کر ایک ماہ تک اس مسودہ پر غور کیا۔ اسکے خلاف شریعت پہلوؤں پر نظر کرکے اس میں بہت سی ترمیمیں کیں۔۲۳رذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۸راپریل ۱۹۳۴ء میں یہ تبصرہ مکمل ہوا اور حضرت اقدس تھانوی نے اس پر دستخط فرمائے۔

۲۵رذی الحجہ کو دیوبند میں علمائے دارالعلوم اور مظاہر علوم اور دونوں جگہ کے مفتیان کرام کا اجتماع ہوا۔جنہوں نے اس تبصرہ کو پورے غور وخوض کے بعد منظور کیا اور مزید تمیں علمائے کرام کے تائیدی دستخطوں کے بعد اس کو کونسل میں بھیجدیا گیا۔

۲۲راپریل ۱۹۳۴ء میں حافظ ہدایت حسین صاحب (جو اس بل کے اصل محرک تھے) تھانہ بھون آئے اور حضرت اقدس تھانوی سے اس مسئلہ میں گفتگو کی۔اسی مجلس میں دیوبند سے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مظاہر علوم سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث، عالیجناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب سرپرست مدرسہ، حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم، مظاہر علوم شریک ہوئے۔

اس گفتگو کے نتیجہ میں حافظ ہدایت حسین صاحب نے ان حضرات کی بہت سی ترمیمات قبول کرلیں اور بعض امور کے متعلق غور کرنے کا وعدہ کیا۔

ان ہی ایام میں مدرسہ مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۳رذی الحجہ ۵۲ھ مطابق ۱۸/ اپریل ۱۹۳۴ء یکشنبہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا جس کی صدارت خان بہادر الحاج وجیہہ الدین صاحب میرٹھی نے فرمائی۔اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے ایک طویل اور مبسوط تقریر فرمائی اور اس بل کے مندرجات سے عوام کو خبردار کر

ہوئے اسکے دینی شرعی نقائص کی نشاندہی فرمائی اور اس کی خامیوں پر گرفت فرماتے ہوئے بتلایا کہ یہ مسودہ موجودہ حالت میں قابل قبول اور لائق تنفیذ نہیں ہے۔

اس اجلاس کی کاروائی مختلف اخبارات، نے شائع کی۔

مظاہر علوم کے ادارۂ اہتمام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ارباب حکومت کو بھی اس جانب متوجہ کیا اور اس بل کے مضر اثرات ان پر واضح کئے۔ چنانچہ اس ـــــ جلسہ میں جو ریزولیوشن پاس ہوا اسکی متعدد نقلیں انگریزی میں ٹائپ کرا کر ارباب اقتدار کو بھیجی گئیں۔

اس متفقہ ریزرولیوشن کا متن یہ تھا۔

سہارنپور ۸/اپریل ۱۹۳۴ء

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا یہ سالانہ جلسہ جو ہر خیال کے مسلمان نمائندوں پر مشتمل تھا اور جس میں مسلم علماء، خطیب، شرفاء، امراء، اور پبلک شامل تھی اور جو زیر صدارت خان بہادر حاجی وجیہہ الدین صاحب ایم، ایل، اے آج جامع مسجد میں منعقد ہوا یو پی وقف بل کو جو خان بہادر حافظ ہدایت حسین صاحب ایم، ایل، سی، نے کونسل میں پیش کر رکھا ہے۔ اس کو موجودہ صورت میں اندیشہ اور خطرہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اسلامی شرع میں ایک کھلی مداخلت اور اسکے بنیادی اصول کے بالکل متضاد ہے۔

نیز اس جلسہ کی رائے ہے کہ یہ بل مسلمانوں کے لئے بالکل ناقابل قبول ہے۔

اور یہ جلسہ ممبران لوکل کونسل سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کی ہرگز تائید نہ کریں اور مسلم پبلک سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ عدم تعاون کرے اور موجودہ غیر اسلامی صورت میں اس کی مخالفت کرے۔ (فقط)

جس زمانے میں قانون اوقاف میں ترمیم و تنسیخ کی یہ تحریک چل رہی تھی۔ مظاہر علوم کے سربراہ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہٗ تھے، آپ نے اس موقعہ پر مظاہر علوم کے سربراہ اور ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے حامیان قانون وقف اور ذمہ داران کمیٹی کو ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ۱۴/مارچ ۱۹۳۴ء میں ایک تفصیلی خط تحریر فرمایا جس

میں واشگاف الفاظ میں ان ''بہی خواہانِ قوم'' کو خبردار کیا کہ اس مزعومہ اصلاح میں کس قدر فساد اور اس بناؤ میں کتنا بگاڑ مضمر ہے۔

(۶) تحریک مدح صحابہؓ

مارچ ۱۹۳۹ء (مطابق محرم الحرام ۱۳۵۸ھ) میں حکومت یوپی نے اعلان کیا کہ سنیوں کو ۱۲ ربیع الاول کے موقعہ جو قانونی پابندیاں کئی سال قبل سے لگی ہوئی ہیں وہ ختم کردی جائیں گی۔

اس اعلان کے مطابق مسلمانوں نے مدح صحابہ کا عظیم الشان جلوس نکالنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور لکھنؤ کے مقامی حکام سے ملاقات کرکے اس کے انتظامات کرنے میں مشغول ہوگئے۔

چھ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق پندرہ اپریل ۱۹۴۰ء میں ڈپٹی کمشنر نے مسلمانوں کو اطلاع دی کہ بارہ ربیع الاول میں شیعوں کا بھی ایک جلوس نکلے گا جس میں وہ اسلامی تاریخ کے واقعات پڑھکر سنائیں گے۔ اس خبر سے عام لوگوں میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی اور انہوں نے بطور احتجاج ایک جلسہ کیا۔ حکام نے جلسہ میں تقریر کرنے والے چاروں مقرروں کو گرفتار کرلیا۔ اور گیارہ ربیع الاول کو شیعہ سنی کش مکش کا بہانہ کرکے دونوں فریقوں کو جلسے کرنے کی ممانعت کردی۔ حکومت کی اس ظلم وتشدد سے بھرپور پالیسی نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے جائز اور قانونی حق کی محافظت کیلئے بارہ ربیع الاول میں مدح صحابہ کا جلوس نکالیں۔ چنانچہ جلوس نکالا گیا حکومت نے مداخلت کی اور تین ہزار سے زائد مسلمانوں کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔ جلوس پر گولی چلائی گئی جس سے بہت سے مسلمانوں نے موقعہ پر شہادت پائی اور بہت سے شدید زخمی ہوئے۔

یوپی حکومت نے جس بدترین طریقہ سے اس معاملہ میں مداخلت کی اس سے عام مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ومتاثر ہوئے۔ اور انہوں نے زبردست احتجاجی جلسے اور مظاہرے کئے اور اس کے خلاف تجویز پاس کرکے گورنر یوپی۔ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ اور

وائسرائے کے پاس بھیجیں۔

اس موقعہ پر مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے بھی ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں اس ظلم و بربریت کی مخالفت کرتے ہوئے حکومت یوپی کی سخت مذمت کی گئی اور اس کے اس عمل کو مداخلت فی الدین قرار دیا گیا۔

مظاہر علوم کی جانب سے جو احتجاجی قرارداد پاس کر کے حکام اور دیگر اعلیٰ عہدیداروں کو بھیجی گئی وہ یہ ہے۔

(۱) علمائے مظاہر علوم سہارنپور کا یہ عظیم الشان و کثیر التعداد جلسہ حکومت کے اس رویہ کو کہ اس نے اہل سنت والجماعت کے مذہبی، انسانی، اخلاقی، شہری حق مدح صحابہ میں ناجائز اور بالکل ناجائز مداخلت کر کے انکے خالص شرعی جذبات کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچایا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ وار جیل میں جا چکے ہیں۔ انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے پرزور صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

ہمارا شدید مطالبہ ہے کہ وہ جلد از جلد مدح صحابہ کے جلسوں اور جلوسوں سے تمام پابندیاں اٹھالے۔ جس طرح دوسری جماعتوں اور مذہبوں کے لئے مکمل آزادی ہے کہ وہ اپنے اکابر کے متعلق جلسے اور جلوس بلا قید تمام پبلک مقامات پر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کا بھی عملی حق مکمل آزادی کے ساتھ تسلیم کیا جائے۔ اگر کوئی شخص انفرادی یا اجتماعی طور پر اہل سنت والجماعت کو اس جائز حق پر عمل کرنے سے روکے تو اس کو عبرت انگیز سزا دی جائے۔

(۲)_____ علمائے مظاہر علوم کا یہ زبردست اجتماع ان تمام مجاہدین ملت کی خدمت میں جنہوں نے دنیا کے عیش و آرام پر لات مار کر اس ناجائز قانون کے توڑنے اور سول نافرمانی میں نہایت دلیرانہ حصہ لیا ہے اور ان کے جملہ اعزہ و اقارب و احباب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور ان کے مجاہدانہ اقدام کا احترام کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہوئے دعائے صلاح و

فلاح کرتا ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور کے دارالافتاء سے اس تحریک اور مدح صحابہ کے بارے میں جو فتویٰ جاری کیا گیا تھا وہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنوی کے ایماء و توجہ سے انجمن صدیقیہ لکھنؤ نے شائع کیا۔ اس فتویٰ کیساتھ اور بھی دیگر علماء کے تحریر کردہ فتاویٰ تھے۔

دوسری مرتبہ یہ مجموعہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں مزید اضافوں کے بعد مولانا ظفر الملک صاحب سکریٹری مدح صحابہ کمیٹی نے شائع کیا۔

۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں تیسری مرتبہ یہ مجموعہ ''سنی یوتھ فیڈریشن چار یاری بھون لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ جامع اور تحقیقی فتویٰ دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم کا ہے۔ جو ۲۶/۲۰/۸ سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور یہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے حکم وارشاد سے قلمبند کیا گیا ہے۔ اسمیں بڑی وضاحت کے ساتھ مدح صحابہ کی اہمیت ضرورت اور مجالس تبری کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے مجالس مدح وستائش کے انعقاد پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسکی شرعی حیثیت کھولی گئی ہے۔

اس فتویٰ پر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے جن علمانے تصدیقی عبارات لکھ کر دستخط کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

الجواب صحیح   عبداللطیف عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تحریر حق ہے۔   ثابت علی عفا اللہ عنہ

احقر نے س تحریر کو من اولہ الیٰ آخرہ بغور سنا۔ الحمد اللہ جوابات سب صحیح۔ اور واجب الاظہار ہیں۔ واقعی بغیر ذکر خلفائے ثلاثہ ذکر صالحین اس زمانہ میں تشبہ بالروافض ہونے کی وجہ سے معصیت کبیرہ ہے۔ مگر سنیوں کو ضروری ہے کہ ذکر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرور کیا کریں۔ تاکہ آنحضرت سے انکار کی صورت پیدا نہ ہو۔ نیز تشبہ

باخوارج کا اندیشہ نہ ہو۔فقط احقر ظفر احمد تھانوی، مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہار نپور

☆ جملہ جوابات صحیح ہیں فیض الحسن معین مدرسہ

☆ میں نے اس کو ابتداء سے آخر تک بغور دیکھا ـــــ کتبہ احقر عبدالوحید۔مدرس

بالکل صحیح پایا اور شریعت بیضاء کے موافق۔

☆ میں نے ابتداء سے تمام جوابات کو بغور دیکھا سب بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ

جوابات بالکل حق ہیں۔ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سارنپور

☆ بندہ نے اس کو بغور سنا ہے۔سب جوابات منظور احمد عفی عنہ معین مدرس

بالکل صحیح اور مدلل ہیں۔

مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے تحریر کردہ اس تفصیلی فتویٰ پر شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا مدنی حضرت اقدس تھانوی مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند، علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب نور اللہ مراقدہم کے دستخط تصویب اور توثیق پر مشتمل عبارات کے ساتھ موجود ہیں۔

(۷) اسپیشل میرج ایکٹ

ماہ نومبر ۱۹۴۹ء میں حکومت نے ایک جدید قانون اسپیشل میرج ایکٹ کے نام سے ترتیب دیکر رائے عامہ معلوم کرنے کی غرض سے......شائع کیا اور خصوصی اداروں کے ذمہ دار افراد کے نام وہ بھیجا گیا۔

اس قانون کی متعدد دفعات بلکہ تمامتر دفعات ایسی تھیں کہ ان میں حذف وترمیم ضروری تھی۔اور بحالت موجود اس کا نفاذ شرعی قوانین سے تصادم پر مبنی تھا۔حکومت نے اس قانون کی ایک کاپی مرکزی جمعیۃ علماء ہند کو بھی بھیجی۔تاکہ حضرات علماء بھی اس پر غور وفکر کریں۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور نے تمام مرکزی ارکان جمعیۃ علماء

ہند۔ نیز علماء دارالعلوم دیوبند اور علماء مظاہر علوم سہارنپور کو دعوت دی کہ ــــــــــ وہ ۱۳ ر نومبر ۱۹۴۹ء (مطابق ۲۱ ر محرم الحرام ۱۳۶۹ھ میں دہلی آ کر اجتماعی طور سے اس قانون پر غور کر کے اپنی اپنی رائے پیش کریں۔

دہلی میں ہونے والے اس اجتماع سے قبل دارالعلوم دیوبند میں مختصر پیمانہ پر ایک اجتماع ہوا جس میں حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی ــــــ اور مظاہر علوم سہارنپور سے شیخ الحدث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مدرسہ شریک ہوئے۔

یہ دونوں حضرات اٹھارہ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ (۱۰ ر نومبر ۱۹۴۹ء) پنجشنبہ کی صبح کو سہارنپور سے دیوبند تشریف لے گئے۔ طویل صلاح و مشورہ کے بعد طے ہوا کہ دارالعلوم کی جانب سے مولانا مفتی مہدی حسن صاحب اور مظاہر علوم کی جانب سے مولانا مفتی سعید احمد صاحب کو دہلی بھیجا جائے۔ تاکہ یہ دونوں حضرات جمعیۃ علماء کی منعقدہ مجلس میں شریک ہو کر گفتگو کریں اور دونوں اداروں کی نمائندگی کریں۔ چنانچہ ۱۲ ر نومبر بروز شنبہ یہ دونوں حضرات دہلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی مجلسوں میں شرکت کر کے شرعی نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی اور اپنی جانب سے ترمیم شدہ بل پیش کیا۔ [۱]

---

[۱] ماخذ۔ مضمون نمبر ایک مسئلہ خلافت سے لیکر مضمون نمبر سات اسپیشل میرج ایکٹ تک کے لئے یہ کتابیں ماخذ کے طور پر دیکھی گئیں۔ تحریری بیان بہ سلسلۂ خلافت از مولانا عنایت الٰہی صاحب ناظم مدرسہ۔ علماء ہند کا متفقہ فتویٰ مطبوعہ میرٹھ، ۱۹۲۸ء فتاویٰ مظاہریہ جلد دوم، خطبۂ صدارت حضرت سہارنپوری۔ اخبار البیان دہلی۔ قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم۔ مجموعۂ فتاویٰ جبریہ تعلیم۔ کاروائی اجلاس دہلی منعقدہ ۲۷ ر ستمبر ۱۹۲۹ء۔ اغراض و مقاصد انجمن محافظ تعلیم سہارنپور۔ آپ بیتی حضرت شیخ جلد چہارم۔ روزنامچہ حضرت شیخ۔ تنویر البصائر فی تزویج الصغائر۔ بزم اشرف کے چراغ کوائف دارالعلوم دیوبند بابت محرم تاریخ الاول ۱۳۶۹ھ، تاریخ مظاہر جلد دوم۔ اشتہار موسومہ، لکھنؤ میں مدح صحابہ پر یوپی حکومت کی پابندی۔ ناشر مولانا عبدالماجد صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ دہلی۔ حیات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجموعہ فتاویٰ مدح صحابہ۔ شائع کردہ سنی یوتھ فیڈریشن لکھنؤ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اور دوسرے دینی وعلمی اداروں کیلئے

اسکی بلند پایہ خدمات

کسی بھی دینی ادارے اور مدرسہ کے بارے میں اسکی خدمات اور قوت عمل کا اندازہ اس چیز سے کیجئے کہ اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے کہاں تک اپنے اساسی مقاصد پورے کرتے ہوئے دینی ومذہبی خدمات انجام دیں اور کس قدر اشاعت حق کا فریضہ ادا کیا۔

اس اصول پر اگر مظاہر علوم سہارنپور کو پرکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میدان میں بھی اس نے بڑی اہم اور غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں اور اس کا دائرہ اثر ونفوذ بڑا وسیع وعریض ہے۔

گذشتہ ایک صدی سے زائد کی تاریخ میں مظاہر علوم نے اصحاب فضل وکمال اور ارباب علم وعمل کی جو ایک بڑی جماعت تیار کی ہے انہوں نے --- ۔ کتنی عالی مقام درسگاہوں کو اپنی ذہانت وفراست، علمی صلاحیتوں اور دماغی توانائیوں سے سیراب کیا اور کتنی فراخدلی کے ساتھ ان کی پیش آمدہ علمی ضرورتوں کو پورا کر کے مظاہر علوم کی عظمت اور آفاقیت میں اضافہ کیا اس کا تفصیلی جائزہ لینا تو بہت مشکل ہے۔ لیکن ہم یہاں خصوصی طور پر ہندوستان کی چار عظیم الشان قدیم بنیادی درسگاہوں دارالعلوم دیوبند، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، اور مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے متعلق اپنی مختصر اور مجمل معلومات سپرد قلم کرتے ہیں۔

امید ہے کہ یہ اجمال واختصار اہل علم حضرات کی نظر میں تفصیل تک پہنچنے کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوگا

(۱) فضلاء مظاہر علوم دارالعلوم دیوبند میں

جو نامور علماء اور فضلاء مظاہر علوم سہارنپور سے بن سنور کر نکلے اور انہوں نے دارالعلوم

دیوبند کو اپنے اسلاف کی مقدس امانت سمجھتے ہوئے اور اسکے اصحاب دل بانیوں کی نسبت کا احترام کرتے ہوئے وہاں مختلف شعبوں میں رہ کر متفرق خدمات انجام دیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ

قیام دارالعلوم دیوبند کے اولیں سال میں چھ ماہ تک آپ نے وہاں پڑھا۔ اس کے بعد آپ مظاہر علوم تشریف لے آئے۔

مظاہر علوم میں آپ کا داخلہ ۱۲۸۳ھ میں ہوا۔ ۱۲۸۸ھ میں آپ نے فراغت پائی حدیث، فقہ، اصول، تفسیر، منطق، ادب، معانی، فلسفہ ہیئت و ریاضی وغیرہ جملہ علوم وفنون کی تکمیل آپ نے مظاہر علوم میں رہ کر کی۔ بعد ازاں منگلور، بھوپال، بھاولپور بریلی کے مدارس عربیہ دینیہ میں ایک طویل عرصہ تک درس دینے کے بعد ۱۳۰۸ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں استاذ دوم بنائے گئے۔ اس زمانے میں استاذ اول شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ تھے۔ اور بقول مولانا سید محمد ثانی حسنی مصنف حیات خلیل۔

"دارالعلوم دیوبند کو ایک عرصہ کے بعد یہ فخر حاصل ہوا کہ دو صاحب استعداد عالم، ایک دوسرے سے محبت کرنے والے۔ ایک جان دو قالب، ایک مرشد کے مسترشد اور اجازت یافتہ اکھٹے ہو گئے۔ یعنی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن مدرسہ اول اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس دوم۔ حیات خلیل ۱۵۸)

دارالعلوم دیوبند کے استاذ دوم ہونے کی حیثیت سے صحاح کی اہم کتاب مسلم شریف کا سبق خصوصی طور پر آپ کے پاس رہا۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تحریر فرماتے ہیں کہ!

(درس مسلم کا) آپ اتنا اہتمام فرماتے کہ دوپہر کے وقت معمول سے پہلے آپ خانقاہ سے مدرسہ میں تشریف لاتے اور نودرہ میں طلبا کے ساتھ نماز باجماعت پڑھکر سبق شروع فرمادیتے۔ بارش کے موسم میں پائچے چڑھا کر خانقاہ سے چلتے

اور کبھی ایسا نہ ہوتا کہ معمولی عذر پر مدرسہ تشریف نہ لاویں۔ (تذکرۃ الخلیل ۱۸۵)

دارالعلوم کے زمانۂ قیام میں آپ نے توضیح تلویح، ہدایہ اخیرین وغیرہ کتابیں متعدد مرتبہ پڑھائیں۔ دارالعلوم میں آپ کا یہ چھ سالہ قیام صرف درس وتدریس تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ وہاں کی دینی وفکری قیادت، انتظامی معاملات اور طلباء واہتمام سے متعلقہ مسائل کو بھی آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے حل فرمایا۔ داخلی وخارجی فتن سے تطہیر میں بھی آپ نے بڑی بصیرت اور دور اندیشی سے کام لیا جو دارالعلوم کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

حاجی محمد عابد حسن صاحب دیوبندی کا زمانۂ اہتمام وہی ہے جس میں خود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دیوبند میں تشریف فرما تھے۔ دارالعلوم میں ان ایام میں شورشیں ہوئیں۔ چنانچہ قطب عالم نوراللہ مرقدہٗ سے خصوصی روابط وتعلق اور مدرس دوم ہونے کی حیثیت سے آپ کی ذمہ داریوں میں اس وقت زبردست اضافہ ہوا۔ اور آپ نے ہزار شورش ومخالفتوں کے باوجود پائے استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ اور تمام امور کلیہ وجزئیہ کی اطلاع برابر گنگوہ شریف بھیجتے رہے اور وہاں سے آمدہ ہدایات پر عمل فرماتے رہے۔

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب (والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ) آپ ہی کی تحریک اور مشورہ پر دارالعلوم کے مہتمم اعلیٰ تجویز ہوئے اور پھر دارالعلوم نے ترقی کے جو منازل تیزی کے ساتھ طے کئے اس سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی بصیرت صادقہ اور حسن انتخاب کا خود بخود اندازہ ہوگیا۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ!

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بزمانۂ اخیر حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) نے مہتمم صاحب (یعنی مولانا حافظ محمد احمد صاحب) کے متعلق اپنے اخلاص ومحبت کے ذکر میں نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کہ حافظ احمد صاحب کے اہتمام کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں سب سے اول میں نے تحریک کی تھی اس وقت تک کسی کو خیال بھی نہ تھا اور فرمایا کہ تحریک ہی کر کے نہیں چھوڑی، بلکہ حسب موقعہ یاددہانی اور تائید بھی کرتا رہا۔

دارالعلوم دیوبند کے لئے آپ نے کس حد تک مخلصانہ خدمات انجام دیں۔ اور آپ کا وجود اس کے لئے کہاں تک پشتیاں ثابت ہوا۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ دارالعلوم کے مفاد کے آگے آپ نے نہ اپنے مفاد کو کوئی حیثیت دی اور نہ اپنے منصب و عہدہ کے تحفظ کا کچھ خیال فرمایا۔

چنانچہ اسی موقعہ پر (جب کہ آپ حافظ صاحب مرحوم کے لئے اہتمام کی کوششوں میں مصروف تھے) کسی نے عرض کیا کہ آپ ان کے مہتمم ہوجانے بعد دارالعلوم میں نہیں رہ سکتے۔ تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ!

میں رہوں یا نہ رہوں ـــــــــ مدرسہ ترقی وعروج کے زینہ پر چڑھتا رہے کہ میرے لئے دوسرا اور دروازہ مفتوح ہوجائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی تنخواہ کی خاطر مدرسہ کی ترقی کا خیال چھوڑ دوں۔[1]

دارالعلوم دیوبند کی چھ سالہ مدت قیام میں (طلبا کی ایک) بڑی تعداد نے آپ سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ کے اس دور کے بہت سے تلامذہ ایسے ہیں جو بعد میں "علم وفضل کا مرجع ومرکز بنے" ہم یہاں بطور نمونہ ایسے چند حضرات کے اسماء سامی پیش کرتے ہیں۔

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی

(۲) امام العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

(۳) مولانا شاہ وارث حسین صاحب کوڑا جہان آباد، مجاز بیعت حضرت اقدس گنگوہی

(۴) مولانا امین الدین صاحب دہلوی، (بانی مدرسہ امینیہ دہلی)

(۵) مولانا محمد صادق صاحب کراچوی، رکن تحریک شیخ الہند ـــــ برائے آزادی ہند

(۶) مولانا الحاج کفایت اللہ صاحب دہلوی، صدر جمعیۃ علماء ہند و رکن مجلس شوریٰ دیوبند

(۷) مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، امام جماعت اہل حدیث

(۸) مولانا ولایت حسین صاحب دیوریاوی۔

(۹) مولانا صدیق احمد صاحب مہاجر مدنی، برادر حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ

---

[1] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۱۸۹

(۱۰) مولانا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی،

(۱۱) مولانا گل محمد خاں صاحب، استاذ دارالعلوم دیوبند۔

(۱۲) مولانا انظار حسین صاحب سہنس پوری۔

اگر چہ آپ ۱۳۱۴ھ میں دیوبند سے مظاہر علوم سہارنپور تشریف لا چکے تھے لیکن آپ کو آخر عمر تک دارالعلوم اور ذمہ داران دارالعلوم سے تعلق اور زبردست لگاؤ رہا۔ وہاں کی ہر خوشی سے آپ کو مسرت وانبساط اور ہر تکلیف سے قلق ورنج ہوتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام بھی آپ کے ساتھ اسی طرح حسن عقیدت ومودت اور اخلاص کا معاملہ کرتے رہے۔ اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو اپنے اکابر کا صحیح جانشین سمجھ کر اہم تقریبات اور خصوصی مجالس میں شرکت کے لئے مدعو کرتے رہے۔ اور اپنی خداداد روحانیت وبصیرت سے مشکلات پر قابو فرماتے رہے۔

اس سلسلہ کا ایک ایمان افروز واقعہ بروایت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ اس طرح سناتے ہیں کہ!

> "دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی منعقد ۶، ۷، ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ میں مہمانوں کی آمد متواتر اور مسلسل ہورہی تھی۔ ایک موقعہ پر کھانا بہت کم ہوگیا۔ کیونکہ مجمع عین وقت پر انداز سے زیادہ ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ کمر میں پٹکا باندھکر مطبخ کے قریب موڑھا بچھا کر بیٹھے اور کھانا کھلانا شروع کیا گیا۔ سب مجمع فارغ ہوگیا۔ کھلانے والوں نے بھی کھالیا تو حضرت شیخ الہند نے ہم سے فرمایا کہ چھتہ کی مسجد کے دروازے پر جا کر کہو کہ اللہ کے فضل سے فراغت ہوگئی۔ سب مجمع نے کھانا کھالیا۔ ہم نے جا کر اسی طرح دروازہ پر کہا۔ وہاں اس وقت کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ ہمارے اس کہنے پر مسجد کے اندر سے تین حضرات نکلے، یعنی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، یہ حضرات پہلے سے وہاں

---

[۱] نقش حیات جلد اول صفحہ ۴۴

مسجد میں مراقب بیٹھے ہوئے تھے جب نکلے تو ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ حضرات رو رہے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں زیر تعمیر دارالحدیث کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر جب خاصان خدا اور اہل حق جمع کیے گئے تو ان میں حضرت شیخ الہند، اعلیٰ حضرت رائے پوری، حضرت تھانوی کے پہلو بہ پہلو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ ان تمام علماء و مشائخ کے ساتھ ساتھ آپ نے بھی اپنے دست مبارکہ سے دارالحدیث کی بنیادی اینٹ رکھی۔

اسی محبت و مودت اور یگانگت کا یہ ثمرہ تھا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ سے اجازت حدیث لی۔ اور بقول خود "ایک خاص رابطۂ تلمذ و خادمی" حاصل کیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-!

"راقم الحروف کو حضرت مرحوم سے ایک خاص رابطۂ تلمذ و خادمی حاصل ہے اور وہ یہ کہ حضرت نے تعلقات نسبی و روابط نسبی کی بناء پر بہت ہی پیار اور شفقت سے اس حقیر کو صحاح ستہ اور ان کے علاوہ تقریباً حدیث کی بیس مشہور و مستند کتابوں میں اجازت دی اور اپنے دست مبارک سے دستخط و مہر فرما کر سند حدیث عطا فرمائی۔[1]

اس اجازت و سند کی مزید تفصیل حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مہتمم صاحب کے الفاظ میں اس طرح سناتے ہیں کہ!

"حضرت اقدس سہارنپوری نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری سند عالی ہے تم آؤ میں تم کو سند حدیث دونگا۔ لیکن مشاغل کی وجہ سے میں حضرت سے ملاقات نہ کر سکا۔ ایک مرتبہ سفر میں ملاقات ہوئی فرمایا کہ تم آئے نہیں۔؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اب اجازت دیدیں۔ فرمایا یہاں نہیں۔ مدرسہ مظاہر علوم میں آؤ تب اجازت دونگا۔ چنانچہ میں موقعہ نکال کر گیا تو حدیث الضیافة علی الاسودین التمر والماء کی بھی اجازت دی اور اپنے ہاتھ سے چھوارہ توڑ کر اس کے دو حصے کر کے ایک خود نوش فرمالیا۔ ایک مجھے کھلا دیا۔

دارالعلوم دیوبند کے حوالہ سے حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مولانا

سید اصغر حسین صاحب دیوبندی ''حیات شیخ الہند میں تحریر فرماتے ہیں کہ!

''حضرت شیخ الہند کے بعد ہندوستان میں تقدس ومقبولیت میں مولانا (خلیل احمد صاحب) ہی کا درجہ سمجھا جاتا ہے۔اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ارشد ہونے کے علاوہ مولانا (خلیل احمد) صاحب سے دارالعلوم دیوبند کو اور بھی بہت سے قابل احترام تعلقات ہیں''

(۲) مولانا امیر باز خاں صاحب سہارنپوری

دارالعلوم دیوبند میں آپ کا داخلہ اوائل ۱۲۸۳ھ میں ہوا۔ وہاں آپ نے ایک سالہ قیام کے دوران ـــــــ یہ کتابیں پڑھیں ۔شرح وقایہ، نور الانوار، مسلم شریف، میبذی، شرح عقائد نسفی، مقامات حریری، سبعہ معلقہ،

دارالعلوم میں حصول علم کے دوران آپ درس بھی دیتے رہے۔ چنانچہ روداد دارالعلوم بابت ۱۲۸۳ھ میں لکھا ہے۔

دیگر مدرسان مولوی محمد فاضل ومولوی میر باز خاں ومولوی فتح محمد وحافظ احمد حسن نے بہت سرگرمی سے اپنے کام کو انجام دیا۔[۱]

(۳) مولانا عبدالقدیر صاحب دیوبندی

آپ کی پیدائش دیوبند کی ہے۔ ۱۲۸۷ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، مولانا سید احمد دہلوی شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مراقدہم سے علم حاصل کیا۔

۱۲۹۳ھ میں آپ مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ محدث سہارنپوری سے آپ نے صحاح ستہ کی تمام کتابیں نیز موطا امام محمد اور جامع الصغیر وغیرہ پڑھیں ہیں۔جیسا کہ مظاہر علوم کی روداد ۱۲۹۳ھ میں اس کی تصریح ہے۔

[۱] (ماہنامہ القاسم دیوبند ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ۲)

آپ کی پوری زندگی تعلیم و تعلم اور دینی خدمات میں گذری۔ ۱۳۰۷ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم بنائے گئے۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ تک آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔

۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ اور وہیں مدفون ہیں۔

(۴) مولانا سراج الحق دیوبندی

والد ماجد کا نام مولانا عبدالحق صاحب ہے آپ نے ۱۲۹۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری آپ کے استاذ حدیث ہیں، آپ نے ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، پڑھی ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے آپ خلیفہ اور مجاز بیعت تھے۔

مظاہر علوم سے تکمیل علوم کے بعد دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام نے آپ کو دارالعلوم کا استاذ متعین کردیا اور منتخب کتابیں آپ کو پڑھانے کے لئے سونپ دیں۔

(۵) مولانا حکیم محمد اسمٰعیل ابن شیخ محمد ابراہیم صاحب گنگوہی

آپ مدرسہ مظاہر علوم کے ابنائے قدیم میں سے ہیں۔ اور حکیم اجمیری کے نام سے مشہور و متعارف ہیں۔ مدرسہ میں آپ کی آمد ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی۔ ۱۳۰۱ھ میں آپ نے فراغت پائی۔ تکمیل علوم کے بعد مدرسہ کی جانب سے آپ کو جو سند دی گئی وہ روداد مدرسہ میں شائع ہوئی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہاں نقل کردیا جائے۔ کیونکہ اس سے آپ کی تعلیمی کیفیت، استعداد کی پختگی اور بلندی کردار کا پتہ چلتا ہے۔ وہ سند یہ ہے۔

> مولوی محمد اسماعیل پسر شیخ محمد ابراہیم متوطن گنگوہ ضلع سہارنپور اواخر ۱۲۹۷ھ میں مدرسہ ہٰذا میں داخل ہوکر ۱۳۰۱ھ کو مدرسہ چھوڑا۔ اس اثناء میں جو کتابیں یہاں تحصیل کیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ مشکوٰۃ شریف اور صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن نسائی و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و ہدایہ دو جلد درمختار تا

۱۔ بحوالہ تاریخ دارالعلوم ۲۴ جلد دوم

کتاب النکاح، سراجی، نورالانوار، نخبۃ الفکر، توضیح تلوتح، (قدرے) جلالین، بیضاوی، تاسورۂ بقرہ، مقامات حریری پچیس مقامے، دیوان متنبی، (تاردیف دال حماسہ (قدرے) مختصر المعانی، رشیدیہ، شرح عقائد نسفی، حساب اربعہ متناسبہ، اور استطر ادأ کچھ کتب معقول بھی تحصیل کی۔

کتب متذکرہ تفسیر و حدیث وغیرہ حسب قواعد مدرسہ سلمۃ و قرأۃ تحصیل کی استعداد اچھی ہے۔ نیک چلن، امانت دار، سعادت مند، درست کردار ہے۔ جب تک مدرسہ میں اقامت کی، کسی کے ساتھ خلاف تہذیب کوئی امر پیش نہیں آیا۔ خدائے تعالیٰ توفیق خیر وعمل نصیب کرے۔ آمین

دستخط محمد مظہر عفی عنہ نائب مہتمم مدرسہ۔ (تاریخ تحریر ۱۵ ارذی الحجہ ۱۳۰۱ھ

روداد مظاہر علوم ۱۳۰۱ھ

حکیم صاحب موصوف بہت جید الاستعداد علماء میں تھے۔ مظاہر علوم کے سالانہ امتحانات میں آپ ہمیشہ اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے رہے جس پر آپ کو قیمتی کتابیں بطور انعام ملتی رہیں۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا جمیعت علی صاحب پرقاضوی، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سابق مہتمم آپ کے اساتذہ ہیں۔

راقم سطور کی درخواست پر حضرت مولانا عبد الرشید محمود صاحب نبیرہ قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدۂ نے حکیم صاحب موصوف کے کچھ حالات تحریر کر کے بھیجے ہیں جو یہ ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ابن پیرجی محمد ابراہیم صاحب گنگوہی یہ حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہ اولاد میں تھے۔ حکیم اجمیری کے نام سے گنگوہ میں معروف تھے۔ بڑے حذاق اور مشاہیر اطباء عصر میں شمار تھا۔ صاحب علم اور ذی استعداد تھے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے محبّ اور محبوب تھے۔ حضرت فرمایا

کرتے تھے میرے لئے اسمٰعیل اور مسعود احمد ایک ہیں۔ منتسبین رشیدی میں معروف متعارف اور خصوصی مقام رکھتے تھے۔لوگ حکیم صاحب کی منزلت عندالرشید کو جانتے اور مانتے تھے۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے ہمزلف بھی تھے۔علمی اشتغال رہتا تو سر آمد روزگار علماء عصر ہوتے۔مگر طبی دنیا میں چلے گئے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے کسی کو خط لکھتے ہوئے فرمایا تھا۔

مسعود احمد پر افسوس جمیل الدین پر تاسف اور محمد اسمٰعیل پر تاسف بر تاسف کہ دوسری لائن میں چلے گئے۔حضرت کو یہ راہ پسند نہیں تھی۔تینوں کے متعلق دینی، علمی، اشتغال رغبت صالحہ تھی۔

اخیر میں بمبئی کا مطب حکیم محمد سعید صاحب کے سپرد کرکے گنگوہ مقیم ہوگئے تھے۔ بڑے رقیق القلب تلاء بکاء تھے۔اخیر چند سال دوام اشتغال اور تبتل و ابتہال کے گزرے۔ فقط

حکیم صاحب موصوف کا دارالعلوم سے تعلق یہ رہا کہ آپ ۱۳۱۳ھ سے لیکر ۱۳۴۱ھ تک (تقریباً تیس سال) دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے اور اپنی اصابت فکر او صلاحیتوں سے دارالعلوم دیوبند کو نوازتے رہے۔

(۶) مولانا سکندر علی صاحب محدث ہزاروی

مظاہر علوم سے آپ نے ۱۳۲۰ھ میں فراغت پائی۔۱۳۲۴ھ تک چار سال مظاہر علوم میں پڑھا کر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ایک سال یہاں کتب متداولہ کا درس دیا اور پھ وہاں سے مدرسہ رحمانیہ اہل حدیث بارہ ہندوراؤ میں صدرالمدرسین بنکر چلے گئے۔کچھ عرص جامعہ معینیہ اجمیر کے شیخ الحدیث بھی رہے علوم دینیہ میں گہرا رسوخ رکھتے تھے۔

(۷) حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

شعبان ۱۳۳۴ھ میں آپ نے مظاہر علوم سے فراغت پائی۔

محرم ۱۳۳۵ھ میں آپ مظاہر علوم کے استاذ تجویز کئے گئے۔ ۱۳۴۶ھ میں مشیر ناظم اور شیخ الحدیث بنائے گئے۔ ۱۳۷۳ھ میں آپ اپنی مادر علمی کے سرپرست منتخب ہوئے۔
۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔
اس بارہ سالہ عرصہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے لئے جو کچھ کیا اور جیسی اسکی فکری وروحانی رہنمائی فرمائی دارالعلوم کی تاریخ اسکو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

(۸) مولانا شبیر علی صاحب تھانوی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ سے بھی استفادۂ حدیث کیا ہے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ کا قیام تھانہ بھون میں ہوا اور مدرسہ وخانقاہ کا نظم ونسق آپ کے حوالہ کیا گیا۔
۱۳۶۳ھ سے ۱۳۶۷ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔

(۹) مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی

۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم کے اساطین علم وفن سے صحاح ستہ پڑھا۔
مظاہر علوم میں رہتے ہوئے حضرت اقدس مہاجر مدنی سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اور ہمہ وقت حاضر باش رہ کر علمی وروحانی استعداد کو جلا بخشی حضرت سے ہی بیعت وارشاد کا تعلق قائم کیا۔
فراغت کے بعد مظاہر علوم میں استاذ بنائے گئے۔ کچھ عرصہ بعد دیوبند تشریف لے گئے وہاں بزم انوری سجی ہوئی تھی اس میں شامل ہوئے۔ ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کے استاذ منتخب ہوئے۔ ۱۳۴۶ھ تک مختلف کتابوں کا درس عالمانہ انداز سے دیا۔ جب دارالعلوم میں اندورنی خلفشار ہوا تو علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ آپ بھی ڈابھیل تشریف لے گئے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان کیلئے رخت سفر باندھا۔ جہاں رہے علم کی زینت اور مظاہر علوم کا وقار بن کر رہے۔ ۱۳۷۱ھ میں ہجرت فرما کر مہاجر مدنی بنے۔ ۱۳۸۵ھ مطابق

۱۹۶۵ء میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(۱۰) مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی

۱۳۳۳ھ میں حضرت حکیم الامت کے صلاح و مشورہ سے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مختصر المعانی، سلم العلوم، مشکوٰۃ، جلالین، وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم کے ارباب کمال سے صحاح ستہ پڑھا۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے چا سال تک اپنے اس نونہال کی علمی، اصلاحی، تربیت کی۔ ان کے دینی و اخلاقی شعور کو جلا بخشی اور پھر اس گوہر آبدار کو دارالعلوم دیوبند کے حوالہ کر دیا۔ وہاں آپ نے دوسر مرتبہ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۳۸ھ میں آپ پہلی مرتبہ یہاں کے استاذ عر بنائے گئے۔ ۱۳۴۶ھ تک آپ کا یہ تعلق دارالعلوم سے وابستہ رہا۔ یکم ذی قعد ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۳؍ دسمبر ۱۹۳۹ء میں آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ التفسیر نا ہوئے۔ ۱۳۶۸ھ تک آپ کا یہاں قیام رہا۔ تفسیر بیضاوی، ابن کثیر، ابوداؤ، طحاوی درس اس عرصہ میں متعدد مرتبہ دیا۔

۱۳۶۹ھ میں آپ نے پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا۔ وہاں پہونچکر آخر حیات تک علمی، دینی، اور تبلیغی و تصنیفی خدمات میں مشغول رہے۔ آخر کار وہیں رجب ۱۳۹۴ھ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء میں مظاہر علوم کی گود میں پرورش پانے والا یہ آبدار گوہر پیوند خاک ہو گیا۔

(۱۱) مولانا سلطان مسعود صاحب راجو پوری

۱۳۳۳ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر مکمل تعلیم حاصل کی اور ۱۳۴۳ھ میں یہاں سے فراغت پائی۔ پوری جماعت میں اعلیٰ امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے جامعہ مظاہر علوم نے بارہ سال تک اپنے اس نونہال کی پرورش کی۔ علمی، اخلاقی، قوتوں سے مالا مال کر دین کا خادم اور داعی بنایا اور پھر ان صلاحیتوں سے بہت سے افراد اور بہت سے مدارس جامعات نے فائدہ اٹھایا۔

۱۳۶۵ھ سے اکتوبر ۱۹۴۶ء تک آپ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تبلیغ سے وابستہ رہے۔ ۱۳۶۸ھ تک آپ نے یہاں تبلیغی اور اصلاحی خدمات انجام دیں، ملک کے طول و عرض میں آپ کی اصلاحی تقاریر سے عوام نے خوب فائدہ اٹھایا اور آپ سے مسلک حقہ کی اشاعت بڑے پیمانہ پر ہوئی۔ تقسیم کے بعد آپ پاکستان ڈیرہ غازی خاں منتقل ہو گئے۔ اور وہیں وفات پائی۔

(۱۲) مولانا محمد حیات صاحب دیوبندی

مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کی آمد ۱۳۳۶ھ میں ہوئی چھ سال میں یہاں اپنی تعلیم مکمل کر کے ۱۳۴۲ھ میں مظاہر علوم کے کبار اساتذہ سے صحاح ستہ پڑھا۔

۱۳۶۴ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ خوشنویسی میں استاذ مقرر ہوئے۔

(۱۳) مولانا عبدالواحد ابن جناب عبدالخالق صاحب دیوبندی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۳۶ھ میں ہوئی مکمل درس نظامی یہاں پڑھکر ۱۳۴۳ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ کتب صحاح کے ساتھ آپ نے بیضاوی، مدارک، مؤطا امام مالک، موطا امام محمد بھی پڑھی۔

۱۳۴۴ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیکر فنون کی یہ کتابیں پڑھیں، توضیح تلویح، شرح عقائد نسفی، مسلم الثبوت، ملا جلال، مقامات حریری، سبعہ معلقہ،

۱۳۶۲ھ میں آپ شعبۂ محاسبی دارالعلوم دیوبند کے ناظم بنائے گئے۔ اور ۱۳۷۳ھ میں شعبۂ اوقاف کے ناظم تجویز ہوئے۔

جناب انور صابری صاحب اپنی کتاب وہ جنہیں کوئی نہیں جانتا، میں آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں۔!

مولانا عبدالواحد دیوبند کے ممتاز شرفاء کے چشم و چراغ ہیں۔ خوشنویسی میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ علمائے عصر حاضر میں بلند مرتبہ اور ذی علم مانے جاتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ

حسابات کے نگراں ہیں۔ ذوق شعر پختہ ہے۔ مولانا تاجور نجیب آبادی کے ہم سبق رہے ہیں۔ اسی وقت سے ادب جزو زندگی بنا ہوا ہے۔ فی البدیہہ اشعار کہنے میں مہارت حاصل ہے۔ غزل کا نیا طرز فکر پرانے الفاظ کا ساتھ دیتا ہے۔ نمونۂ کلام

پاس وفائے عشق یہاں تک ہے اے ندیم　　دل میں ہزار زخم ہیں لب پر فغاں نہیں
چہرے کا رنگ زرد ہے آنکھوں میں ہے نمی　　کہتا ہے کون جذبۂ الفت جواں نہیں

(وہ جنہیں کوئی نہیں جانتا ۵۸)

چار شوال ۱۳۹۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ چالیس سال سے زیادہ آپ نے دار العلوم کی خدمات انجام دیں۔

(۱۴) مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

مظاہر علوم میں آپ کی تشریف آوری ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ تعلیمی درجات کی تکمیل مظاہر علوم میں کرتے ہوئے ۱۳۵۱ھ میں آپ نے یہاں ـــ کے کبار اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ بعد ازاں جامعہ مظاہر علوم اور جامع العلوم کانپور وغیرہ میں ایک طویل عرصہ درس و تدریس میں مشغول رہکر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی کے پیہم اصرار اور شدید خواہش پر ۱۳۸۴ھ میں دیوبند تشریف لائے اور مسند حدیث وفقہ کو رونق و تازگی بخشی۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے اطمینان اور اعتماد کے پیش نظر بخاری شریف جلد ثانی آپ کے حوالہ کی جس کو اکابر کی امانت سمجھ کر پورے تیقظ و بیداری کے ساتھ پڑھایا۔ آپ کے دار العلوم پہنچنے پر کبار اساتذہ نے فرحت و مسرت محسوس کی۔ اور مختلف طریقوں سے اپنے دلی جذبات اور احساسات کا اظہار کیا۔ چونکہ آپ کی علمی روحانی اور دینی تربیت میں حضرت شیخؒ اور ان کے مرشد و مربی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو بڑا گہرا اور مضبوط دخل تھا۔ اسلئے حضرات دیوبند کی مسرتوں میں مزید اضافہ ہوا اور انہوں نے اپنی دلی کیفیات کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ!

آج دارالعلوم دیوبند میں مولانا خلیل احمد صاحب آ گئے ہیں۔
جناب سید محبوب صاحب رضوی تاریخ دارالعلوم میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں!
''اوائل جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ میں گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۵۱ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے حدیث کی تکمیل کی اور وہیں تقریباً بیس سال تک افتاء اور درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۸۴ھ تک چودہ سال کے قریب مسند صدارت و افتاء پر فائز رہے۔ کانپور کے لوگوں پر ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور بزرگی کا بڑا اثر ہے۔
۱۳۸۵ھ میں انہیں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں مفتی کے منصب کیلئے منتخب کیا گیا جس پر تا ایں دم فائز ہیں۔ فتویٰ نویسی کے علاوہ صحیح بخاری جلد دوم کا درس بھی طلباء کو دیتے ہیں۔
مفتی صاحب کو شیخ الحدث مولانا محمد زکریا صاحب سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ ان کی قیامگاہ ذاکرین کے ذکر سے معمور رہتی ہے وہ نہایت منکسر المزاج متواضع، کثیر المطالعہ، ذاکر و شاغل، فراغ حوصلہ اور سیر چشم بزرگ ہیں۔ ان کو دیکھ کر علمائے سلف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ دارالعلوم سے انہیں جو مشاہرہ ملتا ہے اس کو وہ ہر ماہ نہ صرف یہ کہ دارالعلوم میں داخل کر دیتے ہیں بلکہ اس میں مزید کچھ اور روپے بھی شامل فرما دیتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بلا ناغہ جاری ہے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد دوم ۲۵۹)

(۱۵) مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ

شوال ۱۳۴۶ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ شعبان

۱۳۴۷ھ میں آپ فراغت پائی سالہا سال تک دیو بند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔ جشن صد سالہ کے بعد اٹھنے والے فتنہ کو آپ نے بہت قریب سے دیکھا اور بڑے عزم واستقلال کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اس فتنہ کے زمانہ میں یہاں (نیز مظاہر علوم میں) آپ کا موقف یہ رہا کہ مجلس شوریٰ ہی ہیئت حاکمہ ہے اسکو صرف ایک مشاورتی جماعت نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۶) مولانا اکرم ابن محمد عطا صاحب بخاری

بخارا (روس) سے آپ تعلیم اور علم دین حاصل کرنے کے لئے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور آئے۔ ۱۳۶۱ھ میں آپ نے داخلہ لیکر شرح جامی بحث اسم، سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۶۵ھ میں صحاح ستہ پڑھا،

مظاہر علوم سے تکمیل علوم کے بعد ۱۳۷۰ھ میں آپ دارالعلوم دیو بند کے استاذ عربی بنائے گئے۔ یہاں پر علم فرائض میں سراجی آپ کا خصوصی سبق تھا جس کو آپ بڑی مہارت اور سلیقہ مندی سے پڑھاتے تھے۔ فرائض اور وراثت کی مشکل گتھیوں کو آپ بہت خوش اسلوبی سے سلجھاتے تھے۔ دارالعلوم کے جو اساتذہ سفر پر جاتے ان کی غیبت میں آپ ان کے اسباق بھی پڑھاتے تھے۔

دیو بند میں چند سالہ قیام کے بعد آپ بریسال (بنگلہ دیش) چلے گئے اور وہاں جامعہ بریسال کے شیخ الحدیث تجویز ہوئے۔ ایک سالہ قیام کے بعد مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی آ گئے۔ نو سال آپ کا یہاں قیام رہا۔ اس مدت میں آپ نے مشکوٰۃ جلالین، میبذی جیسی اعلیٰ کتابیں پڑھائیں۔ گلاؤٹھی سے آپ آنند (گجرات) کے مدرسہ تعلیم الاسلام تشریف لے گئے۔ یہاں استاذ حدیث بن کر مسلم شریف، ابوداؤد، مختصر المعانی، میبذی کا درس دیتے رہے۔ ابوداؤد آپ کا خصوصی سبق تھا۔ جس کو آپ بڑے اہتمام اور ذوق وشوق سے پڑھاتے یہیں کے زمانۂ قیام میں آپ علیل ہوئے۔ علاج کے لئے بمبئی لائے گئے اور وہیں وفات پائی، بمبئی کے مشہور قبرستان، سوناپور، میں آپ کی تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱۷) مولانا عبدالرؤف ابن مولانا عبداللطیف صاحب

موصوف کا داخلہ مظاہر علوم میں ۱۳۶۱ھ میں ہوا۔ درس نظامی کی تکمیل اول سے آخر تک یہیں رہ کر کی۔ ۱۳۶۸ھ میں آپ نے مظاہر علوم کے اساطین حدیث سے صحاح ستہ پڑھا۔ مظاہر علوم سے فارغ ہوکر آپ مختلف مدارس و مقامات میں دینی خدمات بجالاتے رہے۔ بعدازاں ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور شیخ عبدالمنعم النمر کے یہاں صف عربی میں داخلہ لیکر ایک سال تک پڑھا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی خدمات کا ریکارڈ یہ ہے۔

۱۳۷۸ھ سے ۱۳۸۰ھ تک کتب خانہ دارالعلوم میں مخطوطات کی جمع وترتیب میں مشغول رہی
۱۳۸۴ھ سے ۱۳۸۵ھ تک شعبۂ مجلس معارف القرآن میں بہ حیثیت معاون علمی تقرر ہوا
۱۳۹۶ھ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا کانفرنس بمبئی کے انعقاد کے موقعہ پر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا محمد سالم صاحب کی کارکردگی میں بنیادی خدمات انجام دیں۔
۱۳۹۸ھ میں محافظ خانہ دارالعلوم دیوبند کے ناظم کی حیثیت سے نامزدگی ہوئی۔
۱۴۰۰ھ میں شعبۂ اہتمام دارالعلوم دیوبند کے انچارج کی حیثیت سے بعہدۂ پیشکاری تقرر ہوا۔

(۱۸) مولانا محمد عامر ابن حکیم محمد طیب صاحب رامپوری

۱۳۶۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ بعدازاں ——— والد صاحب مرحوم نے مشق افتاء کے لئے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیجدیا۔ وہاں کے قیام میں آپ نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کا ایک معتد بہ حصہ مرتب کر کے فقہی ابواب پر ترتیب دیا۔ تین سال وہاں قیام کے بعد ۱۹۴۹ء کے آخر میں بھوپال چلے گئے اور وہاں مدرسہ احمدیہ بھوپال کے شیخ التفسیر بنادیئے گئے۔

(۱۹) مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۷۳ھ میں ہوئی دو سال آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم

حاصل کی۔ پہلے سال صحاح ستہ پڑھنے میں اور دوسرا سال کتب فنون، بیضاوی وغیرہ پڑھنے میں گزرا۔ تکمیل علوم کے بعد معہد ملت مالی گاؤں جامعہ عربیہ حیات العلوم مرادآباد میں درس و تدریس میں اشتغال رہا، تقریباً پندرہ سال حیات العلوم میں گزارنے کے بعد آپ ۱۴۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے۔ اب گزشتہ پندرہ سال سے آپ یہاں استاذ ہیں، اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدہ پر فائز ہیں۔

(۲۰) مولانا محمد ارشاد ولد محمد ہاشم صاحب سکندر پور ضلع مظفر نگر

۳ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ (۲۳ اگست ۱۹۶۳ء) میں آپ کی ولادت ہے، مدرسہ حسینیہ تاؤلی اور مدرسہ مدینۃ العلوم سکندر پور ضلع مظفر نگر میں حفظ کلام پاک کے بعد ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی۔

۱۴۰۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر شرح جامی وغیرہ سے پڑھنا شروع کیا۔ درجہ بدرجہ تعلیمی مراحل کے بعد ۱۴۰۴ھ میں اسی ادارہ میں صحاح ستہ پڑھیں۔ آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث، مولانا مفتی مظفر حسین صاحب، مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب، مولانا محمد عاقل صاحب، مفتی عبدالعزیز صاحب رائپوری ہیں۔

فراغت کے بعد مختلف مدارس مثلاً مدرسہ شمس العلوم تنڈھیرہ، مدرسہ سلیمانیہ عیدگاہ کاندھلہ وغیرہ میں تعلیم دیتے رہے میراں پور میں ایک اسکول بھی دینی تعلیم کا قائم کیا اس میں بھی دو سال پڑھایا۔ روحانی سلسلہ میں آپ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی سے منسلک ہیں۔

۱۴۲۱ھ (یکم جنوری ۲۰۰۱ء) میں دارالعلوم دیوبند نے شعبۂ حفظ کے لئے آپ کی خدمات طلب کرلیں۔ اب آپ گذشتہ پانچ سال سے یہاں حفظ کلام پاک پڑھانے میں مشغول ہیں۔[1]

[1] ماخذ۔ روداد مدرسہ بابت ۱۲۹۳ھ، ۱۳۰۱ھ، ۱۳۱۵ھ، ۱۳۳۱ھ، ۱۳۲۹ھ، ۱۳۳۰ھ، ۱۳۴۲ھ، ۱۳۴۵ھ تذکرۃ الخلیل، تاریخ مظاہر جلد دوم، نقش حیات، ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند، ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ، ماہنامہ نظام کانپور مئی ۱۹۶۷ء دارالعلوم کی صد سالہ زندگی، حیات شیخ الہند۔ ماہنامہ القاسم دیوبند ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ القاسم جمادی الثانی ۱۹۴۶ء افادہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔ وہ جنہیں کوئی نہیں جانتا

(۲) فضلائے مظاہر علوم مدرسہ شاہی مراد آباد میں

اس مدرسہ عالیہ کی بنیاد ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے رکھی ہے، مولانا سید احمد حسن صاحب امروہوی یہاں اولیں استاذ منتخب ہوئے۔ پینتیس روپے آپ کا مشاہرہ تجویز ہوا۔

یہاں سے اب تک کئی ہزار علماء فضلاء حفاظ قراء سند فراغت حاصل کر چکے۔ شعبۂ قرأت، شعبۂ فتاوی اور شعبۂ خوشنویسی، میں مدرسہ شاہی کو خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

جامعہ عربیہ مظاہر علوم کے جو فارغین جامعہ قاسمیہ پہنچے وہ یہ ہیں۔

(۱) مولانا منصور علی خاں ابن مولانا حسن علی خاں صاحب مراد آبادی

۱۲۹۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخل ہو کر اپنی تعلیم شروع کی۔ ۱۲۹۳ھ میں محدث سہارنپوری سے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام محمد، جامع الصغیر پڑھی ہے۔

۱۲۹۶ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی کے لئے ابتدائی اراکین شوریٰ کا انتخاب ہوا تو آپ بھی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہوی کے وصال کے بعد ۱۳۰۴ھ میں آپ جامعہ قاسمیہ کے صدر المدرسین اور رئیس الاساتذہ منتخب ہوئے۔

۱۳۳۷ھ میں آپ کا مکۃ المکرّمہ میں وصال ہوا۔

(۲) مولانا محمد حیات ابن جناب محمد ظہور صاحب سنبھلی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔ ۱۳۳۱ھ میں مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ نے لاہور۔ رنگون، میرٹھ، بریلی، پنجاب کے مختلف مدارس جامعات میں کتب تفسیر و حدیث وفقہ کا درس دیا۔ ۱۳۳۹ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے استاذ حدیث منتخب ہوئے۔ فن حدیث کی متعدد اعلیٰ کتابوں کا طویل عرصہ تک آپ نے وہاں درس دیا۔ طلبا کی ایک وسیع تعداد کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

آخر میں مراد آباد میں ایک بڑی دینی درسگاہ جامعہ عربیہ حیات العلوم قائم کی۔

(۳) مولانا مفتی محمود الحسن حسن صاحب گنگوہیؒ

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۴۱ھ میں ہوکر یہیں سے آپ کی فراغت ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔
۱۳۹۵ھ میں آپ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔
وقیع اور اہم امور میں آپ کی رائے قول فیصل کا درجہ رکھتی تھی۔ مدرسہ شاہی کے متعدد اساتذہ سلوک وروحانیت میں آپ سے رابطہ رکھے ہوئے تھے اور بیعت تھے۔

(۴) مولانا عبدالجبار ابن حاجی عبدالرشید صاحب اعظمی

۱۳۴۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں آپ نے داخلہ لیکر مختلف تعلیمی منازل پورے کر کے ۱۳۴۹ھ میں یہاں صحاح ستہ پڑھا۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی کے وصال پر حضرت مولانا فخر الدین صاحب جامعہ قاسمیہ مراد آباد سے دار العلوم دیوبند تشریف لے آئے۔ اس بناء پر جامعہ قاسمیہ کی مسند حدیث کے لئے حضرت مولانا عبدالجبار صاحب موصوف کو منتخب کیا گیا۔
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے متعدد خطوط و ٹیلی گرام آپ کے مراد آباد جانے کے لئے پہنچے۔ آپ نے اپنے استاذ اور شیخ و مرشد حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی اجازت اور مشورہ پر اس کو موقوف کر دیا۔ اور پھر حضرت مخدوم سے استصواب رائے اور استخارۂ مسنونہ کے بعد ماہ شوال ۱۳۷۹ھ میں مدرسہ شاہی کے شیخ الحدیث صدر المدرسین اور ناظم تعلیمات بنکر مراد آباد تشریف لے آئے۔ درس بخاری کے علاوہ مسلم شریف، ترمذی شریف اور بیضاوی وغیرہ بھی آپ نے یہاں پڑھائیں۔ آپ جامعہ شاہی کی مجلس شوریٰ کے اہم ارکان میں سے تھے۔ شاہی مسجد میں کلام پاک کا ترجمہ و تفسیر تقریباً ایک گھنٹہ لوجہ اللہ بیان کرتے تھے۔ اکتیس سال تک جامعہ قاسمیہ شاہی سے آپ کا ذمہ دارانہ تعلق رہا۔

(مکاتبت از مولانا موصوف و تذکرہ مشاہیر پورہ ۶۷)

(۵) مولانا نسیم احمد ابن شیخ تسلیم احمد صاحب بجنوری

۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۷۷ھ میں آپ نے مظاہر میں کتب صحاح پڑھیں۔ فراغت کے بعد مدرسہ کاشف العلوم چھٹملپور مدرسہ حیات العلوم مرادآباد، مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں بھی آپ نے درس دیا۔ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں آپ کا تقرر ہوا۔ کئی سال تک آپ یہاں پڑھاتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے مختلف علوم وفنون کی متعدد کتابوں کا درس بڑی عمدگی وکامیابی کے ساتھ دیا۔ موصوف آج کل جامعۃ الہدیٰ مرادآباد کے شیخ الحدیث ہیں۔

(۶) مولانا مفتی ریاض الدین صاحب میرٹھی

۱۴۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں کتب صحاح پڑھیں۔ دوسری مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر صحاح ستہ سے فراغت پاکر ایک سال مظاہر علوم میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کی خدمت میں رہکر افتاء کی مشق کی۔ ۱۴؍ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ میں مدرسہ شاہی کی مسند افتاء وتدریس پر فائز ہوئے۔ یہاں افتاء کے ساتھ ہدایہ آخرین کا سبق بھی آپ سے متعلق تھا۔ ۱۴۰۵ھ تک شاہی میں رہکر میرٹھ منتقل ہوگئے۔ ۲۶؍جنوری ۱۹۹۰ء میں غازی آباد کے فرقہ وارانہ فساد میں جام شہادت نوش کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(ندائے شاہی نمبر صفحہ ۱۸۰)

(۳) فضلاء مظاہر علوم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں مدرسہ فیض عام کانپور میں ندوۃ العلماء کی تشکیل ہوئی جس کا مقصد علوم دینیہ کی ترویج واشاعت، باہمی نزاع اور اختلافات دور کرکے اتحاد واتفاق اور محبت ورواداری کی فضا پیدا کرنا طے پایا۔

اس اولیں مجلس میں یہ حضرات شامل تھے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مولانا حافظ شاہ محمد یٰسین صاحب الہ آبادی، مولانا ثناء اللہ

صاحب امرتسری، مولانا احمد حسن صاحب کانپوری (استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) شاہ سلیمان صاحب پھلواری ـــــ مولانا سید محمد علی مونگیری (فاضل مظاہر علوم سہارنپور) حکیم سید محمد ظہور الاسلام صاحب فتحپوری، حکیم فخر الحسن صاحب گنگوہی، مولانا نور محمد صاحب پنجاب، مولانا عبد الغنی صاحب مئو رشید آبادی، مولانا سید تجمل حسین صاحب دیسنوی بہاری فاضل مظاہر علوم سہارنپور۔

مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری اس مجلس جدید کے اولیں ناظم مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تعلق سے حیات خلیل کے مرتب مولانا سید محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری تحریر فرماتے ہیں ـــ کہ!

آپ جب (مدرسہ جامع العلوم کانپور کے) دستار بندی کے جلسہ میں تشریف لائے اور ندوۃ العلماء کے اس تخیل کو سنا اور دیکھا تو اس تحریک کی آپ نے تائید فرمائی اور دوسرے علماء اور مشائخ کی تائید اور تصویب میں پوری شرکت فرمائی۔

(حیات خلیل ۱۶۶)

اس جلسۂ کانپور کی صدائے بازگشت مولانا خلیل الرحمٰن ابن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے توسط سے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی پہنچی کیونکہ مولانا موصوف ایک طرف اگر ندوۃ العلماء کے ممبر تھے تو دوسری طرف جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے رکن شوریٰ بھی تھے۔

موصوف نے مظاہر علوم سہارنپور کے جلسۂ سالانہ میں جو تین جمادالثانی ۱۳۱۲ھ مطابق دو دسمبر ۱۸۹۴ء یوم یکشنبہ میں منعقد ہوا تھا۔ اجلاس کانپور کے سلسلہ میں ایک تعارفی تقریر کی اور اجلاس میں جو امور طے ہوئے اور جن مقاصد کو سامنے رکھ کر اس کی داغ بیل ڈالی گئی تھی۔ اسکی وضاحت علمائے مظاہر علوم کے سامنے کرتے ہوئے آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ۔

آپ بزرگوں اور حاضرین جلسہ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ صاحب تھوڑا اپنا عزیز وقت دیں کہ میں کچھ حالات جلسۂ جماعت علماء جو کانپور میں شوال ۱۳۱۱ھ کو ہوا۔ بیان کروں۔

اے حضرات! یہ امر کہ اس وقت مسلمانوں کی حالت تنزل دینی و دنیوی اس قابل

ہے کہ اس کی تدبیر کی جاوے۔آپ سب کو تسلیم ہوگا اور مدارس اسلامی و انجمن اسلامی اور جو جلسے ہورہے ہیں۔وہ اس مقصود کو پورا کرنے کیلئے ہیں۔

چنانچہ بعض خیر خواہان اسلام نے ۱۳۱۰ھ میں جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام و جامع العلوم کانپور میں جب کہ اکثر علماء اسلام و مدرسین جمع تھے۔ یہ رائے پیش کی کہ ایک مجلس علماء کی قائم ہوتا کہ اس کی کوشش سے اسلام کی ترقی، تعلیم کی اصلاح۔ رفع نزاعات باہمی علماء اسلام کے ہوتے رہیں۔اور بمنظوری علماء موجودین بناء مجلس قائم ہوکر اس جلسہ کا نام ندوۃ العلماء رکھا گیا۔

بعد اس کے مولوی مشتاق علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامی فیض آباد نے اطراف و جوانب ہند و حرمین شریفین کا سفر کیا۔اور ہر ہر جگہ کے علماء سے ندوۃ العلماء کی ضرورت اور عمدگی پر دستخط کرائے۔

خدا کا شکر ہے کہ ندوۃ العلماء کا پہلا مجمع ۱۳۱۱ھ کے جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کے ساتھ بڑی خوبی سے شہر کانپور میں ہوا جس کے حالات بذریعہ اخبارات یا روداد کے اکثر حضرات کی نظر سے گزرے ہوں گے۔

اس مبارک اسلامی جلسہ میں بہت سے علماء کرام مختلف اضلاع، الٰہ آباد، دہلی، علی گڑھ، پانی پت، بٹالہ، بہار، گلشن آباد، مونگیر، بریلی، پیلی بھیت، حیدرآباد خاص علماء کانپور وغیرہ اور یہ عاجز سہارنپور سے شریک ہوئے۔

اب میری آپ سب صاحبوں سے اپنی اور نیز جلسہ کی طرف سے استدعاء ہے کہ اس اپنے مبارک جلسہ (مظاہر علوم) کی ہمدردی کے ساتھ شریک ہوں، اپنی شرکت سے، اپنی رائے سے مدد فرماویں، شوکت و ترقی اس جلسہ اسلامی کی بڑھائیں۔اور بڑھانے میں کوشش کریں تا کہ آپ کی قوم میں اتفاق وارتباط پیدا ہو۔اور بالاتفاق اپنی اصلاح اور مخالفین کے حملوں کے روکنے کی پوری تدبیر کرسکیں۔اور اپنی قوم کو اتفاق کی قوت سے پھر اسی پہلے جیسے اعلی مرتبہ پر دیکھیں اور دکھاویں۔وما علینا الا البلاغ . و ما توفیقی الا باللہ.

(روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء ۵۷)

ابتدائی مراحل طے ہونے کے بعد ۱۳۱۱ھ میں باقاعدہ طور پر دارالعلوم، ندوۃ العلماء لکھنؤ کا قیام عمل میں آیا۔ اور جن بلند مقاصد کے پیش نظر یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا اس کے حصول کیلئے ندوہ کے موسسین برابر محنت و کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اس کو اپنا مقصد زندگی بنالیا۔ اور اب اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ملک کے دوسرے اداروں کی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی عظمت و رفعت میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا ہے۔

اس کے علماء و فضلاء نے تحریری میدان میں اتنا عمدہ اور بیش قیمت لٹریچر تیار کیا جس کی افادیت و نافعیت سے کسی وقت بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق شائستہ اسلوب اور زبان و بیان کی تمامتر رعنائیوں کے ساتھ بڑی وقیع اور اہم کتابوں کا اضافہ اسلامی کتب خانہ میں فرزندان ندوہ کے ذریعہ ہوا۔

خصوصیت کے ساتھ علم ادب اور عربی زبان پر اس ادارہ نے اپنی پوری توجہات صرف کیں جس کی بناء پر ایک بڑی جماعت عربی ادب میں مہارت رکھنے والی اور جدید عربی میں پورا پورا ذوق رکھنے والی تیار ہوئی۔ اور پھر ان کے قلم سے عالم عرب اور عالم اسلام میں خالص دینی بنیادوں پر وہ سرمایۂ علم منتقل ہوا جس کی وہاں والوں کو سخت ضرورت تھی اور وہ مغربیت کی جادو بیانی اور مستشرقین کی اسلام دشمن تحقیقات کی وجہ سے سخت مخمصہ میں گھرے ہوئے تھے۔ اور نوبت نفس عقیدہ اور نفس اسلام تک جا پہنچی تھی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء اپنی تاریخ کے مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے اور اپنے دائرہ خدمات کو وسیع کرتے ہوئے جب بلند مقام پر پہنچا تو نصرت الٰہیہ اور تائید ربانیہ نے اس کی زمام کا ایک ایسے جلیل القدر عالم دین اور صاحب بصیرت کو سونپ دی جو خود بھی اپنے زہد ورع، تقویٰ، و پرہیز گاری، تعلق مع اللہ اور قلبی سوز و گداز کی وجہ سے ایک بلند مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ میری مراد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ذات مبارکہ سے ہے۔ جن کی شخصیت و عبقریت کا ایک عالم معترف ہے۔

مولانا علی میاں" کے گوناگوں روابط و تعلقات بیک وقت مولانا محمد الیاس صاحب

کاند ہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ بنے رہے۔اور یہ تینوں شخصیتیں مولانا علی میاں کے لئے قلب کی تسکین اور روح کی بالیدگی کا ذریعہ بنی رہیں۔

حضرت کاندھلوی کے وصال کے بعد موصوف نے اپنے تمام تعلقات آخری دو بزرگوں میں سمیٹ دیئے۔اور پھر جب حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا بھی وصال ہوگیا تو حضرت شیخ کی ذات بابرکات ہی ان کے لئے سب کچھ بن گئی اور جو محبت وعقیدت پہلے تین جگہ منقسم تھی وہ سب ایک مرکز پر آ کر جمع ہوگئی۔

اردو کی ایک مثل (کہاوت) مشہور ہے کہ" تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی" اسلئے بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ مودت ومحبت کی یہ تمام گرم بازاری ایک ہی جانب سے ہورہی ہو اور دوسری جانب سے سردمہری اختیار کی جارہی ہو۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کو مولانا علی میاں کی ذات سے جو انس وقرب پیدا ہوا۔اور جو یگانگت وشیفتگی بڑھی۔اس سے دورونزدیک کے سب ہی حضرات واقف ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے وہ مکاتیب جو مولانا علی میاں کے نام لکھے گئے۔اور حضرت اقدس رائے پوری کے وہ ارشادات وفرمودات جو مولانا علی میاں کی شان میں کہے گئے ان سب سے وہ قرب آشکارا ہوتا ہے جو طرفین کو ایک دوسرے سے تھا۔

رہ گیا حضرت شیخؒ کا طرز عمل اور تعلق ومحبت کی بلند وبالا کیفیات، تو اس کو دیکھنے اور سمجھنے والے ہزاروں کی تعداد میں اب بھی موجود ہیں۔

ان حضرات کے سوز دروں گرمیٔ نفس اور دل کی بے چینی وبے قراری سے مولانا علی میاں پورے طور پر فیضیاب بلکہ مالا مال ہوئے۔خاندانی عظمت وشرافت اور نسبی سیادت وامامت سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں!

"مولانا ابوالحسن علی مجموعۂ حسنات بنے"

الحمد اللہ کہ ندوۃ العلماء کے لئے مولانا کا وجود ایک مبارک ہستی، ایک خزینۂ نعمت، اور ایک ذریعۂ رحمت و برکت بنا۔ اب اس مردمؤمن کے دم قدم

سے ندوۃ العلماء کے تمام شعبوں میں ذکر وفکر، حرارت قلب اور احسان و سلوک کی نورانیت وتابانی بہت آسانی کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے۔ وہاں کے بلند مرتبہ حضرات، ذی مرتبت اساتذہ کی اکثریت آج بھی بیعت وارشاد کے سلسلہ میں حضرت مولانا علی میاں اور حضرت شیخ سے وابستہ ہے۔

یہ حضرات اکابر ثلاثہ اسی تعلق ومحبت کی بنیاد پر دینی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے متعدد مرتبہ لکھنؤ تشریف لے گئے اور کئی کئی یوم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی چہار دیواری میں قیام فرمایا چنانچہ تاریخی معلومات کے مطابق حضرت اقدس رائے پوری ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۳ء تک آٹھ سال کے عرصہ میں سات مرتبہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت شیخ کے بھی متعدد اسفار دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں لکھنؤ اور ندوہ کے ہوتے رہے۔

یہاں ماہ رجب ۱۳۶۲ھ میں ان ہر دو حضرات کے ہونے والے ایک دعوتی سفر کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

یہ تبلیغی اجتماع دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہوا تھا اور بہت سے اکابر علماء بھی اس موقعہ پر موجود تھے اس اجتماع کی تفصیلی روداد حضرت مولانا محمد الیاس اور انکی دینی دعوت میں موجود ہے۔

حیات خلیل کے مرتب مولانا سید محمد ثانی حسنی اس اجتماع کے متعلق لکھتے ہیں کہ!

۱۳۶۲ھ میں آپ ایک بڑی جماعت کے ساتھ لکھنؤ تشریف لائے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں کئی دن قیام فرمایا جس سے لکھنؤ کی فضاء دعوت و تبلیغ کی آواز سے گونج اٹھی۔ اور سوتا ہوا شہر صدائے ایمان ویقین سے جاگ اٹھا۔

(حیات خلیل ۱۰۶)

اس جتماع کے موقعہ پر ایک واقعہ جس سے ان حضرات کے ندوہ سے قلبی تعلق کا علم ہوتا ہے یہ پیش آیا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مولانا علی میاں صاحبؒ سے فرمایا کہ مجھے کسی ایسی جگہ لیجاؤ جہاں سے ندوۃ العلماء کا پورا احاطہ اس کا میدان اور درسگاہیں وغیرہ

باسانی ایک نظر میں دیکھی جاسکیں۔ مولانا نے جواباً فرمایا کہ پہلے میں اپنے طور پر کوئی ایسی جگہ متعین کرلوں پھر آکر اطلاع دونگا اور جناب والا کو ساتھ لیکر چلوں گا۔

چنانچہ ایک متعینہ جگہ پر مولانا علی میاں آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر حضرت مدظلہ بڑی الحاح وزاری اور رقت دگریہ سے ندوۃ العلماء کی صیانت وحفاظت، اس کی خدمت دین عند اللہ وعند الناس مقبولیت پر بہت دیر تک دعائیں فرماتے رہے۔

ان ہر دو حضرات نے اس موقعہ پر ندوۃ العلماء کے لئے ایک معائنہ بھی تحریر کیا تھا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے!

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مولانا سید ابوالحسن علی میاں کے اصرار پر بندۂ ناچیز وناکارہ کو بہ سلسلہ تبلیغ نظام الدین اکیس رجب ۶۲ ۱۳ھ کو لکھنؤ حاضری کا اتفاق ہوا۔ یہ وفد جو تقریباً پچاس نفر پر مشتمل تھا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مقیم تھا اسلئے بندہ کو بھی کئی روز تک دارالعلوم میں قیام کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس مسلسل قیام میں دارالعلوم کو بالتفصیل دیکھنے کا موقعہ ملا۔

عالی جناب سید سلیمان ندوی صاحب زادمجدہم بھی اس وفد کی خبر پر پہلے سے تشریف لے آئے تھے۔ اسلئے سید صاحب موصوف کی خدمت میں بھی کئی روز تک حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ سید صاحب موصوف نے بہ نفس نفیس اپنا قیمتی وقت ضائع فرماکر اس ناکارہ کو تفصیل سے دارالعلوم کی سیر کرائی۔

دارالعلوم کے کتب خانہ کو شاہ حلیم عطا صاحب مدفیوضہم نے نہایت تفصیل سے دکھایا اور متعدد کتب نادرہ، مطبوعہ قلمیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

اس سلسلہ میں شعبۂ الاصلاح میں چار مرتبہ حاضری کی نوبت آئی اور منتظمین دارالاصلاح بالخصوص مولوی حبیب الرحمٰن ناظم دارالاصلاح نے (جوایک جوان صالح طالب علم ہیں) مجھے بڑی مستعدی اور اطمینان سے ادارہ کی کتب اخبارات ورسائل وغیرہ کی سیر کرائی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ ادارہ نہایت ہی اہم اور دارالعلوم کا مخصوص وممتاز شعبۂ

ہے۔ اور یقیناً ایسے ادارہ کی مدارس کو ضرورت ہے جس سے طلبہ میں تحریر و تقریر کا ملکہ پیدا ہو ــــــ لیکن مخلصانہ اور خیر خواہانہ ایک بات کی طرف اراکین دار العلوم اور منتظمین ادارہ کی توجہ منعطف کرانا ضروری سمجھتا ہوں اس ناکارہ نے بہت غور سے کتب کی فہرست کو دیکھا، ان کتابوں میں دینیات کا ذخیرہ بہت مغلوب پایا۔ بالخصوص چھوٹے بچوں کی کتابوں (میں) جن میں دینی و اخلاقی کتب کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے۔ دینیات کا ذخیرہ بہت ہی قلیل ہے۔

بچپن کی عمر ایسی منفعل اور اس وقت کی معلومات ایسی نقش علی الحجر ہوتی ہیں کہ اخیر تک ان تاثرات کا حصہ باقی رہتا ہے۔ ایسے اوقات میں طلبہ پر بالخصوص نوعمروں پر دینی اور اخلاقی اثرات کا پیدا کرنا، اور اس کے اسباب بیان کرنا، اور اس کے خلاف تاثرات سے روکنا، اس ناکارہ کے ناقص خیال میں اکابرین کا اہم ترین فریضہ ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔

اسی طرح اپنے عزیز احباب طلبہ سے یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ عربی دار العلوم کے طلبہ ہیں۔ کسی انگریزی اسکول کے طلبہ نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں لباس وضع قطع طرز معاشرت حتی الوسع ایسی ہو کہ جو اہل علم و علماء کی شایان شان ہو اہم اور ضروری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آج متمدن اور متمول دنیا میں یہ معاشرت حقارت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن میرے دوستو! غیروں کی تحقیر سے اسلاف و اکابر کا طریقہ چھوڑنا کوئی جوہر اور خوبی نہیں۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

اہل اللہ کی روشنی، ان کا اسوہ مستقل طور پر شدت اور اہتمام سے پکڑنے کی سعی کرنا ضروری ہے۔ اور یہ اہتمام کی چیز ہے نہ کہ چھوڑنے کی۔

جہاں تک ہمیں سید صاحب موصوف اور دیگر اساتذہ کے ارشادات سننے کا موقعہ ملا۔ یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی کہ یہ حضرات خود ہی ان امور کی طرف

نہایت اہتمام سے متوجہ ہیں۔حق تعالیٰ شانہ وعم نوالہ کی کریم ورحیم ذات سے قوی امید اور دعا ہے کہ ان حضرات کی مساعی مشکور ہو۔اور دارالعلوم حقیقی معنی میں دارالعلوم النبویہ بن جائے وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔والسلام

محمد زکریا الکاندھلوی　　　محمد الیاس

جامعہ مظاہر علوم کے علماء وفضلاء کا ندوۃ العلماء سے جو تعلق وربط پہلے سے قائم ہے اور اسکی تاسیس میں جو گہرا حصہ ابناء مظاہر علوم کا رہا ہے اسکے پیش نظر حقیقت یہ ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور۔ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے مشفق باپ کی اور ندوۃ العلماء اس کے لئے ایک سعادت مند بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے۔لیکن حقیقت بالائے حقیقت جس کے اعتراف واظہار میں ذرہ برابر تامل نہ کرنا چاہئے۔یہ ہے کہ اپنے دوررس اثرات ونتائج اور اپنی وسیع تر خدمات کی بناء پر بیٹا باپ سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اور تاریخ میں ایسا بارہا ہوا ہے کہ بیٹے کی بلند وبالا شخصیت کی وجہ سے جلیل القدر باپ کی عظمت ونیک نامی میں مزید اضافہ ہوا۔

خدا کرے یہ سعادت مند بیٹا نظر بد سے محفوظ رہ کر اپنی شرافت ونجابت اور اپنی علمی ودینی صلاحیتوں میں ہر روز اضافہ کرتا رہے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے جو فارغین حضرات دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچے ان کے حالات اور خدمات کا مختصر جائزہ یہ ہے۔

(۱) مولانا محمد علی ابن مولانا سید عبدالعلی صاحب مونگیری

۱۲۹۳ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور تشریف لاکر اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے حدیث پڑھی ـــــ روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث سہارنپوری کے یہاں اس سال حدیث کی یہ کتابیں تھیں ـــــ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام محمد، مشکوۃ شریف، جامع الصغیر، تیسیر الوصول۔

تکمیل علوم کے بعد آپ نے مختلف میدانوں میں دینی اور اصلاحی خدمات انجام دیں۔نیز اپنی مستحکم اور وقیع تصنیفات وتالیفات کے ذریعہ قادیانیت اور عیسائیت پر بھرپور کاری ضرب

لگائی تحریک ندوۃ العلماء کے بانی وموسس بنکر اٹھے اور اس سلسلہ کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ سیرت مولانا محمد علی مونگیری میں آپ کی تمامی خدمات کا ریکارڈ موجود ہے۔

(۲) مولانا مفتی عبداللہ ابن صابر علی صاحب ٹونکی

مدرسہ مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ یہاں آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے حدیث پڑھی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں آپ کا تقرر ۱۳۲۳ھ میں ہوا یہاں آپ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے حدیث وفقہ کی مختلف اور متعدد کتابوں کا درس دیا۔

(۳) مولانا حافظ سید تجمل حسین ابن میر صابر حسین بہاری

۱۲۹۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کا داخلہ ہوا۔ آپ نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی سے بیضاوی، جلالین اور محدث سہارنپوری سے بخاری، مسلم شریف پڑھی ہے۔

محدث سہارنپوری نے آپ کو سند فراغ بھی مرحمت فرمائی۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب سے آپ کو روحانی تعلق تھا۔ ان کی جانب سے اجازت بیعت بھی حاصل تھی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے آپ کا گہرا خصوصی تعلق رہا۔ ندوہ کا اولیں اجلاس جو مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا اس میں آپ بھی موجود تھے۔ ندوہ کی تعمیرات کے نگراں اور وہاں کے اتالیق بھی بنائے گئے۔

(۴) مولانا عبدالستار ابن حاجی عبدالرشید صاحب اعظمی

۱۳۴۷ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور دوسرے سال ۱۳۴۸ھ میں آپ نے صحاح ستہ پڑھا اسکے بعد مختلف اداروں اور جامعات سے وابستہ رہکر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ ۱۳۹۰ھ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے آپ کو طلب فرمالیا اور آپ ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث بنادیئے گئے۔ اور صحیح بخاری شریف، کے ساتھ صحاح کی دیگر کتب

صحیح مسلم شریف، ابوداؤد شریف بھی آپ کے زیر درس رہیں۔
اس طویل عرصہ میں سیکڑوں طلبہ نے آپ سے حدیث شریف پڑھکر سند فراغ حاصل کی۔

(۵) مولانا صدیق احمد ابن جناب سید احمد صاحب ہتورا باندہ

ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کر کے ۱۳۵۹ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ ۱۳۶۳ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں دورۂ حدیث پڑھا۔
تکمیل علوم کے بعد آپ نے تبلیغی، دعوتی، اور تصنیفی لائنوں میں دینی خدمات انجام دیں بہت سے مدارس و مکاتب قائم کئے۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے آپ مسترشد خاص اور ان ہی کے آپ خلیفہ و مجاز ——— ہیں۔ انیس جمادی الاولی ۱۳۸۷ھ مطابق ستائیس اگست ۱۹۶۷ء میں آپ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن انتظامیہ (ممبر مجلس شوریٰ) منتخب ہوئے۔

(۶) مولانا سید محمد مرتضی ابن سید محمد مصطفیٰ صاحب بستوی

مدرسہ ہدایت العلوم موضع کرہی ضلع بستی میں مولانا ہدایت علی صاحب مظاہری اور مولانا محمد فاروق احمد صاحب مظاہری سے ابتدائی تعلیم فارسی کی پہلی سے لیکر شرح وقایہ، شرح جامی، اصول الشاشی وغیرہ تک حاصل کی۔
۱۳۶۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مختصر المعانی، ہدایہ اولین، سلم العلوم، نور الانوار رشیدیہ کی جماعت میں شامل ہوئے۔
مظاہر علوم سے فراغت پا کر آپ چند ماہ وطن رہے پھر جنوری ۱۹۴۶ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاذ بنائے گئے۔ ستمبر ۱۹۵۰ء تک آپ یہاں مختلف کتابوں کا درس دیتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں آپ کتب خانہ ندوۃ العلماء میں منتقل ہو کر ناظم کتب خانہ بنا دیئے گئے۔ بیعت و ارشاد کا تعلق حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری سے تھا جو دورۂ حدیث کے ابتدائی سال میں مظاہر علوم میں قائم ہو گیا تھا۔

(۷) مولانا سید محمد ثانی ابن جناب سید رشید احمد صاحب حسنی لکھنؤ

شوال ۱۳۶۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیکر صحاح ستہ پڑھکر تعلیم کی تکمیل کی۔ شعبان ۱۳۶۳ھ آپ کی فراغت کا سال ہے۔

اپنی پوری حیات میں آپ مستقل طور پر علمی مشغلہ اور تصنیف و تالیف میں لگے رہے ایک درجن سے زائد کتابیں آپ نے لکھیں جن میں حیات خلیل، سوانح مولانا محمد یوسف صاحب وغیرہ مشہور و معروف ہیں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے آپ کا انتظامی تعلق تھا آپ اسکی مجلس انتظامیہ کے اہم ارکان میں سے تھے۔

(۸) مولانا تقی الدین ابن جناب بدرالدین صاحب اعظمی

شوال ۱۳۶۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر شرح جامی، نورالانوار، شرح وقایہ، مقامات حریری پڑھی دوسرے سال ہدایہ اولین، جلالین، سلم العلوم، مشکوٰۃ شریف کی جماعت میں داخلہ لیکر ان کتب کی تکمیل کی۔

دو سال مظاہر علوم میں پڑھنے کے بعد اپنے اعزہ کے اصرار پر آپ لکھنؤ آگئے اور ندوۃ العلماء میں داخلہ لیکر تمام نصاب مع دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اس زمانہ میں حدیث کی اکثر کتابیں حضرت مولانا شاہ حلیم صاحب علیہ الرحمہ پڑھایا کرتے تھے۔

شوال ۱۳۷۹ھ مین آپ نے دوسری مرتبہ پھر مظاہر علوم میں داخلہ لیکر بخاری شریف حضرت شیخؒ سے، ترمذی و موطا امام مالک حضرت مولانا امیر احمد صاحب سے، طحاوی ابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے، مسلم شریف و موطا امام محمد حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھی۔ مظاہر علوم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں آپ نے مشکوٰۃ شریف، ترمذی، موطا امام مالک، ترجمہ قرآن کریم ابوداؤد شریف کا درس دیا۔ بخاری شریف کی کتاب العلم اور کتاب الایمان بھی آپ نے یہاں پڑھائی۔ بیعت و سلوک کے سلسلہ میں آپ حضرت شیخؒ سے وابستہ ہیں۔

(۹) مولانا عبید اللہ ابن رحیم اللہ صاحب سیوانی

دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم کا بیشتر حصہ مکمل کیا۔ عالمیت اور فضیلت کی سند بھی یہیں سے حاصل کی۔ ۹۲/۹۳-۱۳۹۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آکر دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ اور اساتذہ حدیث سے استفادہ کیا۔ مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب، مولانا الحاج محمد یونس صاحب، مولانا الحاج محمد عاقل صاحب، مولانا الحاج مفتی محمد یحیٰ صاحب کی خصوصی شفقتوں، محبتوں اور عنایتوں نے آپ کی علمی استعدد کو جلا بخشی۔

دس شوال المکرّم ۱۳۹۴ھ میں آپ ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث بنائے گئے ندوۃ العلماء میں آپ نور الایضاح، قدوری، ریاض الصالحین، مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر اور ترمذی شریف کا درس دے چکے ہیں۔ کثیر تعداد میں طلبا نے آپ سے علمی تربیت حاصل کی اور حدیث شریف پڑھی۔

آپ کا مطالعہ وسیع ہے۔ علمی ذوق بھی خوب رکھتے ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ نے اپنے قلم سے بہت کچھ لکھا ہے جن کی افادیت ونافعیت مطالعہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔

آپ روحانی سلسلہ میں حضرت شیخؒ سے وابستہ لوران ہی سے بیعت ہیں۔

موصوف آج کل غالباً (امارات شرعیہ) میں مقیم ہیں۔

(۱۰) مولانا محمد ہارون ابن قاضی منظور احمد صاحب اندوری

ابتدائی تعلیم گھر پر رہکر حاصل کی پھر ۱۳۷۸ھ میں ندوۃ العلماء میں تعلیمی مسائل کا آغاز کیا ۱۳۸۵ھ میں عالمیت اور ۱۳۸۷ھ میں فضیلت کی سند حاصل کر کے ۱۳۸۸ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ دار الافتاء مظاہر علوم میں بھی ایک سال تک مشق افتاء کی۔ تکمیل علوم کے بعد علمی ودینی مشغلہ اختیار کرتے ہوئے اپنے آبائی وطن اندور میں ایک مدرسہ ''مدرسۃ الفلاح'' کے نام سے قائم کیا۔ جولائی ۱۹۷۴ء مطابق ماہ شوال المکرّم ۱۳۹۴ھ میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی تجویز پر آپ دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ

اور شعبۂ مخطوطات کے ناظم مقرر ہوئے۔ مگر والد صاحب مرحوم کی علالت اور وفات کی وجہ سے درمیان میں چند ماہ کا تعطل رہا۔ یکم اگست ۱۹۷۵ء سے مستقل لکھنؤ آکر کتب خانہ ندوۃ العلماء میں معاون ناظم کتب خانہ اور ناظم شعبۂ مخطوطات کی حیثیت سے باقاعدہ کام شروع کیا مولانا موصوف آج کل وہاں کے مخطوطات ونوادرات پر تحقیقی وتاریخی کام کر رہے ہیں جو انشاء اللہ مکمل ہونے پر ایک مفید علمی وتاریخی خدمت ہوگی۔

درس و تدریس کے زمانے میں آپ نے مختارات، قدوری، ریاض الصالحین، رحمۃ اللعالمین وغیرہ کتابوں کا درس دیا ہے۔

بیعت وارشاد کے سلسلہ میں آپ حضرت شیخؒ سے وابستہ اور ان سے بیعت ہیں۔

(۱۱) مولانا محمد مبین صاحب دیوریاوی

والد ماجد کا نام شہاب الدین ہے یکم جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ کی پیدائش موضع بیض پور دیوریہ گونڈا میں ہوئی ابتدائی تعلیم کتب متوسطہ تک جامعہ نور العلوم بہرائچ میں حاصل کر کے ۱۳۹۵ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے صحیحین اور مؤطا امام مالک مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد شریف اور مؤطا امام محمد مولانا محمد عاقل صاحب سے، نسائی وابن ماجہ مولانا مفتی عبد العزیز صاحب سے ترمذی وشمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے، طحاوی مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب سے پڑھی ہے۔

فراغت علوم کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں درجۂ فارسی وعربی کے استاذ بن کر شرح جامی وغیرہ تک تعلیم دی بعد ازاں ۱۴۰۲ھ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے شعبۂ قرأت میں استاذ تجوید وقرأت بنا دیئے گئے تادم تحریر آپ اسی ادارے میں درسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے آپ کا روحانی تعلق وانتساب ہے۔

(۱۲) مولانا فضل الرحمٰن صاحب گونڈوی

والد ماجد کا نام آس محمد ہے ۱۹۵۳ء میں آپ کی پیدائش موضع پچھی نگر صابر پور ضلع گونڈا میں ہوئی ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کر کے دار العلوم ندوۃ العلماء میں حفظ قرآن کریم سے

لیکر درجۂ ششم عربی تک پڑھکر ۱۳۹۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر جلالین شریف مشکوٰۃ شریف سے اپنی تعلیم کا آغاز کرتے ہوئے۔ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ موصوف نے صحیحین مع مؤطا امام مالک مولانا محمد یونس صاحب سے ابو داؤد مولانا محمد عاقل صاحب سے نسائی وطحاوی مولانا محمد یحیٰ صاحب سے ترمذی وشمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے پڑھی ہے۔ درس المسلسلات میں آپ کو حضرت شیخ سے نسبت تلمذ حاصل ہے۔

موصوف جامعہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شعبۂ حفظ سے وابستہ ہوئے اور تادم تحریر اسی ادارے میں خدمت کلام اللہ پاک میں مصروف ہیں آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے ہے۔

(۱۳) مولانا محمد اسلم صاحب لکھنوی

آپ کے والد کا نام محمد زاہد حسین ہے۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۴ء میں موصوف کی پیدائش محلہ دریائی ٹولہ لکھنؤ میں ہوئی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں شرح جامی کی جماعت میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا چھ سالہ تعلیمی نصاب اسی ادارے میں پڑھکر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا آپ نے بخاری شریف کا ابتدائی سبق حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے پڑھکر باقی کتاب مع مسلم شریف مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد شریف مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے طحاوی مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے اور نسائی مع مؤطا امام مالک مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب سے پڑھی ہے۔

دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں مشق افتاء کی بعد ازاں دو سال دارالعلوم دیوبند میں مزید دورۂ حدیث اور مشق افتاء کر کے ۱۴۰۵ھ میں جامع العلوم پٹکا پور کانپور میں تقریباً دو سال درس وتدریس میں مشغول رہنے کے بعد ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وابستہ ہوئے اور الحمدللہ کہ تادم تحریر یہ وابستگی خوش اسلوبی کے ساتھ قائم ہے

موصوف آجکل اس ادارۂ علمیہ میں مشکوٰۃ شریف ہدایہ اول شرح وقایہ قطر الندیٰ اور اصول الشاشی وغیرہ پڑھا رہے ہیں۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ کا روحانی تعلق حضرت شیخؒ سے قائم ہوگیا تھا ان کی وفات پر مولانا قاری صدیق احمد صاحب اور پھر حضرت مولانا علی میاںؒ سے روحانی رشتہ استوار کیا۔

(۱۴) مولانا مفتی محمد زید صاحب کانپوری

آپکے والد ماجد کا نام مختار احمد ہے قصبہ امرودھا ضلع کانپور آپ کا جائے پیدائش ہے ۱۴۰۱ھ میں مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کے حکم پر جامعہ عربیہ ہتھورہ میں سلسلۂ درس جاری کیا سالہا سال تک وہاں تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد آٹھ رجب ۱۴۲۱ھ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کا تقرر بحیثیت استاذ تفسیر وحدیث کیا گیا آجکل موصوف اس ادارۂ علمیہ میں درج ذیل کتابیں پڑھا رہے ہیں مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، مؤطا، بیضاوی، ہدایہ جلد ثانی، اصول بزدوی، علم اصول الفقہ اس سلسلہ تعلیم وتعلم کی بناء پر آپ کا مستقل قیام لکھنؤ میں ہوگیا ہے۔

(۱۵) مولانا قاری محمد ریاض صاحب اناؤ

۸/ اگست ۱۹۶۶ء میں آپ کی پیدائش محلّہ چاہ میراں بانگرمؤ ضلع اناؤ یوپی میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ رحمانیہ بانگرمؤ میں حاصل کرکے اور موقوف علیہ جامعہ عربیہ ہتھورا میں پڑھکر دورۂ حدیث شریف کیلئے ماہ شوال ۱۴۰۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ شعبان ۱۴۰۸ھ میں آپ کی فراغت ہے۔

موصوف نے صحیحین مع مؤطا امام مالک مولانا محمد یونس صاحب سے ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے نسائی ابوداؤد، ابن ماجہ مولانا محمد عاقل صاحب سے طحاوی مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھکر دارالعلوم وقف دیوبند کے شعبۂ تخصص فی الفقہ میں ایک سال کیلئے داخلہ لیا ۱۴۰۹ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ پہونچ گئے اور وہاں کے شعبۂ قرأت وتجوید کے استاذ بنادیئے گئے آجکل موصوف روایت حفص قرأت سبعہ متواترہ اور قراءات عشرہ طلباء

ندوہ کو پڑھا رہے ہیں اس پورے شعبے کے رئیس اور صدر بھی آپ متعین و نامزد ہیں حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی آپ کے شیخ و مرشد تھے جماعت تبلیغ سے بھی عملی تعلق رکھتے ہیں نیز قراءات سبعہ پر تصنیف کتب کا سلسلہ جاری ہے۔

(۴) فضلائے مظاہر علوم بیت العلوم سرائے میر میں

۱۳۴۹ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری نے رکھی۔ اور پورے اخلاص و تندہی کے ساتھ اس کو پروان چڑھایا، یہ مدرسہ قصبہ سرائے میر میں عید گاہ کے قریب واقع ہے۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اس کے سرپرست تھے۔ آپ نے ہی اس کا نام بیت العلوم رکھا۔ اور فرمایا کہ سرائے کی مناسبت سے اس کا نام بیت العلوم یا دار العلوم رکھنا چاہتا ہوں، لیکن بیت العلوم میں چونکہ انکسار زیادہ ہے اسلئے اس کا نام بیت العلوم رکھتا ہوں، ''ہر کجا پستی است آب آنجا رود'' اللہ تعالیٰ اس کو دار العلوم بنا دیں۔

اس مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیم و تربیت کے اعتبار سے یہ اپنے علاقہ کا ایک ممتاز مدرسہ ہے۔

۱۳۶۶ھ سے اپنی وفات تک اس مدرسہ کے ذمہ دار اعلیٰ، حضرت مولانا سجاد صاحب جونپوری فاضل مظاہر علوم سہارنپور رہے۔ آپ حضرت شیخؒ کے ممتاز و نمایاں خلفاء میں سے تھے۔ چنانچہ آپ کی للٰہیت خلوص و اخلاص کے نمایاں اثرات بیت العلوم میں ہمہ وقت مشاہدہ کئے جاتے تھے۔ آج کل یہ مدرسہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب کی زیر سرپرستی اور مولانا مفتی عبد اللہ صاحب پھولپوری کے زیر انتظام ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے جو حضرات فارغ ہو کر بیت العلوم سرائے میر پہنچے۔ اور وہاں انہوں نے مختلف طریقوں سے علمی اور انتظامی خدمات انجام دیں۔ ان کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔ اس تذکرہ میں جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے وہ ان حضرات کے مظاہر علوم سے سنین فراغت کے اعتبار سے ہے۔

(۱) مولانا عبد القوی ابن شاہ حبیب اللہ صاحب منڈیاروی

مدرسۃ الاصلاح سرائمیر مسجد اٹالہ شہر جونپور میں مشکوٰۃ جلالین تک پڑھکر شوال ۱۳۳۵ھ

میں دورۂ حدیث کی تحصیل کی غرض سے دیوبند کا سفر کیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حضرت اقدس شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ مالٹا میں اسیر ہیں۔ اسلئے وہاں سے سہارنپور چلے آئے اور مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر صحاح ستہ کی تکمیل کی۔ مظاہر علوم سے فراغت شعبان ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ صحاح کے ساتھ آپ نے بیضاوی، موطا امام مالک و امام محمد، نخبۃ الفکر، شرح عقائد نسفی، خیالی، سراجی بھی پڑھی ہے۔

مولانا موصوف مدرسہ بیت العلوم کی ابتداء تاسیس سے ہی اسکی مجلس عاملہ کے رکن منتخب کر لئے گئے تھے اور تاحیات یہ عہدہ آپ کے پاس رہا۔

انتقال سے آٹھ سال پہلے بواسیر کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے۔ صاحبزادگان نے بارہا آپریشن کرانے کی درخواست کی۔ لیکن نماز قضا ہو جانے کے ڈر سے کبھی اس کیلئے تیار نہیں ہوئے طبیعت میں احتیاط بہت زیادہ تھی۔ اسلئے دوران مرض ہمیشہ پنج وقتہ نماز کے لئے تازہ غسل کرتے تھے۔ بالآخر آٹھ نومبر ۱۹۶۷ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

(۲) مولانا محمد خاں صاحب چھتے پوری

چھتے پور موضع بکھرا سے جانب مشرق تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے وہی آپ کا پیدائشی وطن ہے اس علاقہ کے مشہور عالم و شیخ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب بکھراوی سے عربی و فارسی کی تحصیل کی اور محنت و جانفشانی سے چند سال میں مختصر المعانی، شرح جامی، اور شرح وقایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ نے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کی خدمت میں رہ کر مشکوٰۃ و جلالین وغیرہ پڑھیں۔ یہاں کے زمانۂ قیام میں آپ ہروقت مطالعہ اور کتب بینی میں مستغرق رہتے تھے۔

۱۳۴۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ کتب صحاح کے ساتھ آپ نے موطا امام محمد، موطا امام مالک، بیضاوی، تفسیر مدارک، شاطبی، تیسیر الوصول بھی پڑھی ہے۔ فراغت کے بعد اپنے کاروباری سلسلہ میں برما چلے گئے۔ ۱۳۴۹ھ

میں جب حضرت پھولپوری نے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کی بنیاد رکھی تو آپ کو مدرسہ میں بلالیا۔ آپ نے مدرسہ کی تعمیر وترقی میں بڑی خدمات انجام دیں۔ دن میں طلبہ کو اسباق پڑھاتے، اور رات میں مدرسہ کی تنظیم وترقی کے سلسلہ میں قرب وجوار کی بستیوں کا دورہ کرتے۔ اس طرح آپ نے شبانہ روز کی محنت سے بیت العلوم کو پروان چڑھایا۔ آخر میں اپنی نجی ضرورتوں کی وجہ سے مجبور ہو کر مدرسہ سے الگ ہو کر گھر چلے آئے۔ ۱۳۵۳ھ میں وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۳) مولانا الحاج محمد کبیر ابن حاجی بشیر صاحب بکھراوی

والد ماجد اپنے دیار کے بااثر علماء میں تھے۔ مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن بکھراوی سے حاصل کی۔ جب مولانا بکھراوی علالت کی وجہ سے پڑھانے سے معذور ہو گئے تو یہ وہاں سے حضرت پھولپوری کے یہاں آگئے۔ اور حضرت پھولپوری سے نصاب کی اکثر کتابیں پڑھکر سہارنپور چلے آئے اور مظاہر علوم میں بقیہ نصاب کی کتابیں پڑھکر غالباً ۱۳۴۷ھ میں فارغ ہوئے۔

تحصیل علوم کے بعد تھانہ بھون حاضر ہو کر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور پھر وطن مالوف کی طرف مراجعت کی۔

حضرت پھولپوری سے آپ کو بڑا خاص تعلق تھا۔ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے قیام کے سلسلہ میں حضرت مولانا کے دست راست تھے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ پھولپور تشریف لانے کا معمول تھا جس میں آخر وقت تک فرق نہیں آنے دیا۔

۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں بمرض طاعون آپ کا وصال ہوا۔

(تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ۳۰۲)

(۴) مولانا سجاد احمد صاحب جونپوری

ابتدائی کتب متوسطات تک مدرسین عین العلوم ٹانڈہ فیض آباد میں پڑھیں۔ شوال ۱۳۵۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور چلے آئے یہاں میبذی، ملا حسن، مقامات، ہدایہ

ثالث سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

تکمیل علوم کے بعد ۱۳۵۹ھ میں آپ مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی ضلع مرادآباد میں رئیس الاساتذہ بنادیئے گئے۔ ۱۳۶۲ھ میں قصبہ دوست پور ضلع سلطانپور میں مدرسہ دعوۃ الحق کی بنیاد ڈالی جس میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ مولانا نے خود بہ نفس نفیس مشکوٰۃ کا درس دیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری کے ارشاد پر ۱۳۶۶ھ آپ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر تشریف لے آئے۔ اور پھر اپنی بقیہ عمر اسی ادارہ میں گزار دی۔ چنانچہ وعظ و نصیحت اور دارالافتاء کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اونچی کتابوں کا درس بھی دیتے رہے صحاح ستہ کی بیشتر کتابیں متعدد مرتبہ پڑھائیں۔ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ میں حضرت شیخؒ نے آپ کو اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔

اعظم گڑھ سرائے میر اور اس کے نواح و اطراف آپ کے علمی دینی اور روحانی ثمرات و اثرات سے مالا مال اور بھرپور ہیں۔ شب یکشنبہ ۱۴ر شعبان ۱۴۰۵ھ (۵ر مئی ۱۹۸۵ء) میں آپ کا وصال ہوا حسب وصیت نماز جنازہ آپ کے بڑے فرزند مولانا علی عباد صاحب استاذ حدیث مدرسہ مطلع العلوم بنارس نے پڑھائی۔

(۵) مولانا ابوطلحہ بن جناب ہاشم صاحب اعظمی

ابتدائی تعلیم قرآن پاک اور اردو اپنے والد صاحب سے حاصل کر کے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں فارسی و عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیا۔ یہاں گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی سے لیکر مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۸۱ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر حدیث کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں۔ آپ نے بخاری شریف حضرت شیخؒ سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خاں صاحب سے۔ ترمذی طحاوی، نسائی مولانا امیر احمد صاحب سے پڑھی ہے۔

تعلیم مکمل ہونے کے بعد مختلف مدارس سے تعلق قائم کر کے وہاں علمی، دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں آپ چھ سال رہے وہاں فارسی و عربی کی مختلف

کتابوں کا درس دیا۔آج کل مدرسہ جمال القرآن بمبئی ۳ میں رہ کر مختلف دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

بیعت وارشاد کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری سے تھا۔انکے وصال کے بعد حضرت شیخؒ سے وابستہ ہوگئے۔

(۶) مولانا محفوظ الرحمٰن ابن عبدالجلیل صاحب سلطانپوری

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ موضع بتھرہ ضلع سلطان پور میں حاصل کی۔ ۱۳۸۴ھ میں آپ نے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیکر کافیہ، قدوری، نفحۃ الیمن سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔مشکوٰۃ وجلالین اور شرح عقائد تک یہیں پڑھکر ۱۳۸۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر کتب صحاح کی جماعت میں داخل ہوئے۔مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۹۰ھ میں ہوئی۔

فراغت کے بعد آپ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے لئے منتخب کئے گے۔اولاً کچھ ماہ شعبۂ مالیات کی خدمات انجام دیں پھر استاذ بنائے گئے مختلف اسباق آپ کو سونپے گئے۔

(۷) مولانا فیروز احمد ابن فدا احمد صاحب اعظمی

آپ کی پیدائش ۱۹۴۷ء میں مونڈیار ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی ابتدائی تعلیم مدرسہ بیت العلوم میں ہوئی، مشکوٰۃ، جلالین شریف تک یہیں پڑھا۔آپ نے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا سجاد احمد صاحب سے اور جلالین مولانا عبدالقیوم صاحب اعظمی سے پڑھی ہے۔

۱۳۹۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔آپ نے بخاری وطحاوی شریف مولانا محمد یونس صاحب سے، مسلم ابوداؤد مولانا محمد عاقل صاحب سے، ترمذی مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب سے، نسائی، ابن ماجہ مولانا الحاج مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھی ہے۔

تکمیل علوم کے بعد آپ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں بلالئے گئے۔اور شعبۂ قرآن مجید

حفظ میں آپ کا تقرر ہوا۔ بیعت وارشاد کے سلسلہ میں آپ کی وابستگی حضرت شیخؒ سے ہے۔

(۸) مولانا عبدالحفیظ ابن جناب عبدالعزیز صاحب اعظمی

ظن غالب کے مطابق آپ کا سنہ پیدائش تقریباً ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء ہے۔ آپ کی تعلیم کا آغاز مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں ہوا۔ یہاں آپ نے مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۹۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر صحاح ستہ پڑھی، مظاہر علوم سے آپ کی فراغت شعبان ۱۳۹۳ھ میں ہوئی۔

آپ نے بخاری وطحاوی شریف مولانا یونس صاحب سے، ترمذی مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب سے، ابوداؤد، مسلم مولانا عاقل صاحب سے، نسائی، ابن ماجہ مولانا الحاج مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھی۔

۱۳۹۴ھ میں آپ نے اسی جامعہ میں داخلہ لیکر فنون کی یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی، رسم المفتی، ہدایہ ثالث، متنبی، درمختار، حماسہ، مدارک، عروض المفتاح۔

فراغت کے بعد آپ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں استاذ منتخب ہوئے اور اب تک وہیں مختلف کتابوں کا درس دے رہے ہیں۔

روحانی سلسلہ میں آپ حضرت شیخؒ سے وابستہ ہیں۔

(۹) مولانا نعیم اللہ ابن عبدالعزیز صاحب اعظمی

۱۹۴۷ء (۱۳۶۶ھ) میں آپ کی پیدائش ہے۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر حاصل کرکے ۱۹۶۰ء میں بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیکر حفظ کلام پاک کرنے کے بعد درجہ فارسی و عربی سے لیکر مشکوٰۃ شریف تک یہاں تعلیم پائی۔ بعدازاں جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کی جماعت میں داخلہ لیکر ۱۳۹۳ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ آپ نے بخاری وطحاوی مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد و مسلم وموطا امام محمد مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی وموطا امام مالک مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے نسائی اور ابن ماجہ مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے

پڑھی ہے۔ تکمیل علوم کے بعد بیت العلوم سرائے میر کے شعبۂ حفظ سے وابستہ ہوکر بتیس سال مسلسل خدمت کلام پاک میں مصروف رہے۔ سینکڑوں بچوں کو حافظ قرآن بنایا۔ اب کچھ عرصہ سے اسی ادارہ میں شعبۂ پرائمری وغیرہ میں استاذ ہیں۔ آپ اولاً حضرت شیخؒ سے ثانیاً مولانا محمد سجاد صاحب سے بیعت ہوئے۔ اب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب سے روحانی سلسلہ میں وابستہ ہیں۔

(۱۰) مولانا عبدالرشید ابن مولانا ولی محمد صاحب سلطانپوری

موضع رہایت پور ضلع سلطانپور آپ کا وطن ہے۔ اندازہ کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔ شوال ۱۳۸۰ھ میں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک اور تعلیم الاسلام وغیرہ سے کیا۔ ابتدائی فارسی عربی سے لیکر مشکوٰۃ، مقدمہ مشکوٰۃ نخبۃ الفکر، فقہ اکبر، ہدایہ ثانی وثالث وغیرہ تک جملہ کتابیں بیت العلوم کے مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ شوال ۱۳۹۴ھ میں آپ مظاہر علوم سہارنپور چلے آئے۔ یہاں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے شعبان ۱۳۹۵ھ میں فارغ ہوئے۔

آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف، اور موطا امام محمد مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد مولانا عاقل صاحب سے، ترمذی، شمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے، طحاوی نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے اور مسلسلات حضرت شیخؒ سے پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد آپ شوال ۱۳۹۵ھ میں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے استاذ عربی و فارسی بنائے گئے، شرح جامی، اصول الشاشی، نورالانوار وغیرہ کتابوں کا درس آپ کے لئے تجویز ہوا، تادم تحریر آپ اسی مدرسہ سے وابستہ ہیں۔

(۱۱) مولانا بخشش احمد بن جناب عظیم اللہ صاحب سلطانپوری

ماہ رجب ۱۳۷۱ھ میں آپ کی پیدائش مصورن ضلع سلطانپور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ

نورالعلوم مصورن اور مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ضلع جونپور میں حاصل کی۔ شوال ۱۳۹۳ھ میں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے مختصر المعانی، ہدایہ شرح عقائد نسفی، سلم العلوم، ہدایۃ الحکمۃ، بیضاوی، جلالین، مشکوٰۃ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ماہ شوال ۱۳۹۵ھ میں آپ مظاہر علوم چلے آئے اور یہاں داخلہ لیکر دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ شعبان ۱۳۹۶ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سے تکمیل حدیث کی۔

آپ نے بخاری شریف نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد، مسلم موطا امام محمد مولانا عاقل صاحب سے، ترمذی شمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے، طحاوی مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے ——— اور ——— مسلسلات حضرت شیخ سے پڑھی۔ دورۂ حدیث میں آپ کے خصوصی رفقا یہ حضرات تھے۔ مولانا ملک عبدالوحید پسر ملک عبدالحق صاحب مکہ مکرمہ استاذ تفسیر دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ مولانا عبدالعظیم صاحب (فرزند حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب) جونپوری مولانا کبیر الدین فاران مدرسہ قادریہ مسروالہ ہماچل پردیش۔ مولانا محمد ظہیر پسر مولانا عبدالصمد صاحب بستوی،

تکمیل علوم کے بعد آپ شوال ۱۳۹۶ھ میں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں درجہ حفظ کے استاذ بنا دیئے گئے ۱۴۰۱ھ میں استاذ عربی منتخب ہوئے تادم تحریر آپ کے یہاں مختصر المعانی، شرح جامی اور ہدایہ رابع کے اسباق ہیں۔ بیعت و ارشاد کے سلسلہ میں آپ حضرت شیخؒ سے وابستہ ہیں۔

(۱۲) مولانا عبدالظاہر ابن حاجی عبدالقدوس صاحب اعظمی

۱۹۵۵ء میں بمقام کوٹیلہ ضلع اعظم گڑھ آپ کی ولادت ہوئی حفظ کلام اللہ سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک بیت العلوم سرائے میر میں پڑھکر شوال ۱۳۹۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لئے داخل ہوئے شعبان ۱۲۹۵ھ میں آپ کی فراغت ہے۔

آپنے مسلسلات حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سے پڑھی ہے۔ صحاح ستہ

میں آپ نے بخاری و مسلم وموطا امام محمد مولانا محمد یونس صاحب سے، ابوداؤد مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی شریف مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے طحاوی ابن ماجہ وموطا امام مالک مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے نسائی شریف مولانا محمد یونس صاحب اور مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے (مشترکہ طور پر) پڑھی ہے۔

تکمیل علوم کے بعد مدرسہ قاسم العلوم منگرواں اعظم گڑھ میں ابتدائی عربی فارسی سے شرح وقایہ اور شرح جامی تک پڑھایا سات سال یہاں قیام کے بعد رجب ۱۴۰۲ھ میں بیت العلوم سرائے میر کے شعبۂ حفظ میں آپ کی تقرری عمل میں آئی شوال ۱۴۰۴ھ میں استاذ عربی بنائے گئے آجکل طحاوی شریف مؤطا امام مالک جلالین شریف نورالانوار وغیرہ کتابیں آپکے زیر درس ہیں۔

مظاہر علوم میں تعلیم کے دوران آپ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے بعد ازاں مولانا مفتی محمد سجاد صاحب جونپوری مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحب ہردوئی سے روحانی طور پر مربوط ومنسلک رہے۔

(۱۳) مولانا محمد سالم صاحب اعظمی

والد ماجد کا نام فیض الحسن ہے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ کی پیدائش مرزاپور (اعظم گڑھ) میں ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مدرسہ میں حاصل کر کے بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لے لیا اور پھر مشکوۃ شریف تک یہاں رہکر پڑھا ۱۳۹۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم چلے آئے اور یہاں دورۂ حدیث کی جماعت میں داخل ہوئے۔ آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے، ابوداؤد حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سے، ترمذی حضرت مفتی مظفر حسین صاحب سے طحاوی حضرت مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھی ہے۔

مولانا عبدالوحید صاحب مکی، مولانا عبدالعظیم جونپوری، مولانا محمد اسلم صاحب ٹانڈہ بادلی رامپور، مولانا کبیرالدین فاران آپ کے دورۂ حدیث کے خصوصی رفقاء میں ہیں۔

مظاہر علوم سے تکمیل علم کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور یہاں بطور خاص

قاری عبداللہ صاحب سے باقاعدہ ترتیل اور قرأت حفص وحدر کی تکمیل کی۔ دارالعلوم کے کتب خانہ سے بھی خصوصی طور پر استفادہ کیا اور سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مطالعہ کا موضوع قرار دیا۔

موصوف گذشتہ پچیس سال سے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں استاذ تجوید وقرأت بن کر اس فن کی متعدد کتابیں جمال القرآن، ضیاء القرآن اور فوائد مکیہ وغیرہ پڑھا رہے ہیں۔

(۱۴) مولانا ہارون رشید ابن غلام رسول صاحب بہار

آپ کی پیدائش ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں ہوئی تکمیل حفظ کے بعد مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیکر ابتدائی فارسی وعربی سے مشکوٰۃ اور جلالین شریف تک یہاں تعلیم حاصل کی شعبان ۱۳۹۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

آپنے بخاری شریف مسلم شریف مؤطا امام محمد مولانا الحاج محمد یونس صاحب سے ابوداؤد شریف مولانا سید محمد عاقل صاحب سے ترمذی وشمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے طحاوی شریف مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے نسائی اور ابن ماجہ مولانا مفتی عبد العزیز صاحب سے پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد آپ شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں مدرسہ بیت العلوم سرائے میر بلا لئے گئے اور شعبہ حفظ قرآن کریم کی مبارک اور اہم خدمت آپکے سپرد ہوئی اس ۲۶/ سالہ عرصے میں کثیر تعداد میں آپ کے ذریعے حفاظ کلام پاک تیار ہوئے بیعت وارشاد کا تعلق اولاً مولانا مفتی محمد سجاد صاحب سے قائم کیا انکی وفات کے بعد مولانا سید محمد عاقل صاحب سے روحانی رابطہ ہے۔

(۱۵) مولانا عطاء اللہ ولد محمد نعیم صاحب سلطانپوری

۲۶/ شوال ۱۳۷۸ھ پانچ مئی ۱۹۵۹ء میں آپ کی ولادت بتھرہ ضلع سلطانپور میں ہوئی شوال ۱۳۹۰ھ میں بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لے کر حفظ کی تکمیل کی اور پھر اسی مدرسہ میں ابتدائی عربی فارسی سے جلالین مشکوٰۃ شریف تک پڑھکر شوال ۱۴۰۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم

میں داخلہ لیکر شعبان ۱۴۰۳ھ میں دورۂ حدیث شریف تکمیل کی آپ نے بخاری و مسلم اور مؤطا امام محمد مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد شریف مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی و شمائل ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے طحاوی شریف مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے نسائی و مؤطا امام مالک مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب سے پڑھی ہے۔ شوال ۱۴۰۳ھ میں آپ کو مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حفظ کلام پاک کی خدمت سپرد کی گئی جب سے آج تک بڑی تعداد میں کلام اللہ کے حفاظ آپ کی محنت سے تیار ہو چکے ہیں آج کل آپ شعبہ کے صدر بھی ہیں بیعت کا تعلق اولاً حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے تھا ان کی وفات کے بعد مولانا معین الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد (خلیفہ حضرت شیخؒ) سے وابستہ ہیں۔

(۱۶) مولانا لئیق احمد ابن عبدالستار صاحب پھولپوری

۱۲ر جون ۱۹۶۳ء آپکی تاریخ پیدائش ہے ابتدائی تعلیم مع حفظ مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور میں ہوکر شوال ۱۴۰۰ھ میں ابتدائی فارسی و عربی پڑھنے کے لئے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں داخلہ لیا موقوف علیہ تک یہاں پڑھ کر شوال ۱۴۰۸ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لئے جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا آپ نے بخاری شریف اور کچھ حصہ مسلم شریف مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد اور نسائی مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی مع شمائل ترمذی اور طحاوی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے پڑھی بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں مشق فتاویٰ اور اس نصاب کی کتابیں پڑھیں الاشباہ والنظائر میں آپکے استاذ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سراجی میں مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی آپکے استاذ ہیں نیز موصوف کو مولانا مفتی نظام الدین صاحب سے فتاویٰ نویسی کی بھی اجازت ہے۔

۱۴۰۹ھ کے آخر میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے مشورہ و ایماء پر آپ کا تقرر بیت العلوم سرائے میر میں بطور استاذ حفظ و عربی و فارسی ہوا آجکل موصوف اسی ادارے میں ہدایہ ثالث نورالانوار اور عقیدۃ الطحاوی وغیرہ پڑھا رہے ہیں نیز فی الوقت بیت العلوم کے

نائب ناظم تعلیمات اور مجلس دعوت الحق پھولپور کے نائب ناظم بھی ہیں۔

آپ کے روحانی سلسلہ کا تعلق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے ہے۔

(۱۷) مولانا مختار احمد صاحب بہار

والد کا نام عبد المجید صاحب ہے ۱۵؍ مارچ ۱۹۷۳ء میں بمقام خیروا پوسٹ بیلا مشرقی چمپارن بہار آپ کی ولادت ہوئی فارسی وعربی درجۂ چہارم تک بیت العلوم سرائے میر میں اور عربی پنجم سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرتے ہوئے بخاری و مسلم مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد ونسائی شریف مولانا محمد عاقل صاحب سے ترمذی وابن ماجہ محمد سلمان صاحب سے طحاوی وموطا امام مالک وامام محمد مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھی ہے فراغت کے بعد مدرسہ عثمانیہ صدر پور برونی میں سلسلۂ درس جاری کیا تین سال بعد بیت العلوم سرائے میر آ گئے آجکل موصوف یہاں پر مدرسہ کے کتب خانہ کے ناظم ہیں بیعت واصلاح کا تعلق مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری سے ہے۔

علمائے مظاہر علوم سہارنپور، حرمین شریفین نیز مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ اور مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں

مدرسہ مظاہر علوم کے فضلاء اور فارغین کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جنہوں نے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد سرزمین حرمین شریفین میں دینی خدمات انجام دیں اور وہاں کی علمی مسندوں پر بیٹھ کر مظاہر علوم کی شہرت اور نیک نامی میں بیش قیمت اضافہ کیا اور گویا مظاہر علوم کی چہار دیواری سے مکی ومدنی پیغام لیکر دوبارہ ان ہی مقامات پر جا کر اسکو پھیلایا اور اس کی نشر واشاعت کی جس کے نتیجہ میں علماء کی ایک بڑی جماعت وہاں تیار ہوئی، اس طور پر مظاہر علوم کا تعلق حرمین شریفین سے مزید مستحکم اور مضبوط ہوگیا۔

یہاں ان گرامی قدر حضرات کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔ یہ فہرست مکمل اور تمام

نہیں ہے بلکہ اس میں ہر وقت اضافہ کی گنجائش ہے۔

اس تذکرہ میں جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ وہ ان حضرات کے سنین فراغت کے اعتبار سے ہے۔

(۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۲۸۸ھ میں ہوئی۔ متعدد اسفار حج اور آخر عمر میں طویل قیام کی وجہ سے آپ کی حیات مبارکہ کا ایک بڑا عرصہ مدینہ منورہ میں گزرا اور وہاں آپ نے درس حدیث جاری فرمایا۔ آپ کے اس دور کے تلامذہ بعد میں دینی و دنیاوی حیثیت سے بہت اونچے منصب پر فائز ہوئے۔

محرم الحرام ۱۳۲۹ھ میں جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء و مشائخ کی درخواست پر آپ نے مدرسہ علوم شرعیہ میں درس دینا شروع کیا۔ لیکن جب جگہ ناکافی ہوگئی تو یہ ہی درس بعد نماز عصر مسجد نبوی میں ہونے لگا۔ اس سفر میں علماء کی ایک بڑی تعداد آپ کے درس حدیث سے فیضیاب ہوئی اور انہوں نے باقاعدہ مسلسلات پڑھکر آپ سے اجازت حدیث لی۔

۱۳۳۳ھ میں جب آپ دوسری مرتبہ حجاز تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ پہنچ کر ۱۵/صفر ۳۴ھ میں ترمذی شریف اور ہدایہ کا درس شروع فرمایا۔ یہ درس تقریباً آٹھ ماہ ہوا۔ اس میں مدینہ منورہ کے اعیان و مشائخ اور مدرسہ علوم شرعیہ کے اساتذہ حدیث خصوصیت سے شریک ہوتے تھے۔

آپ کا آخری سفر حجاز ۱۳۴۵ھ میں ہوا۔ اس مرتبہ آپ نے علمائے مدینہ منورہ کے اصرار پر ان کو سنن ابی داؤد شریف پڑھائی، کیونکہ بذل المجہود کی تالیف کی وجہ سے وہاں کے علماء و مشائخ اس کتاب پر آپ کی وسعت نظر اور فن حدیث میں مہارت و حذاقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے تھے۔ مدرسہ علوم شرعیہ (جس کے آپ سرپرست تھے) آپ کی اقامت گاہ تھا۔ وہیں آپ یہ درس دیتے تھے۔

مولانا سید احمد صاحب مدنی برادر اکبر حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ بانی مدرسہ علوم شرعیہ مولانا شیخ عمری مالکی استاذ حرم نبوی اور دیگر اساتذۂ حرم نبوی بھی بڑے ذوق وشوق سے آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے۔

آپ کے وہاں قیام میں جو علمائے ہند بغرض حج وزیارت جاتے وہ بھی وہاں پہنچ کر درس حدیث میں شرکت کرتے اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے اپنا سلسلۂ تلمذ استوار کرتے۔ ایسے حضرات کی فہرست کافی طویل ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی سرپرست مدرسہ مظاہر علوم ۱۳۲۸ھ میں آپ حجاز تشریف لے گئے وہاں حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے درس حدیث میں شرکت کی اور آپ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ (تذکرۃ الخلیل ۲۸۷)

(۲) مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور۔ آپ نے ۱۳۴۵ھ میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے حدیث پڑھی۔

(۳) مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب دیوبندی۔ آپ نے بھی ۱۳۴۵ھ میں حضرت سے حدیث پڑھی۔[1]

(۲) مولانا نور احمد صاحب امرتسری

از ابتدا تا انتہا آپ کی تعلیم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے آپ نے ۱۲۹۷ھ میں کتب صحاح پڑھیں اس لحاظ سے آپ ان تلامذہ میں سے ہیں۔ جو محدث سہارنپوری کی قائم کردہ آخری بزم حدیث میں شامل تھے فراغت علوم کے بعد آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ایک طویل عرصہ تک وہاں رہ کر علوم نقلیہ وعقلیہ کا درس مدرسہ صولتیہ میں دیتے رہے رسوخ فی العلم کی بناء پر وہاں کے شرفاء اور علمی طبقہ میں آپ کو مرجعیت حاصل تھی کئی سال حرم پاک میں گزار کر واپس ہندوستان تشریف لائے اور امرتسر میں علم وفضل کی مسند سنبھالی اور یہیں وفات پائی۔

---

[1] نمبر ایک ونمبر دو کے حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو کتاب جزاء الاحسان تالیف مولانا کریم بخش صاحب ملتانی

(۳) مولانا منصور علی خاں مرادآبادی

مظاہر علوم میں آپ کا داخلہ ۱۲۹۲ھ میں ہوا۔ مختلف کتابیں آپ نے یہاں پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا احمد علی صاحب آپ کے اساتذۂ کبار میں ہیں۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے محدث سہارنپوری سے پڑھا تحصیل علوم کے بعد مدرسہ طبیہ حیدرآباد جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں درس دیا۔ آخیر میں بہ نیت ہجرت مکۃ المکرّمہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر علمی محفل منعقد فرما کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۳۴۷ھ میں وہیں ارض مبارکہ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور اسی جگہ تدفین عمل میں آئی۔

(۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کو حق تعالیٰ نے متعدد بار حج و زیارت سے مشرف فرمایا۔ ان پیہم سفروں میں مجموعی طور پر آپ کا قیام تقریباً چودہ پندرہ سال وہاں رہا۔ مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ اور مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ ہمیشہ آپ کی اقامت ہوتی تھی۔

اس ضعف و پیری کے عالم میں آپ کے اسفار حرمین کی غرض و غایت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم ان الفاظ میں بتلاتے ہیں!

> یہ قیام بھی دراصل اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی اقبال مندی کی دعا کے لئے ہے۔ اور آپ کے شب و روز کا بڑا حصہ ان مسائل کی فکر و دل سوزی اور اللہ تعالیٰ کے باب کرم کو کھلوانے کیلئے مسلسل دعا اور توجہ الی اللہ میں گزرتا ہے۔ یہ قطعہ آپ کے بالکل حسب حال ہے۔

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم ☆ نوخواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام ☆ کشاید پر بہ فکر آشیانہ

(حیات خلیل ۶۱۲)

مختلف اسفار حج میں آپ نے وہاں انفرادی اور اجتماعی طور پر درس دیا۔ اور علمی مسند سنبھالی۔ ۱۳۴۵ھ میں متعدد علمائے مغاربہ کو سبقاً سبقاً ابوداؤد شریف پڑھائی۔ ان میں ایک مغربی عالم مدرسہ علوم شرعیہ کے استاذ بھی تھے۔

۱۳۸۳ھ سے آپ کا قیام اکثر و بیشتر اور ۱۳۸۸ھ سے مستقلاً وہاں ہوگیا تو مستفیدین اور تلامذہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا وہ علمائے مصر و حجاز جو ایک طویل عرصہ سے آپ کی تصنیفات حدیث بالخصوص اوجز المسالک شرح موطا مالک سے محظوظ و منتفع ہو رہے تھے۔ اور مصنف کتاب سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ ایسے حضرات نے آپ سے اجازت حدیث لینی شروع کی اور اتنی کثرت کے ساتھ آپ کی طرف ان کا رجوع ہوا کہ اب ان کی صحیح اور تحقیق تعداد کی تعیین بھی مشکل ہے۔ تاہم بطور نمونہ چند عالی مرتبہ علمائے حجاز کے اسماء گرامی یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان حضرات نے تحریری طور پر حضرت شیخؒ سے اجازت حدیث لی ہے۔

(۱) فضیلۃ الاستاذ شیخ مصطفیٰ بن حسنی السباعی استاذ کلیۃ الشریعۃ جامعہ دمشق

(۲) شیخ سلیم بن سالم فلسطینی

(۳) شیخ سید محمود بن السید نذیر الطرازی المدنی الحنفی۔ استاذ حرم نبوی شریف مدینہ منورہ

(۴) شیخ محمد احمد شعیب الیمنی المروعی المکی۔ استاذ مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ

(۵) سید البخاریین محمد ابراہیم بن سعد اللہ بن ملا عبدالرحیم الفضلی الحنفی المدنی

(۶) استاذ سید محمد علوی مالکی۔ استاذ حرم شریف مکۃ المکرّمہ۔ لیکچرار ملک عبد العزیز یونیورسٹی مکۃ المکرّمہ۔

(۷) شیخ طٰہٰ برکاتی استاذ معہد الحرم ورئیس المفتشین مسجد الحرام مکۃ المکرّمہ، سعودی عرب

(۸) شیخ سراج احمد برمادی عضو ہیئۃ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مسجد النبوی الشریف مدینۃ المنورہ

(۹) الشیخ القاضی محمد حافظ بن موسیٰ کردی مدینہ منورہ

(۱۰) الشیخ عبدالقادر رعلانی بخاری، مدینہ منورہ

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل اہل علم و کمال کا بھی آپ سے اجازت حدیث لینا

ہمارے علم میں ہے۔

(۱) تیس ربیع الاول ۱۳۸۲ھ میں علامہ کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آئے تو موصوف نے حضرت شیخؒ سے صحاح ستہ کی اجازت لی اور آنمخدوم نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔

(۲) مولانا محمد زبیر ابن حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں اوائل صحاح سنا کر اجازت حدیث لی اور آں مخدوم نے اپنے دست مبارک سے سند پر موصوف کا نام تحریر فرما کر اپنے دستخط فرمائے۔

(۳) مولانا محمد سالم صاحب ابن حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مدینہ منورہ میں اوائل صحاح سنا کر اجازت لی۔

(۵) مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڑھی مہاجر مکی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی مکۃ المکرمہ میں گزاری۔ اور متواتر اٹھائیس سال تک حرم مکی شریف میں حدیث وتفسیر کا درس دیا۔ ۱۳۷۱ھ تک آپ نے مدرسہ صولتیہ میں حدیث کے اعلیٰ اسباق پڑھائے۔ اخلاص اور نیک نیتی کا یہ عالم تھا کہ ۱۳۶۸ھ میں رئیس القضاۃ الشیخ عبداللہ بن حسن (المملکۃ العربیۃ السعودیہ) نے خصوصی طور پر ایک گرانقدر وظیفہ آپ کے لئے تجویز فرمایا۔ مگر آپ نے انکار فرمادیا اور آخر وقت تک لوجہ اللہ درس دیتے رہے۔

چودہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت المعلی میں اعلی حضرت مہاجر مکی نوراللہ مرقدہٗ کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

(۶) مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ اور پھر دارالعلوم دیوبند۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامع العلوم بھاولنگر جامعہ اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں علمی و دینی خدمات انجام دیکر ۱۳۸۱ھ میں مدینہ طیبہ کے لئے ہجرت فرمائی اور وہاں علمی فیوض کا زبردست چشمہ

آپ کی ذات سے جاری ہوا۔ اونچے اونچے علماء نے آپ کے ساتھ اپنی علمی نسبت کو مربوط کیا آپ نے ایک طویل عرصہ تک حرم نبوی شریف میں اعلیٰ کتابوں کا درس دیا جس میں بڑے بڑے علمائے حجاز شرکت کرتے تھے۔ ۱۳۸۵ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

(۷) مولانا الحاج مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے سفر حج کے دوران مسلسل آٹھ ماہ مدینہ منورہ قیام فرما کر مدرسہ علوم شرعیہ میں مسلم شریف، موطا امام مالک، ہدایہ اور دوسری اہم کتابوں کا درس دیا۔ حرم نبوی شریف کے اساتذہ بھی آپ کے درس میں شریک ہونے کے لئے آتے اور آپ کی علمی تحقیقات اور فنی معلومات سے مستفید ہوتے اور پھر حرم نبوی شریف میں اپنے حلقۂ درس میں وہ علوم و معارف نقل کرتے تھے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ پروفیسر احمد سعید اپنی تالیف، بزم اشرف کے چراغ میں اس طرح لکھتے ہیں کہ!

> ایک مدرس حرم سے ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ آپ تو صاحب مذہب ہیں موطا امام مالک آپ کے امام کی کتاب ہے۔ اس کو تو آپ حنفیوں سے زیادہ سمجھتے ہونگے پھر آپ اس کے سبق میں کیوں شریک ہوتے ہیں۔؟ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ اپنے مذہب کے خلاف جو بات ہوتی ہے اس کا جواب تو ہم خود دیتے ہیں مگر احادیث میں جو تطبیق آپ دیتے ہیں ان کو سننے کے لئے میں آتا ہوں پھر اس کو جا کر حرم نبوی میں طلبہ کو سناتا ہوں۔ یہ فن تطبیق جیسا کہ آپ حضرات کو آتا ہے ہمیں نہیں آتا۔ (بزم اشرف ۹۲)

۹/رجب المرجب ۱۳۶۸ھ میں آپ کا وصال ساہیوال ضلع سرگودھا میں ہوا۔

(۸) مولانا سید عبدالکریم بن جناب رفیق صاحب مدنی

آپ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی مہاجر مدنی کے نواسہ ہیں۔ ۱۳۳۹ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ ہوا۔ اس وقت عمر سترہ سال تھی حضرت اقدس مولانا خلیل

احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ آپ کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے اور پانچ سال تک مظاہر علوم میں اپنا بیٹا بنا کر رکھا اور اپنے قریب کا کمرہ قیام کے لئے تجویز فرمایا۔ اور پھر یہیں سے آپ کی فراغت ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔ کتب صحاح کے ساتھ آپ نے شاطبی، اور تیسیر الوصول بھی پڑھی ہے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ مدینہ منورہ لوٹ گئے اور طویل عرصہ تک مدرسہ علوم شرعیہ میں استاذ حدیث بنکر اونچی کتابوں کا درس دیا۔

(۹) شیخ عبدالحق نقشبندی مدنی

مظاہر علوم سے آپ فراغت ۱۳۴۴ھ میں ہوئی حضرت اقدس سہارنپوری نے آپ کو خصوصی طور پر سند حدیث مرحمت فرمائی۔ تکمیل علوم کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے مدرسہ علوم شرعیہ میں چار، پانچ سال تک درس دیا۔

(۱۰) مولانا سید عمران بن شیخ محی الدین مدنی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ درس نظامی کی جملہ کتابیں مع کتب قرأت و تجوید یہیں رہتے ہوئے پڑھیں۔ ۱۳۵۰ھ میں مظاہر علوم کے کبار اساتذہ سے آپ نے حدیث پڑھی سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آپ ایک طرف مدرسہ علوم شرعیہ کے استاذ حدیث اور دوسری جانب مراقب نبوی شریف بھی تھے۔

(۱۱) مولانا محمد اسمعیل صاحب برمی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی چونکہ آپ کا اصل وطن برما تھا اسلئے تکمیل علوم کے بعد وہاں چلے گئے۔ اور پھر ۱۳۷۳ھ میں وہاں سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ آگئے اور مدرسہ خیریہ عارفیہ میں علمی مسند سنبھالی اور تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے۔ بخاری شریف بھی یہاں آپ نے پڑھائی۔ دس سالہ قیام کے بعد ۱۳۸۲ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور بعد مغرب حرم نبوی شریف میں قرآن شریف کا درس دینا شروع

کیا۔ مختصر سی مدت میں آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہو گیا۔ ۱۳۸۵ھ میں آپ نے مستقل ایک علمی درسگاہ مدرسہ عثمانیہ قائم فرمائی جو باب العوالی میں اب بھی موجود ہے۔ یہاں بھی آپ کا درس جاری رہا۔

(۱۲) حافظ قاری محمد مراد بن نور محمد صاحب مدنی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ درس نظامی کی تکمیل یہیں پر رہتے ہوئے کی۔ ۱۳۴۹ھ میں مظاہر علوم کے کبار اساتذہ سے صحاح ستہ پڑھی۔ کتب صحاح کے ساتھ آپ نے موطا امام مالک، وامام محمد، شاطبی، اور تیسیر القاری بھی پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد آپ مظاہر میں ایک سال تک شعبۂ تجوید وقرأت کے استاذ بنکر رہے بعد ازاں وطن مدینہ منورہ چلے گئے اور علوم نبویہ کی اشاعت میں مشغول ہوئے۔

(۱۳) مولانا محمد یامین ابن حافظ محمد یونس صاحب کاندھلوی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد شوال ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ درس نظامی کی مکمل تعلیم یہاں رہ کر حاصل کر کے ۱۳۴۹ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ صحاح ستہ کے ساتھ آپ نے شاطبی اور تیسیر القاری بھی پڑھی۔ آپ نے بخاری اور ابوداؤد حضرت شیخ سے، ترمذی شمائل ترمذی اور طحاوی حضرت مولانا عبد الرحمان کامل پوری سے پڑھی ہے۔ دورۂ حدیث میں آپ کے رفقاء یہ تھے۔ مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد ومجاز بیعت حضرت شیخ''، مولانا محمد مراد پسر نور محمد صاحب مدنی۔ مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی (مظفر نگر) خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون مولانا عبد المنان صاحب بخاری (روس)

۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں نظام حیدر آباد دکن نے اپنے اخراجات اور ذاتی مصارف سے ایک طبی یونانی دواخانہ مکۃ المکرمہ میں قائم کیا۔ تاکہ حجاج کو موسم حج میں علاج ومعالجہ کی سہولیات حاصل ہوسکیں۔ مولانا محمد یامین صاحب اس موقعہ پر ریاست کی جانب سے طبیب منتخب ہو کر وہاں روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ریاست حیدر آباد

کے خاتمہ پر جہاں اور بہت سے مصارف خیر ختم ہوئے وہیں یہ دواخانہ بھی ختم ہوگیا۔ اسکے بعد مولانا مدرسہ صولتیہ کے ناظم مالیات بعدازاں کتب خانہ صولتیہ کے ناظم اعلی بنادیئے گئے۔

حضرت شیخ ؒ نے آپ کو اجازت بیعت وخلافت سے نوازا مکۃ المکرمہ میں انتقال ہوکر جنت المعلی میں تدفین عمل میں آئی۔

(۱۴) شیخ محمد حامد مرزا مدنی

مظاہر علوم سے آپ کی فراعت ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا اصلی وطن فرغان ہے (جو بلاد ماوراء النہر کا ایک شہر ہے) ۱۳۶۵ھ میں آپ نے اپنا مسکن ومستقر مدینہ طیبہ کو بنایا۔ آپ کا شمار کبار علمائے مدینہ میں ہوتا تھا۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ہدایہ، مختصر الوقایہ کے اسباق آپ کے یہاں ہوتے تھے۔ آپ کا علمی حلقہ بڑا وسیع اور مضبوط تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی العلم بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ بہت بڑی جماعت آپ کے علمی، دینی فیوض سے مالا مال ہوئی۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ مطابق جولائی ۱۹۷۱ء میں بچانوے سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

مولانا کی جلالت علمی اور مدینہ منورہ میں آپ کے حلقہ درس کی پذیرائی اور وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے عزیز محترم جناب ماجد مسعود سلیم رحمۃ اللہ مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ مشہور علمی ادبی مجلہ المنہل (سعودی عرب) میں لکھتے ہیں!

و فی عام ۱۳۶۵ھ اختار شیخنا و استاذ ناطیبة الطیبة کمهاجر و ماوی دائم لهٔ بعد حیاة کانت کلها ممزو جة بین الیسر و العسر ــــــ فاقام بها اقامة ابدیة الی وفاتهٖ.

ولما عرف الناس عنه ما عرفوا رحبوا بهٖ فالتف حوله عدد من طلاب العلم و بداء یدرس فی التفسیر والحدیث والفقه و کان مرجع العوام والخواص سواء من اهل المدینة المنورة - ام من اهل بخاری المهاجرین و کان بحرا فی العلمؒ الزهد والورع. والتقوی. ”

(المنہاج (ص ۳۹۸) جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ)

(۱۵) مولانا عین الحسن ولد مولانا نجم الحسن صاحب کاندھلوی

اپنے خاندانی اکابر اور دینی بزرگوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مختلف مدارس میں درس نظامی کی کتب مختصر المعانی، سلم العلوم وغیرہ تک پڑھیں۔

شوال ۱۳۵۷ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر آپ نے یہ کتابیں پڑھیں جلالین، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، مقدمہ مشکوٰۃ شرح نخبۃ الفکر، شوال ۱۳۵۸ھ میں آپ نے دورۂ حدیث شریف پڑھکر، شعبان ۱۳۵۹ھ میں فراغت پائی۔

آپ کو حرمین شریفین متعدد مرتبہ حاضر ہو کر وہاں طویل عرصہ تک قیام کی نوبت آئی۔ اپنے علم و حکمت اور فن طب سے وہاں والوں کو نفع پہنچایا۔ چھبیس ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ گیارہ جون ۱۹۶۱ھ یکشنبہ کے روز بعد نماز اشراق مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جنت المعلی میں اعلی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے برابر تدفین عمل میں آئی۔

(۱۶) مولانا سعید احمد خاں ابن محمد علی صاحب کھیڑہ افغان

آپ نے ۱۳۵۳ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر دینی تعلیم لینی شروع کی۔ تعلیم کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث شریف میں شریک ہوئے۔

۱۳۶۶ھ میں مکۃ المکرمہ سعودی عرب تشریف لے گئے۔ جب وہاں مستقل قیام کی صورت بن گئی۔ اور قانونی پیچیدگیاں دور ہوگئیں۔ تو مولانا نے ہجرت کی نیت فرمائی اور وہاں رہ کر تبلیغی محنت میں مصروف ہوگئے۔

۱۳۷۲ھ میں آپ سعودی عرب کے امیر جماعت تبلیغ بنائے گئے۔ پوری جانفشانی کامل حزم واحتیاط اور مومنانہ بصیرت کے ساتھ اللہ رب العزت نے وہاں آپ سے دعوتی کام لیا۔ حرمین شریفین میں آپ نے ایک عرصہ تک ریاض الصالحین۔ البدایہ والنہایہ الترغیب والترہیب اور حیاۃ الصحابہ کا مذاکرہ کیا۔ اس مذاکرہ کی روح اور اصل مقصد دعوت نبوی کو سمجھانا

اور اسکی کیفیات کو دلوں میں اتارنا تھا۔ آخر حیات تک آپ وہاں رہے اور اسی سرزمین طیبہ میں وفات پا کر جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوے۔

(۱۷) مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی

آپ کی فراغت مظاہر علوم سے ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک طویل عرصہ حرمین شریفین میں گزار کر وہاں تبلیغی امارت کی ذمہ داریاں پوری فرمائیں اور اس دعوتی محنت کے ساتھ ساتھ دونوں مقامات پر بڑی کامیابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سلسلہ درس بھی جاری رکھا۔ چنانچہ حرم مکی شریف میں ریاض الصالحین، مشکوٰۃ المصابیح، البدایہ والنہایہ، تفسیر ابن کثیر اور حرم نبوی شریف میں الترغیب والترہیب، ریاض الصالحین کا درس بارہا دیا۔ دونوں جگہ کے علماء و مشائخ آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے ایک زمانہ میں مدرسہ صولتیہ کے استاذ حدیث بنکر وہاں آپ نے بخاری شریف کا درس بھی دیا۔ جس میں دور دراز کے طلبہ شریک ہوتے تھے۔ مولانا کے اس دور کے تلامذہ میں شیخ ذکی ملائی بھی ہیں جنہوں نے بعد میں ازہر میں تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے ملک کی ایک اونچی شخصیت بنکر بلند عہدے پر فائز ہوئے۔

نیز مدرسہ صولتیہ میں آپ نے ایک مرتبہ شافعی طلبہ کو بھی ان کے مسلک کے مطابق بخاری شریف پڑھائی ہے جس میں ہر موقعہ پر ان کے مسلک کی توضیح وتشریح کے بعد اپنا مسلک اور اس کی وضاحت اما عندنا الاحناف فالمسئلة كذا کہہ کر ضرور بیان کیا کرتے تھے۔

مولانا کے وہاں کے قیام میں جب مدرسہ صولتیہ کے ذمہ دار حضرات نے حفظ قرآن پاک کا ایک مدرسہ جاری کیا تو اس میں مولانا نے مہاجرین کے بچوں کو قرآن پاک حفظ و ناظرہ پڑھایا۔ اس دور کے بہت سے حفاظ اب بھی آپ کی یادگار کے طور پر حرمین شریفین میں موجود ہیں۔

اسی طرح جماعت تبلیغ کے مکی مرکز مسجد حفائر اور مدنی مرکز مسجد نور باب العوالی میں آپ نے حجۃ الوداع والعمرات (تالیف محدث العصر حضرت شیخ ؒ) کا درس دیا ہے جس میں ہندوستان، پاکستان، چین اور برما وغیرہ کے طلبا بھی شریک ہوتے تھے۔

(۱۸) مولانا قاری امیر حسن ابن مظفر حسین صاحب چھپرہ بہار

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۵۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا، آپ نے ایک سال مدینہ منورہ میں گزار کر مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم میں پڑھایا، کتنے ہی بچے آپ کی شبانہ روز کی محنت سے حافظ قرآن بنے۔ یہ مبارک سلسلہ ابھی اور دراز ہوتا تھا لیکن اپنے پیر و مرشد حضرت شیخؒ کے اس مشورہ کے بعد کہ "میں تو یہاں مرنے کے لئے پڑا ہوں تمہارا ابھی کام کا زمانہ ہے اس لئے ہندوستان واپس جا کر دین کا کام کرو" آپ واپس تشریف لے آئے۔ اور مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں مستقل طور پر قیام فرما کر درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔

(۱۹) مولانا عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی

جامعہ مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۶۳ھ میں ہے۔ تکمیل علوم کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں درس دیتے رہے۔ پھر شوال ۱۳۸۴ھ میں آپ ہندوستان سے پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تعمیل ارشاد میں مدرسہ دار العلوم کراچی میں بارہ سال تک حدیث و تفسیر اور دیگر علوم کی متعدد کتابیں پڑھائیں۔ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ میں پاکستان سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، اور اسی کو بہ نیت ہجرت اپنا وطن بنالیا۔ اور درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ ہندوستان پاکستان بخارا، ترکی، اور عرب حضرات کا آپ کی جانب بڑا رجوع ہوا۔ اور ان علاقوں کے اصحاب نے آپ سے علمی طور پر بھرپور استفادہ کیا۔ غیر مقلدین کے اس ہنگامہ پروری کے دور میں آپ حرم نبوی شریف میں بیٹھکر جتنے عزم و ہمت کے ساتھ مسلک حنفیہ کے مطابق مسائل بتلاتے تھے وہ آپ کی جرأت و استقلال کی بذات خود ایک روشن تاریخ ہے۔

(۲۰) مولانا حمد اللہ قادری ابن مولانا عبد الحکیم صاحب نقشبندی صوبہ سرحد

۱۳۶۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۶۵ھ

میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں آپ مکۃ المکرّمہ) سعودی عرب) گئے یہاں پہونچکر حرم شریف میں درس کا آغاز کیا۔ ابوداؤد شریف، نخبۃ الفکر، المقصود فی علم الصرف، میزان الذہب فی علم العروض، ریاض الصالحین، دروس البلاغۃ ــــــ جیسی اہم کتابیں آپ نے وہاں پڑھائیں۔ درس قرآن بھی جاری کیا جو حرم مکی شریف میں ہی ہوتا تھا۔ چونکہ عرب آپ کے درس میں بڑی تعداد میں اہتمام کے ساتھ شرکت کرتے تھے، اسلئے یہ تمام اسباق آپ رواں دواں عربی میں پڑھاتے تھے۔ علم کی وسعت، اصول عربیت سے واقفیت نے آپ کے تلامذہ کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ یہاں طویل قیام کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹ کر علمی، دینی، ملی وسیاسی خدمات میں مصروف ہو گئے۔

(۲۱) مولانا عبدالرشید بستوی

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ۱۳۸۰ھ کی ہے۔ تکمیل علوم کے بعد کچھ عرصہ ریاض العلوم جونپور میں درس و تدریس میں مشغول رہکر مکہ مکرمہ کیلئے رخت سفر باندھا تقریباً دس سال وہاں قیام رہا۔ اس دوران آپ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں محاسب مالیات رہے نیز حج وعمرہ پر آنے والے حجاج کی دینی رہنمائی مسائل واحکامات کے ذریعہ کرتے رہے۔ ۱۴۲۰ھ میں وہاں سے مراجعت کے بعد اب اپنی قدیمی جگہ ریاض العلوم میں خدمات علمیہ میں مصروف ہیں۔

(۲۲) مولانا عبداللہ ابن الحاج ضیاء الدین صاحب علی گڑھی

مظاہر علوم میں ۱۳۸۲ھ میں داخلہ لیکر آپ نے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

۱۳۸۵ھ میں آپ سعودی عرب گئے۔ وہاں مسجد الحرام، مکۃ المکرّمہ میں تحفیظ القرآن کے ماتحت رہ کر ڈیڑھ سال تک قرآن پاک پڑھایا، بہت سے لائق حفاظ آپ نے تیار کئے۔ ڈیڑھ سال بعد ہندوستان واپس آئے تو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ضیاء الدین ہوسٹل کی مسجد میں

امام وخطیب نیز دینیات کے استاذ بنے ۱۹۷۳ء میں دوبارہ مکہ معظمہ کا سفر کیا اور مسجد حرام میں طلبا کو قرآن پاک پڑھانے کا سلسلہ شروع کر کے بہت سے حفاظ تیار کیے۔ ۱۹۷۳ء میں شیخ طٰہٰ برکاتی مفتش حرم کی زیر ہدایت رہ کر حرم مکی شریف میں مراقب اور ترجمان بنے۔ چونکہ اردو، عربی، فارسی، بنگلہ، انگریزی پانچ زبانوں پر آپ کو عبور حاصل ہے۔ اسلئے بہ حیثیت مراقب اور ترجمان آپ ہندوستان و پاکستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ وغیرہ سے آنے والے حجاج اور وفود سے ملاقات کر کے ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرتے اور علمائے حرم شریف سے ان کی ملاقات وتعارف کراتے۔

۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء میں مستشفی الملک الزاہر کے مدیر نے بہ حیثیت اردو عربی ترجمان آپ کی خدمات طلب کیں۔ تاکہ مولانا موصوف کے ذریعے حجاج اور مریضوں سے رابطہ قائم کیا جائے اور ان کو علاج وتیمارداری کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

مولانا موصوف کا قیام آج کل مکۃ المکرمہ میں ہے۔ وہاں آپ مسجد شیخ صالح محمد جمال الظاہر تنعیم میں امام وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(۲۳) مولانا عبدالحفیظ ابن جناب ملک عبدالحق صاحب مکی

۱۳۸۸ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

مظاہر علوم سے تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے وطن مکۃ المکرمہ لوٹ گئے اور بڑی جانفشانی کے ساتھ دینی وتبلیغی خدمات میں مشغول ہوئے۔ ایک عرصہ سے آپ مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ میں حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔

حضرت شیخؒ نے آپ کو اجازت بیعت خلافت سے نوازا مکۃ المکرمہ اور دبئی (امارات عربیہ متحدہ) میں آپ نے دو دینی وعلمی کتب خانہ قائم کیے ہیں۔ جن کا مقصد اکابر اہل علم اور علمائے دیوبند کے علوم وفیوض کو عام کرنا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی بذل المجہود اور حضرت شیخؒ کی اوجز المسالک شرح موطا امام مالک آپ کے یہاں سے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع ہوئیں۔

ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ میں آپ نے وسیع پیمانہ پر ایک پریس لگایا جس کا نام مطابع الرشید رکھا گیا اس عرصہ میں لاکھوں کتابیں اس پریس سے شائع ہو چکیں۔

(۲۴) مولانا حسان احمد ابن عبد السبحان صاحب گیاوی/مکی

مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کی آمد شوال ۱۳۸۵ھ میں ہوئی۔

تکمیل علوم کے بعد آپ اپنے والدین کے ساتھ سرزمین حرمین شریفین منتقل ہو گئے۔ اب وہاں مختلف لائنوں میں مشغول رہتے ہوئے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی چل رہا ہے۔ طلبا آپ سے مسلسل علمی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ عربی تعلیم کے ساتھ آپ نے تعلیم قرآن پاک کا مبارک مشغلہ بھی شروع کر رکھا ہے۔ جہاں عرب وغیر عرب گھرانوں کے بچے بڑی تعداد میں آپ کے پاس قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

(۲۵) مولانا حبیب اللہ ابن قربان علی صاحب چمپارنی

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۸۵ھ میں ہوئی فراغت و تکمیل کے بعد آپ نے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً (سعودی عرب) میں اقامت اختیار کی۔ وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مختلف طلبا نے مختلف کتابوں میں آپ سے رشتۂ تلمذ استوار کیا۔

آپ کا صبح وشام کا مشغلہ درس وتدریس ہے۔ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی رکھتے ہیں۔ آپ کا اپنا ایک وسیع مکتبہ بھی ہے جس میں فن حدیث پر منتخب اور عمدہ ذخیرہ موجود ہے اور اہل علم حضرات اس سے نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔

(۲۶) مولانا عبد الوحید ابن ملک عبد الحق صاحب مکی

۱۳۹۶ھ میں موصوف نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد اپنے وطن مکہ مکرمہ واپس ہو کر۔ اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ علمی مشغلہ بھی جاری کیا مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ میں بھی ایک عرصہ تک تفسیر وفقہ کی کتابیں

پڑھائیں۔ اسکے بعد مدینہ منورہ منتقل ہوگئے اور وہاں اپنے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب زادمجدہٗ کے قائم کردہ پریس مطابع الرشید کے نگراں وناظم بنے۔

آپ حضرت شیخؒ سے بیعت اور مولانا محمد طلحہ صاحب سے مجاز بیعت ہیں۔ آپ کے مزید حالات اسی کتاب کے باب دوم میں موجود ہیں۔

(۲۷) مولانا جمیل احمد ابن تصدق حسین

آپ کے والد منشی تصدق حسین ہیں۔ ۱۳۸۸ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں شرح جامی، کنزالدقائق وغیرہ کی جماعت میں داخلہ لیا اور پھر درجہ بدرجہ درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۳۹۲ھ میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

آپ ۱۴۰۵ھ میں مع اہل وعیال مدینہ منورہ منتقل ہوگئے اور اس وقت سے آج تک وہیں مقیم رہ کر علمی افادہ وافاضہ اور تصنیفی وتحریری خدمات میں مصروف ومشغول ہیں۔

(۲۸) مولانا فرقان احمد بن عبدالسبحان صاحب گیاوی/مکی

آپ نے اولا کلام پاک مختلف حفاظ کے پاس حفظ کیا۔ پھر مکہ مکرمہ میں اپنے برادر اکبر مولانا حسان صاحب کے پاس ابتدا سے کتب متوسطہ تک پڑھکر شوال ۱۴۱۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر صحاح ستہ پڑھکر شعبان ۱۴۱۱ھ میں فراغت پائی۔ صحیحین آپ نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے ترمذی ابوداؤد، نسائی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سے موطا امام مالک وطحاوی حضرت مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سے پڑھی ہے۔

قرآن مجید ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں اسلیئے زمانہ تعلم میں جامعہ مظاہر علوم کی مسجد کے امام بھی رہے آپکے رفقائے دورہ یہ اصحاب ہیں۔ مولانا محمد طاہر حسین صاحب استاذ مدرسہ قاسمیہ گیا۔ مولانا جمال الدین صاحب چمپارنی ناظم مدرسہ۔

فراغت کے بعد آپ مکہ مکرمہ لوٹ گئے اور مسجد زیتونہ المبارک شارع ام القریٰ میں امام وخطیب بنادیئے گئے۔ پانچ سال بعد سعودیہ کے دارالحکومت ریاض منتقل ہوگئے جہاں آج بھی مسجد الہدیٰ حی الملک فہد میں امامت وخطابت کے ساتھ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

کے طلبا اور فارغین کو قرآن پاک حفظ پڑھانے کی خدمت میں مامور و متعین ہیں۔

(۲۹) مولانا عبداللہ ابن عبدالسبحان صاحب گیاوی / مکی

ابتدائی تعلیم اپنے برادر اکبر مولانا حسان احمد صاحب مکی سے حاصل کر کے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آمد ہوئی شوال ۱۴۱۰ھ میں دورۂ حدیث شریف کی جماعت میں داخلہ لیکر کتب صحاح پڑھیں۔ شعبان ۱۴۱۱ھ میں عالمیت کے نصاب کی تکمیل کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ آج کل موصوف وہاں استاذ تحفیظ القرآن ہیں اور مسجد الوزی شارع ستین کے امام و خطیب بھی۔

مظاهر علوم سہارنپور کے فضلاء اور علماء میں بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جو عشق نبوی اور جذبۂ یاد الٰہی سے سرشار ہوئے اور اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر حرمین شریفین میں اقامت گزیں ہوئے۔ ان میں شہرۂ آفاق ہستیاں بھی ہیں اور گمنام مخلصین بھی۔ انہوں نے اپنے اپنے وطن کو صرف اس تمنا اور آرزو میں خیر باد کہا کہ ان کا جسد خاکی یا تو جنت البقیع میں پیوند خاک ہو یا جنت المعلی میں۔ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے ساتھ حق تعالیٰ نے ان کی نیت راسخ اور جذبۂ صادق کے مطابق معاملہ کیا اور وہ وہاں پہنچ کر عالم آخرت کو سدھار لئے اور اپنی مراد کو پہنچ گئے اور بہت سے وہ ہیں جو ہر آن اس انتظار میں ہیں کہ کب وعدۂ وصل پورا ہو اور کب آتش شوق و اشتیاق میں سکون پیدا ہو۔ رجال صدقوا ما عاهدو والله عليه فمنهم من قضىٰ نحبهٗ و منهم من ينتظر. اللّٰهم اجعلنا منهم۔[1]

---

[1] آج سے ۲۵/ ۲۶ سال قبل ناچیز مصنف جب یہ سطور تحریر کر رہا تھا تو اس وقت مخدوم العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا سراپا راقم سطور کے پیش نظر تھا کہ وہ اسی جذبہ اور اسی مقصد و نیت سے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم تھے، چنانچہ اللہ جل شانہ نے ان کی تمنا اور دلی مراد پوری فرمائی کہ سرزمین مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی اور پھر تا قیام قیامت ارض بقیع نے انکو اپنے اندر سمولیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ برد اللہ مضجعہ

جامعہ مظاہر علوم ـــــــ اور فن قرأت وتجوید کے لئے اسکی خدمات

فن قرأت وتجوید کی عظمت وشرافت کے پیش نظر ارباب مظاہر علوم کی یہ خواہش شروع سے ہی رہی کہ یہاں پورے نظم وضبط اور تمام اصولوں کے ساتھ تجوید وقرأت کا شعبہ قائم کیا جائے اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے کی مشق کرائی جائے۔

محدود پیمانے پر اگرچہ اس کا آغاز بہت پہلے ہوگیا تھا اور متعدد طلبا اپنے اساتذہ سے تجوید وقرأت کی مشق کرتے آرہے تھے۔ لیکن باقاعدہ طور پر شعبۂ قرأت وتجوید کا افتتاح ۱۳۳۱ھ میں ہوا۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا دلی جذبہ اور ذوق قرأت اس سلسلہ میں سب بڑھکر تھا۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ اور حسن اہتمام سے اس شعبہ کو تروتازگی ملی۔

یہاں پر اس شعبہ کی مختصر تاریخ اور اسکے چند باکمال اساتذہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اساتذہ شعبۂ قرأت وتجوید اور ان کا مختصر تذکرہ

(۱) شعبۂ تجوید کے لئے سب سے پہلے مجود جناب قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی کے شاگرد رشید قاری محمد قاسم صاحب لکھنوی منتخب ہوئے۔ اس شعبہ میں ان کا تقرر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے انتخاب فرمانے پر ہوا تھا۔

انیس ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں پندرہ روپے مشاہرہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ تنخواہ میں کمی کی وجہ سے دونوں وقت کا کھانا حضرت اقدس سہارنپوری نے اپنے ذمہ لیا۔ اور آپ گویا دونوں وقت حضرت کے مہمان بن کر رہے۔

شعبان ۱۳۳۲ھ تک آپ کا تعلق مظاہر علوم کے ساتھ رہا۔ اسکے بعد آپ نے استعفاء دیدیا۔

جناب کرنل بسم اللہ بیگ صاحب اپنی کتاب تذکرہ قاریان ہند میں آپ کے متعلق

لکھتے ہیں کہ!

آپ نے قاری عبدالمعبود صاحب سے جو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے چھوٹے بھائی ہیں تجوید سیکھی۔ بعدازاں قاری عبدالمالک اور قاری محمد صدیق صاحب مکی سے فیض حاصل کیا۔قرات سبعہ کی سند قاری عبدالمعبود صاحب سے لی۔نہایت خوش الحان اور عربی لب ولہجہ میں بے تکلف نہایت ہی عمدہ طریقے سے تلاوت کرتے تھے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہو گئے تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ جلد سوم ۸)

(۲) آپ کے بعد چھ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ میں مولانا قاری عنایت اللہ صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ قرأت وتجوید متعین ہوئے۔

قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی نے اپنی مشہور تالیف خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن آپ ہی کے ارشاد پر لکھی تھی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ امروہہ سے شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ مولانا عنایت اللہ صاحب موصوف نے اپنی نگرانی وتصحیح وتحقیق کے بعد اس کو طبع کرایا۔اس زمانے میں قاری صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں استاذ تجوید تھے۔ چنانچہ دوسری مرتبہ مدرسہ مظاہر علوم سے اس کی اشاعت مولانا کے زیر اہتمام ہوئی۔

شعبان ۱۳۳۵ھ میں آپ رخصت سفر لیکر اپنے وطن گئے۔آپ کا ارادہ تھا کہ جلد واپس لوٹیں گے۔ لیکن کانپور کے مخلصین نے آپ کو روک لیا اور آپ وہیں تجویدی خدمات میں مشغول ہو گئے۔

جناب کرنل صاحب اپنی تالیف ''تذکرہ قاریان'' میں آپ کے حالات اس طرح لکھتے ہیں!

وطن قصبہ مئو ناتھ ضلع اعظم گڑھ ہے۔ والد کا نام حافظ محمد اسحٰق ولادت ۱۳۰۲ھ مدرسہ جامع العلوم سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔قاری ضیاء الدین احمد سے کانپور میں بروایۃ حفص قرآن شریف پڑھا۔ سبعہ کی تکمیل انہیں سے لکھنؤ جا کر کی۔ طب کی تکمیل لکھنؤ سے ۱۳۲۶ھ میں کی۔

مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور میں دو سال تک تجوید کے مدرس رہے وہاں قرآن مجید کے حاشیئے اختلاف قرأ پر تحریر فرمائے۔ اصولی اختلاف کے متعلق ایک رسالہ لکھا جو قرآن شریف کے اسی نسخے میں منسلک ہے۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ مظاہر علوم سہار نپور سے سولہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں باہتمام قاری محمود حسن طبع ہوا۔ جس پر قاری عبدالرحمٰن مکی کی تقریظ بھی درج ہے۔ بین السطور مولوی اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے۔ ۱۳۳۷ھ میں قاری ضیاء الدین احمد صاحب نے آپ کو قرأت القرآن (تاج گھر کہنہ) میں صدر مدرس مقرر کرایا۔ ۱۳۶۴ھ تک آپ اس مدرسہ میں درس دیتے رہے۔

آپ متبحر عالم ہونے کے علاوہ طبیب حاذق بھی تھے۔ قیام کانپور کے زمانہ میں تجوید و قرأت سے متعلق ایک کتاب تالیف کر رہے تھے جو بہت مبسوط و ضخیم ہو گئی تھی مگر طبع نہ ہو سکی۔ بے شمار طلبا آپ سے حفظ قرآن و تجوید قرأت سیکھ کر مختلف مقامات پر درس دے رہے ہیں۔ قاری عنایت اللہ صاحب بیمار ہو کر مئو چلے گئے۔ ۱۳۶۵ھ میں وفات ہوئی۔

(تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ۳۴۸)

(۳) مظاہر علوم میں چونکہ طلبائے تجوید کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اسلئے قاری عنایت اللہ صاحب کے بعد کسی جدید انتخاب۔ کی فوری ضرورت تھی تا کہ طلباء کا علمی نقصان نہ ہو اسلئے ماہ شوال میں قاری عبدالعزیز صاحب گیاوی کا تقرر ہوا۔ بیس روپے مشاہرہ آپ کے لئے تجویز کیا گیا۔

قاری صاحب موصوف نے نوعمری کا زمانہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ وہیں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید کی مشق کی۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب آپ کے متعلق تذکرۃ الخلیل میں لکھتے ہیں کہ!

کئی قراء کے اول بدل کے بعد قاری عبدالعزیز صاحب کو کہ جوان صالح وجیہہ تھے اور چار سال مدینہ منورہ میں تجوید سیکھ کر سہار نپور بغرض تحصیل علم آئے تھے۔

اس خدمت کے لئے انتخاب فرمایا کہ خود دینیات کی تکمیل کریں۔ اور طلبا کو فن تجوید کی کتابیں بھی پڑھائیں اور مشق بھی کرائیں۔

چنانچہ مدرسہ خوش الحانی وصحت لفظی کے ساتھ تلاوت کلام اللہ سے گونج اٹھا اور چند ہی ماہ میں اس ضرورت کی بہت کچھ مکافات آپ نے آنکھوں سے دیکھ کر اس درجہ کو مستقل بنادیا۔ (تذکرۃ الخلیل ص۲۱۷، ص۲۱۸)

۱۳۴۸ھ تک آپ مظاہر علوم میں رہے۔ تقریباً تیرہ سال تک آپ نے اپنی خوش آوازی اور خوش الحانی سے طلبہ کو مسحور کئے رکھا۔ ۱۳۴۹ھ کے اوائل میں دماغی امراض کا شکار ہوکر بلا رخصت واطلاع مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔

(۴) مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی

آپ ۱۳۴۳ھ میں درجہ تجوید کے استاذ دوم بنائے گئے۔ قاری عبد العزیز صاحب گیاوی اس زمانے میں استاذ اول تھے۔ ۱۳۴۹ھ کے اوائل میں جب قاری صاحب موصوف دماغی امراض سے متاثر ہوکر چلے گئے تو جناب الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی استاذ اول بنائے گئے۔ ۱۳۵۱ھ تک یہ عہدہ آپ کے پاس رہا۔ مجموعی طور پر نو سال آپ شعبۂ تجوید سے وابستہ رہے۔ اس عرصہ میں طلباء کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے قرأت وتجوید کی مشق کی۔

(۵) شیخ القرأء جناب قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی

والد ماجد کا نام منشی فضل حق صاحب ہے قاری صاحب موصوف کی پیدائش محلہ قاضی دیوبند میں ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ عربی تعلیم سے فارغ ہوکر امام فن مولانا قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادیؒ کی خدمت میں پہنچے اور تجوید وقرأت کی مشق کی۔

وہاں سے فراغت کے بعد اپنے اساتذہ کے ارشاد پر کاٹھیاواڑہ اور شملہ میں درسی خدمات انجام دیں۔ پھر نگینہ ضلع بجنور میں تقریباً بارہ سال تک درس دیا۔ ۱۳۵۱ھ میں مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے اور دو ذیقعدہ سنہ مذکور سے بیس روپے مشاہرہ پر یہاں استاذ قرأت و تجوید بنائے گئے۔ مسلسل پینتیس سال یہاں آپ نے اس فن کی خدمت کی سینکڑوں طلبا نے

آپ کی محنت اور توجہ کی بناء پر خوش آوازی اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا سیکھا۔ چوبیس رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ دوشنبہ مطابق سترہ جنوری ۱۹۶۶ء میں آپ نے وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کے فرزند اور علمی جانشین مولانا قاری محمد رضوان نسیم صاحب آج کل جامعہ ہذا کے صدر القراء ہیں

قاری محمد سلیمان صاحب مرحوم نے فن قرأت و تجوید پر متعدد کتابیں لکھیں جن کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) حاشیہ خلاصۃ البیان

شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب ——— کی عربی تالیف خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن پر یہ حاشیہ ہے۔ جو عربی میں لکھا گیا۔ یہ غیر مطبوعہ ہے۔

تذکرہ قاریان ہند کے مصنف اس حاشیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ!

یہ نہایت مفید اور صحیح حاشیہ ہے جس کو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب نے ازاول تا آخر ملاحظہ فرما کر اس قدر پسند فرمایا کہ اپنے قلم سے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی تھی جو آج کل مقری اظہر حسن صاحب کے پاس ہے۔

(تذکرہ ۸ جلد سوم)

(۲) ضیاء التجوید

یہ کتاب تجوید کے ضروری مسائل و قواعد کا مجموعہ ہے۔ مصنف نے اپنے استاذ محترم قاری ضیاء الدین صاحب کے نام پر اس کا نام ضیاء التجوید رکھا ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے۔ حال ہی میں مکتبہ نسیمیہ نزد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ اسکا سائز ۲۲/ ۱۸/ ۸ ہے اور صفحات ۲۷ ہیں۔ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ میں یہ کتاب لکھی گئی۔

(۳) رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید

سوالات و جوابات کی شکل میں یہ ایک مفید اور معلوماتی کتاب ہے۔ نوعمر طلبا اور مبتدیوں

کیلئے اس میں تمام مسائل عام فہم اور آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔محرم ۱۳۶۶ھ میں یہ کتاب کتب خانہ سلیمانیہ نزد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع ہوئی۔اس کے صفحات بتیس ہیں اور سائز ۱۶/۲۰/۳۰ ہے۔

(۴) فوائد مرضیہ شرح مقدمۃ الجزریہ

فن تجوید کی مشہور اور بنیادی کتاب مقدمۃ الجزریہ کی یہ اردو شرح ہے متقدمین کی کتب و شروحات سے مضامین اخذ کر کے آسان اردو زبان میں اس کو ترتیب دیکر یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔اسکے صفحات چھیاسٹھ ہیں اور سائز ۸/۲۰/۲۶ ہے۔

حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے اس کتاب کی تاریخ طبع یہ ارشاد فرمائی ہے۔

سامان آخرت ہے حقیقت میں یہ کتاب تاریخ بھی ہے اس لئے سامان آخرت

۱۳۵۳ھ

(۵) الجواہر الضیائیہ شرح شاطبیہ

یہ بڑی مفصل اور جامع شرح ہے جو مولانا قاری محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۳۶۹ھ میں ترتیب دی تھی۔قدما کی کتابوں سے بہترین اور عمدہ طریقے پر اخذ وانتخاب کر کے اس شرح کو مرتب کیا گیا ہے۔یہ تالیف ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں پہلی مرتبہ حضرت مصنف کے صاحبزادے مولانا الحاج قاری رضوان نسیم صاحب کی تصحیح ونظر ثانی کے بعد شائع ہوئی ہے۔

اس شرح کو قاری صاحب علیہ الرحمہ نے جن خصوصیات سے مزین کیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ترکیب نحوی کو بیان کیا گیا ہے اور تقدیری عبارت کو ظاہر کر کے کافی وضاحت کی گئی ہے۔

(۲) حل لغات کا اہتمام کیا گیا ہے۔اور مادۂ اشتقاق کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۳) اول سلیس ترجمہ ہے پھر حل مطلب کیا گیا ہے۔

(۴) الفاظ اصطلاحی کی کافی تشریح کی گئی ہے خواہ وہ کسی فن کے الفاظ ہوں۔

(۵) مثالوں میں موقعہ بموقعہ آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا ہے۔

(٦) فوائد کی شکل میں نکات بیان کئے گئے ہیں اور اگر مصنف کی عبارت پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے تو اس کا جواب اس انداز سے دیا گیا ہے کہ وہ مصنف کے کمالات کا آئینہ اور ایک مستقل نگینہ ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ کتاب کے صفحات (۳۱٦) اور سائز ۲٦/۲۰/۸ ہے۔

(٦) جناب قاری سید محمد ابراہیم صاحب سہارنپوری

آپ کے والد ماجد کا نام سید نذیر احمد ہے قاری صاحب موصوف کی پیدائش ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔ مظفر حسن تاریخی نام ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آپ نے تعلیم حاصل کر کے تجوید بروایۃ حفص اور قرأت سبعہ کی تکمیل جناب قاری محمد سلیمان صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم سے کی۔

بعد ازاں بھاولپور میں دو سال تک آپ تعلیم دیتے رہے۔ ماہ ذیقعدہ ۱۳٦۵ھ میں آپ بلا مشاہرہ مدرسہ مظاہر علوم کے معین استاذ تجوید بنائے گئے۔

مسلسل چونتیس سال فن قرأت کی خدمات انجام دینے کے بعد مورخہ انتیس (۲۹) جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

فن تجوید پر آپ کی ایک کتاب مظاہر التجوید ہے مصنف نے اپنی کتاب کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے کہ!

میں نے اس رسالہ میں تجوید کے وہ مسائل بیان کئے ہیں جن کا جاننا قرآن شریف پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے اور وہ مخارج حروف وصفات حروف اور ان کے متعلقات ہیں۔ اسی کے ساتھ مختصرا وقاف کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ لوگ وقف وابتداء میں سخت غلطی کرتے ہیں۔

کتاب کے صفحات چوبیس اور سائز ۳۰/۲۰/۱٦ ہے۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں یہ کتاب لکھی گئی۔

(۷) مولانا قاری رضوان نسیم صاحب دیوبندی

والد ماجد کا نام قاری سید محمد سلیمان ہے۔ شوال ۱۳۸۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر صرف میر پنج گنج سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ کافیہ تک تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے۔ موقوف علیہ تک وہیں پڑھا۔

شوال ۱۳۸۵ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث کی تکمیل کی شوال ۱۳۸۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے استاذ تجوید بنائے گئے۔ شعبۂ تجوید و قرأت کے ساتھ ساتھ درجۂ فقہ کی ابتدائی کتابوں کا بھی آپ درس دیتے ہیں۔ روحانی اعتبار سے آپ حضرت شیخ سے وابستہ اور ان ہی کے دست مبارکہ پر بیعت ہیں جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق آپ ۲۷/ جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ (۲۷/ دسمبر ۱۹۸۹ء) میں یہاں کے صدر القراء بنائے گئے۔ فن تجوید پر متعدد کتابیں آپ کی لکھی ہوئی ہیں۔ مزید احوال باب دوم میں ملاحظہ کریں۔

(۸) قاری احمد گورا ولد جناب ولی محمد صاحب

قاری صاحب موصوف کی آمد مظاہر علوم میں ۱۳۸۵ھ میں ہوئی درس نظامی کی کتابیں درجہ بدرجہ پڑھتے ہوئے ۱۳۹۰ھ میں دورۂ حدیث پڑھکر ۱۳۹۱ھ میں کتب فنون پڑھیں۔

۱۳۹۲ھ میں آپ چالیس روپے مشاہرہ پر جامعہ مظاہر علوم کے شعبۂ قرأت و تجوید کے لئے استاذ منتخب ہوئے۔ حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلیٰ کے آپ خادم خاص اور جامع مسجد سہارنپور کے امام بھی رہے ۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ ۱۸/ جون ۲۰۰۳ء چہارشنبہ موصوف کی تاریخ وفات ہے۔

موجودہ وقت میں مولانا قاری محمد عمار صاحب سہارنپوری، مولانا قاری صلاح الدین صاحب (بنگال) اور مولانا قاری انیس صاحب سہارنپوری شعبۂ قراءت و تجوید کے موقر اساتذہ میں ہیں۔

(۱) مولانا قاری سید محمد عمار صاحب ابن مولانا حکیم سید محمد اسرائیل صاحب مرحوم شعبان ۱۴۰۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سے فارغ ہوئے۔ شعبان ۱۴۱۲ھ کے اجلاس آپ کا مظاہر علوم میں استقلال منظور ہوا اس وقت سے تادم تحریر اپنی مادر علمی میں شعبۂ قراءت میں استاذ ہیں۔

(۲) مولانا قاری صلاح الدین صاحب ابن جناب صوفی احمد علی صاحب غازی (جنوبی چوبیس پرگنہ مغربی بنگال) ۱۴۱۷ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کے لیے جامعہ ہذا میں اس فن کی متعدد کتابیں پڑھیں۔

۱۴۱۸ھ سے آپ یہاں شعبہ تجوید وقراءت کے استاذ متعین کیے گئے۔ مولانا موصوف کی فن تجوید پر دو کتابیں بنام ''قواعد تجوید میں ائمہ قراء کا اختلاف'' اور ''اصلاحی ترتیل'' غیر مطبوعہ موجود ہیں۔

(۳) مولانا قاری محمد انیس صاحب ابن جناب محمد یامین صاحب (علی پورہ سہارنپور) جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ اور دارالعلوم دیوبند سے بالترتیب ۱۴۰۸-۱۴۰۹ھ میں فارغ ہوئے۔ بعدازاں جامعہ مظاہر علوم سے ۱۴۱۱ھ میں تخصص فی الفقہ والافتاء کیا۔

دس محرم ۱۴۱۶ھ سے جامعہ مظاہر علوم میں آپ کا تقرر شعبۂ تجوید وقراءت میں ہوا۔

تینوں اساتذہ کرام جید اور عمدہ قراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور خوش الحانی وروانی کے ساتھ بہترین وعمدہ لب ولہجہ میں کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

شعبہ تخصص فی القراءت والتجوید:

کلام اللہ شریف کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر راقم سطور (محمد شاہد) کی تحریک و تجویز پر اس شعبہ کا قیام ۱۴۲۴ھ کو عمل آیا۔ اس شعبہ کا اپنا ایک مکمل دو سالہ نصاب اور دستور العمل ہے۔ جس کے مطابق یہ شعبہ اپنی بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے یہاں نصابی کتب میں طیبۃ النشر، الدرۃ المضیہ، الوجوہ المسفرۃ اور التیسیر وغیرہ داخل ہیں۔

اس شعبہ میں داخلہ کے لیے مکمل حافظ قرآن ہونا اور فاضل درس نظامی ہونا ضروری ہے۔

دارالافتاء

مظاہر علوم کے دور اولیں میں فتاویٰ کے لئے کوئی مستقل شعبہ نہیں تھا بلکہ جو سوالات آتے وہ حضرات کبار اساتذہ پر تقسیم کردیئے جاتے ....اور وہ فارغ اوقات میں ان کے جوابات تحریر کردیا کرتے تھے۔

اساتذہ کی اس فہرست میں حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی ـــــ جیسے اعیان واکابر اہل علم شامل تھے۔لیکن جیسے جیسے مظاہر علوم کا تعارفی حلقہ وسیع ہوتا گیا۔فتاویٰ کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ ملک کے گوشہ گوشہ سے مستفتیان کے خطوط بڑی تعداد میں آنے لگے۔اس وقت اس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو مستقل شعبہ بنا کر اس کے لئے مستقل عملہ، مستقل اصول وقوانین مقرر کئے جائیں اور باضابطہ مفتیان کرام کا تقرر کیا جائے تاکہ بغیر کسی ادنی تاخیر کے پوری تفصیل اور مکمل اہمیت کے ساتھ فتاویٰ کی ترسیل واشاعت ہوسکے چنانچہ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ اس شعبہ کا قیام عمل میں آیا اور اولیں مفتی جناب مولانا محمد ممتاز خان صاحب ٹانڈوی بارہ روپے مشاہرہ پر تجویز کئے گئے۔آپ مظاہر علوم کے فضلاء اور فارغین میں سے ہیں۔۱۳۳۶ھ میں آپ نے مظاہر علوم کے کبار اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

اس کے بعد سے آج تک اس شعبہ کے لئے انتہائی صالح، باشعور اصحاب فہم وفراست اور ارباب علم وفضل منتخب کئے جاتے رہے ہیں۔اور اس شعبہ کی جو دینی حیثیت واہمیت ہے اسی اعتبار سے اس کے لئے ارباب فتاویٰ کا انتخاب عمل میں آتا رہا۔

ذیل میں ان مفتیان کرام کے اسماء (مع تعیین سنین) لکھے جاتے ہیں۔

مولانا محمد ممتاز خاں صاحب ٹانڈوی (از ۱۳۳۸ھ تا چند ماہ)

مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی (از ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۰ھ)

مولانا حافظ ضیاء احمد صاحب گنگوہی مفتی مدرسہ (از ۱۳۴۰ھ تا ۱۳۵۲ھ)

مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی (از ۱۳۴۷ھ تا ۱۳۷۷ھ

مولانا رشید احمد صاحب سلہٹی، معین مفتی (از ۱۳۴۸ھ تا ۱۳۴۹ھ

مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی (معین مفتی وناقل فتاویٰ

(از ۴۸ھ تا ۱۳۶۳ھ)

حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی (از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۷۰ھ)

مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی (از ۴۷ ۱۳ھ تا ۱۳۷۶ھ)

مولانا الحاج مفتی سید محمد یحیٰ صاحب سہارنپوری (از ۵ ۱۳۷ھ تا ۱۴۱۷ھ)

مولانا مفتی عبد العزیز صاحب رائے پوری (از ۱۳۸۲ھ تا ۱۴۱۲ھ)

مولانا الحاج مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوری (از ۱۳۸۵ھ تا ۱۴۰۵ھ)

موجودہ وقت میں دار الافتاء جامعہ مظاہر علوم کے مفتیان کرام مولانا مفتی مقصود احمد صاحب انبہٹہ پیرزادگان (ضلع سہارنپور) مولانا مفتی محمد طاہر صاحب غازی آباد مولانا مفتی محمد صالح صاحب سہارنپوری اور ناقلین فتاویٰ میں مولانا محمد خالد صاحب سہارنپوری اور مولانا مفتی محمد شعیب صاحب بستوی ہیں۔ مولانا مفتی مقصود صاحب ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ سے مولانا مفتی محمد طاہر صاحب شعبان ۱۴۱۸ھ سے مولانا مفتی محمد صالح صاحب جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ سے مولانا محمد خالد صاحب شعبان ۱۳۹۶ھ سے مولانا مفتی محمد شعیب صاحب بستوی ماہ شوال ۱۴۱۴ھ سے شعبۂ دار الافتاء میں خدمات مفوضہ کی تکمیل میں مشغول ہیں۔

اس شعبہ سے متعلق تمام چیزیں بڑے اہتمام کے ساتھ تحریری طور پر محفوظ رکھی جاتی ہیں جس کے لئے متعدد رجسٹر ہیں۔ پہلا رجسٹر مستفتیان کے پتہ جات کے لئے ہے جس میں ان کا مکمل نام، پتہ، تاریخ آمد استفتاء وتاریخ روانگی جوابات لکھی جاتی ہے۔ دوسرا رجسٹر وہ ہے جس میں سائل کے سوالات اور دار الافتاء کی جانب سے بھیجے گئے جوابات کی مکمل نقل پوری صحت وصفائی کے ساتھ کیجاتی ہے اور پھر جوابات پر ''دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور''

کی مہر لگا کر اس کو روانہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ رجسٹر ''فتاویٰ مظہریہ'' کے نام سے موسوم ہیں۔

مظاہر علوم کا یہ نادر اور بیش قیمت علمی و دینی خزانہ دراصل فقہ اسلامی کی ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے جو سو سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے اور اس تعداد میں بڑی تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔

اس ذخیرہ میں بہت سے سوالات کے جوابات بڑے محققانہ اور عالمانہ طرز پر ایسی تفصیل کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں جس کی بناء پر ان کی حیثیت مستقل تالیف اور مستقل کتاب کی بن گئی ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ مظاہر علوم میں نقل فتاوی کا آغاز ۱۳۲۷ھ سے ہو گیا تھا اور اس زمانہ کے حضرات اہتمام کے ساتھ فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ رکھتے تھے۔ جب کہ دارالعلوم دیوبند میں اس کی شروعات دو سال بعد ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔

دارالافتاء کی جانب سے مستفتیان کرام کے لئے جو اصول بنائے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سائل خود واقعہ سے واقف ہو یا واقف کو ساتھ لائے۔

(۲) تحریری جواب کیلئے صاف خط میں واقعہ کو لکھوا کر پیش کریں۔

(۳) کاغذ اپنا لاویں مفتی صاحب کو یا مدرسہ کو زیر بار نہ کریں۔

(۴) چونکہ سوال پیش ہونے کے بعد جواب اور تصدیقات اور نقل —— کے لئے چند روز لگتے ہیں۔ اسلئے فوری جواب کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ ورنہ فتویٰ میں غلطی کا احتمال ہے کہ جلدی میں دستخط بھی دوسروں کے نہ ہو سکیں گے اور نہ ہی غور کا موقعہ مل سکے گا۔

(۵) کسی فتوی یا فرائض کی بابت حاضری عدالت کی مفتی صاحب کو تکلیف نہ دی جائے۔

(۶) فتویٰ خود سائل لیکر مفتی صاحب سے ملے۔ غیر ذمہ دار کے ہاتھ نہ بھیجا جائے۔ ورنہ جواب کی ذمہ داری نہیں۔ نہ کسی طالب علم یا مدرس مدرسہ کے ہاتھ بھیجا جائے کہ بعض امور قابل استفسار اجنبی سے حل نہیں ہو سکتے۔

(۷) کارڈ میں تین اور لفافہ میں پانچ سے زیادہ سوالات نہ ہونے چاہئیں۔

نقل فتاویٰ کے سلسلہ میں ایک قانون

۱۳۸۶ھ میں دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے ایک جدید قانون یہ بنایا گیا کہ دارالافتاء سے دیئے جانے والے کسی بھی فتوے کی نقل غیر مستفتی کو نہ دی جائے کہ اس میں بعض مفاسد کا خطرہ ہے۔ بعض مصالح اور احوال کے پیش نظر حضرت شیخؒ نے یہ تجویز درج ذیل الفاظ میں مرتب فرمائی تھی۔

از زکریا عفی عنہ۔ بخدمت حضرات مفتیان مدرسہ بعد سلام مسنون

فتوی کے سلسلہ میں نہایت ضروری امر یہ ہے کہ بغیر نقل کے کوئی فتویٰ نہ جانا چاہئے۔ اگر مستفتی کا تقاضہ ہو تو اس کو کہہ دیا جائے کہ استفتاء دوسری جگہ کر لے۔ بغیر نقل جانا قانون مدرسہ کے خلاف ہے۔

نیز اصل استفتاء کسی کی طلب پر ہرگز نہ بھیجا جائے۔ اگر کوئی اصل استفتاء طلب کرے تو اس کو انکار کر دیا جائے اور نقل بھی کسی دوسرے شخص کو بغیر مشورہ ناظم صاحب و اکابر مدرسہ نہ بھیجی جائے۔ بلکہ کہہ دیا جائے کہ مستفتی سے طلب فرمالیں۔ مدرسہ کو مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں کہ فتاویٰ کی بار بار نقل بھیجی جائے

زکریا عفی عنہ ۲۳ رجب ۱۳۸۶ھ [1]

فتاویٰ خلیلیہ کی ترتیب واشاعت

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں اس کے دارالافتاء سے صادر ہونے والے فتاویٰ کے عظیم الشان قلمی مجموعے (خطی نسخے) بڑی تعداد میں محفوظ ہیں۔

ان مجموعہ جات میں قابل قدر مجموعہ ان فتاویٰ کا بھی ہے جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے تحریر فرمودہ ہیں۔ حضرت شیخؒ نے اپنی حیات میں پوری احتیاط اور اہتمام کے ساتھ یہ فتاویٰ مرتب کرا کر فتاوی خلیلیہ کے نام سے ان کی طباعت واشاعت مدرسہ کی جانب سے کرائی تھی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی اور راقم سطور کے

[1] تاریخ مظاہر جلد دوم ۳۴

قلم سے اس مجموعہ پر تین مقدمات بھی لکھے گئے ہیں۔ پاکستان میں یہ مجموعہ المعہد الخلیل الاسلامی کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

کتب خانہ

ایشیا کے عظیم الشان علمی و دینی کتب خانوں میں ایک ممتاز مقام مظاہر علوم کے کتب خانہ کو حاصل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس کی مختصر اور ضروری تاریخ لکھدی جائے۔

۱۲۸۲ھ میں مظاہر علوم کے آغاز پر ہی یہ کتب خانہ قائم ہو گیا تھا۔ ابتدا میں اس کے لئے صرف ایک کمرہ تھا جس میں کتابیں جمع رہتی تھیں۔ لیکن جس تیز رفتاری سے مظاہر علوم کے دیگر شعبہ جات میں اضافہ ہوا۔ کتب خانہ میں بھی وسعت ہوتی گئی اور مختصر سے عرصہ میں اتنی بڑی مقدار کتابوں کی جمع ہوگئی کہ اس کی وجہ سے یہ کمرہ ناکافی ہو گیا۔ اور ارباب مدرسہ کو جدید عمارت کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی۔

چنانچہ ۱۳۲۵ھ میں اس کے لئے شمالی سہ دریوں پر ایک بڑا کمرہ بنوایا گیا۔ اٹھائیس ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ دو فروری ۱۹۰۸ء یکشنبہ اس عمارت کی تاریخ تاسیس ہے۔ مشائخ وقت اور سرپرستان مدرسہ کے بابرکت ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ میں یہ عمارت مکمل ہوئی۔

اس تعمیر کے جملہ اخراجات عالی جناب الحاج سر رحیم بخش صاحب پریزیڈنٹ ریاست بھاولپور و سرپرست مدرسہ نے مرحمت فرمائے تھے۔ اس تعمیر کا مادۂ تاریخی یہ ہے۔

عمرّ حاج رحیم بخش	قصر حصر فیہ الخیر
رب ارحمہ بارک فیہ	وقولوا قصر فیہ الخیر

۱۳۲۶ھ

یہ قطعۂ تاریخ آج بھی مظاہر علوم کتب خانہ میں آویزاں ہے۔

۱۳۵۴ھ میں کتابوں کی مجموعی تعداد (۱۷۶۸۵) تھی جب کہ اس تعداد میں ہر روز

اضافہ ہو رہا تھا اسلئے کتب خانہ میں مزید توسیع کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ یکم صفر ۱۳۷۴ھ پانچ مئی ۱۹۵۵ء یکشنبہ کے اجتماع سرپرستان میں اس جدید تعمیر کا منصوبہ اتفاق رائے سے پاس ہوا اور ماہرین تعمیرات سے مشوروں کے بعد چھ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ چہار شنبہ میں اس تعمیر کا افتتاح ہوا۔

۱۳۷۱ھ میں کتب خانہ میں مزید توسیع کر کے ایک بڑے کمرہ کا اضافہ کیا گیا۔ حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے ایک مخلص حاضر باش جناب حاجی زندہ حسن صاحب تائب ساکن محلہ شاہ بہلول سہارنپور نے اس جدید تعمیر کے موقعہ پر تاریخی قطعہ کہا۔

قطعۂ تاریخ کتب خانہ کمرہ اندرونی۔

از نتیجۂ فکر حاجی زندہ حسن تائب ساکن محلہ شاہ بہلول، سہارنپور

بہت مشکل تھی گر چہ فکر تاریخ — و لیکن ہوگئی آسان ہمدم
دعائے حضرت اسعد کا صدقہ — ہوئے یہ مصرعے مجھ سے فراہم
کہ ہیں وہ حامل حکم الٰہی — مطیع باعث تخلیق آدم
ادیب و نکتہ دان و عارفِ حق — فقیہ و بے ریا نور مجسم
خلیق و محسن و مسعود اسعد — وحید عصر داناؤ معظم
ہوا خادم کو یہ ارشاد عالی — کتب خانہ کا سن بھی ہے مقدم
خیال آیا کروں تعمیل ارشاد — مگر ہوں جاہل و ناداں مسلم
رہا سردر گریباں بہر تاریخ — مفکر ششدر و باچشم پرنم
کہ تائب غیب سے آواز آئی — کتب خانہ بنا دلچسپ عالم

۱۳۷۱ھ

۱۳۷۸ھ میں تمام کتب خانہ میں لوہے کی مضبوط الماریاں نصب کرائی گئیں۔ اور نوادرات و مخطوطات محفوظ رکھنے کے لئے بارہ الماریاں چوبی تیار کرائی گئیں۔ مجموعی طور پر اس وقت مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد کتابیں ہیں۔ جن میں کئی ہزار کتابیں مخطوطات و نوادرات کی شکل میں ہیں۔ یہ تمام کتابیں بائیس علوم وفنون پر

مشتمل ہیں یہ عظیم کتب خانہ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ہندی، تامل، گجراتی، بنگلہ، پنجابی، تلگو، جرمنی، فرانسیسی، پشتو، برمی، ترکی زبان کی کتب پر مشتمل ہے۔

کتابوں کا یہ ذخیرہ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ

اندک اندک خیلے گردد   قطرہ قطرہ سیلے گردد

کے طور پر جمع کیا گیا ہے۔ لیکن بعض ارباب ہمت و عزیمت ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی برسوں کی کمائی اور ساری عمر کا ذخیرہ مظاہر علوم میں وقف کر دیا۔ اور اس احسان کے اعتراف میں ذرا تامل نہیں کہ ان کے اس ایثار و سخاوت سے کتب خانہ میں قیمتی اور وقیع کتابوں کا اضافہ ہو کر وہ مزید مستحکم بنا۔

ہم یہاں مختصر طور پر ایسے افراد کی فہرست پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی کتب خانے وقف فرما کر مظاہر علوم کے کتب خانہ کی حیثیت اور قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔

(۱) ۱۳۲۵ھ میں جناب منشی عبدالعزیز خان صاحب رئیس محلہ شاہ بہلول سہارنپور نے اپنے کتب خانہ سے ایکسو ستاون کتب کا ایک قیمتی ذخیرہ مدرسہ میں داخل فرمایا۔ اس ذخیرہ میں اکثر کتابیں قلمی ہیں اور بعض مطبوعہ، اس عطیہ میں مرأۃ المسائل محمد شاہی، انشائے فراست، دیوان صائب، دیوان نویدی، دیوان غنی، آداب الصالحین، (تالیف شاہ عبدالحق صاحب محدث) ترجمہ کنز الدقائق، شرح عقائد نسفی، میبذی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۲) ۱۳۲۶ھ میں جناب الحاج حکیم سید محمد اسحٰق صاحب و حکیم سید محمد یعقوب صاحب سہارنپوری نے اپنا عالی شان اور قیمتی کتب خانہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے وقف کیا۔ یہ کتابیں مجموعی اعتبار سے (۱۳۵۵) تھیں یہ تمام کتابیں (سوائے چند کے) خوشخط اور قلمی ہیں۔

یہاں تاریخی اعتبار سے یہ بات بطور خاص نوٹ کرنے کی ہے کہ کتابوں کا یہ عظیم اور بیش قیمت ذخیرہ وہ ہے جو ہمارے جد امجد مولانا میر عصمۃ اللہ صاحب سہارنپوری سے ان حضرات وقف کنندگان کو بطور وراثت حاصل ہوا تھا۔ اور ان میں متعدد کتابیں شاہان مغلیہ کے کتب خانہ کی ہیں جن پر ان کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔

۱۳۴۲ھ میں دوبارہ اپنے کتب خانہ کے بہت سے نوادرات اوراہم مخطوطات ان حضرات نے مدرسہ میں وقف کیئے۔

(۳) نیز اسی سال ۱۳۲۶ھ میں حضرت امام ربانی محدث گنگوہی کے ذاتی کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ صاحبزادہ مولانا حکیم مسعوداحمد صاحب نے مظاہرعلوم میں وقف کیاان میں اکثر کتابیں وہ تھیں جوخواص اہل علم نے محدث گنگوہی علیہ الرحمہ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کی تھیں کہ حضرت ان میں درس دیا کریں۔ان وقف کردہ کتابوں میں بخاری شریف مطبوعہ احمدی،اور مطبوعہ مصر مسلم شریف (مطبوعہ انصاری، احمدی اور کشوری) ابوداؤد، ترمذی فتح الباری مظاہرحق وغیرہ شامل ہیں۔

(۴) مولانا حافظ احمد صاحب رامپوری۔ مولانا محمد صاحب اور مولانا محمود صاحب رامپوری نے ۱۳۲۸ھ میں اپنا کتب خانہ وقف فرمایا۔ یہ کتابیں عددی اعتبار سے (۲۱۳) تھیں۔تمام کتابیں تقریباً قلمی ہیں۔اس عطیہ سنیہ میں عنایہ شرح ہدایہ،نسائی،ترمذی،تیسیر القاری شرح بخاری، فتح العزیز حسینی، کرمانی، فتح القدیر جیسی اہم کتابیں بھی ہیں۔

(۵) ۱۳۳۱ھ میں حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنا قیمتی کتب خانہ دوحصوں پر تقسیم فرما کر دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں وقف فرمایا۔جس کی اطلاع ارباب مدرسہ کوآپ کی جانب سے ایک خط کے ذریعہ بایں الفاظ دی گئی کہ!

احقر نے کتب مملوکہٗ خود مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کے لئے بشرط انتفاع خودتا حیات مع ایک الماری کے وقف کر کے سب پر یہ عبارت لکھدی ہے کہ الوقف علی مدرسة مظاهر علوم فی السهارنفور بشرط انتفاع الواقف الی حیاته۔

اطلاع کے لئے یہ یادداشت خدمت میں بھیجتا ہوں کہ مدرسہ میں محفوظ رہے۔ تاکہ واقف کے بعد جوصاحب مہتمم ہوں وہ یہاں سے منگا کر مدرسہ میں داخل کردیں۔ فقط

لیکن ۱۳۳۶ھ میں یہ کتابیں حضرتؒ نے اپنی حیات میں خود ہی داخل مدرسہ فرمادیں اور

آپ نے اپنے طور پر اس کا اتنا اہتمام فرمایا کہ مستقل اس کے لئے ایک الماری تیار کرا کر بھیجی تا کہ یہ تمام کتابیں اس میں جمع رہیں۔ ماہنامہ الامداد۔ ماہنامہ الرشید، ماہنام القاسم وغیرہ کی فائلوں اور دیگر بیش قیمت کتابوں کے علاوہ اس ذخیرہ میں حضرت کی ایک تالیف ''سائنس اور اسلام کا قلمی خوش خط نسخہ بھی ہے۔

(۶) مولانا الحاج قمر الدین صاحب استاذ مدرسہ (م ۱۳۳۴ھ) کی وصیت کے مطابق ان کا ذاتی کتب خانہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے منشی ظہور احمد صاحب نے مدرسہ میں وقف کیا۔

(۷) مولانا عبد اللہ گنگوہی (م پندرہ رجب ۱۳۳۹ھ) مصنف تیسیر المبتدی، وتیسیر المنطق، استاذ مدرسہ مظاہر علوم نے وصیت کی تھی کہ میری تمام کتابیں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پہنچا دینا۔ چنانچہ مولانا کی وصیت کے مطابق ان کا کتب خانہ الحاج متولی محمد جلیل صاحب رئیس کاندھلہ کے ذریعہ مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ اس میں بعض مطبوعات، اور متعدد مخطوطات اہم اور بیش قیمت ہیں۔

(۸) مولانا نجف علی صاحب سہارنپوری ممبر مدرسہ ـــــــ کا ذاتی کتب خانہ بھی ۱۳۴۵ھ میں وقف ہو کر آیا۔ یہ چار سو چون کتابوں پر مشتمل تھا۔ اس میں مطبوعات اور مخطوطات دونوں ہیں مخطوطات میں مشکوٰۃ شریف، مصابیح القلوب، ابن ماجہ، مسوی، قرآن پاک، تفسیر عباسی، تفسیر یعقوب چرخی، تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ کتابیں اہم اور قیمتی ہیں۔

(۹) محدث سہارنپوری حضرت مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب (متوفی ۱۰ر ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ) کے عظیم الشان کتب خانہ میں سے کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ مظاہر علوم کے کتب خانہ میں منتقل ہوا۔ اس میں مطبوعات میں حجج القرآن، کشف الظنون، زرقانی مکمل اتقان، تذکرۃ الحفاظ، عینی شرح کنز، فتح الباری مصفی، ومسوی، اور مخطوطات میں فتح الباری، حمد اللہ مطول وغیرہ شامل ہیں۔

(۱۰) مولانا حکیم مختار احمد صاحب سہارنپوری (م ۳۰ر شعبان ۱۳۸۷ھ) کے کتب خانہ کا مجموعی ذخیرہ ان کی وصیت کے مطابق مدرسہ میں داخل کیا گیا۔

(۱۱) آخری سالوں میں حضرت شیخؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے اپنے کتب خانہ سے بڑی تعداد میں منتخب کتابیں مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ کو مرحمت فرمائیں۔

مظاہر علوم اپنے تمام محسنین کا تہِ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس کتب خانہ کو ایشیا کا عظیم الشان اور وقیع علمی و دینی کتب خانہ بنانے میں بھرپور اعانت فرمائی۔

اراکین مجلس انتظامیہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن نے بھی اس بارے میں ہمیشہ گہری دلچسپی اور دلی تعلق کا اظہار کرتے ہوئے اپنی مطبوعات مدرسہ کو مرحمت فرمائیں۔

چنانچہ ۱۳۲۶ھ میں اراکین ادارہ نے ارباب مدرسہ کو اپنے یہاں کے اس منظور شدہ قانون سے مطلع کیا تھا کہ!

''جو کتاب مطبع ہٰذا میں جدید طبع ہو مفت مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو ہمیشہ بھیجی جایا کرے''

چنانچہ اس قانون کی رو سے بڑی قیمتی اور مفید کتابیں مظاہر علوم میں آئیں۔ کتاب الکنی والاسماء کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر و ابی بکر فی رجال البخاری، قرۃ العین فی ضبط اسماء رجال الصحیحین، کتاب الفائق فی غریب الحدیث، تعجیل المنفعۃ مشکل الآثار، تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ دستور العلماء (چار جلدوں میں) وغیرہ وغیرہ اسی قانون کے تحت دائرۃ المعارف کی جانب سے مدرسہ میں آئیں۔

جامعہ مظاہر علوم کا یہ کتب خانہ بائیس علوم وفنون پر مشتمل ہے جن کی ترتیب یہ ہے، حدیث رجال، تفسیر، تجوید، ادب، اصول فقہ، تاریخ، تصوف، ریاضی، صرف، نحو، منطق، فقہ، عقائد، فرائض، لغت، معانی، طب، عروض، وعظ، مناظرہ، متفرقات۔

۱۳۲۳ھ میں کتب خانہ کا جو دستور العمل طبع ہوا تھا۔ اس کے مندرجات پر آج بھی عمل درآمد ہوتا ہے وہ دستور العمل یہ ہے۔

(۱) جو صاحب کتب خانۂ مدرسہ میں کوئی کتاب داخل فرماتے ہیں وہ کتاب رجسٹر داخلہ کتب میں درج ہو کر معطی صاحب کو اسکی باضابطہ رسید دیدی جاتی ہے۔ بعد ازاں

سلسلۂ کتب کا نمبر کتاب پر ڈالکر اور مہر مدرسہ و نام معطی معہ تاریخ و ماہ و سنہ لکھ کر کتب خانہ کی اس پر چٹ لگادی جاتی ہے اس پر نمبر علم و نمبر شمار لکھ کر جس فن کی کتاب ہوتی ہے اسی میں داخل کردی جاتی ہے۔

(۲) ایک رجسٹر علم و فن کے اعتبار سے مرتب شدہ کتب خانہ میں موجود ہے جس میں نمبر کتاب و نام و فن و نام مصنف، مطبوعہ، اور بعض اطلاعات درج ہوتی ہیں تاکہ ہر شخص سہولت کے ساتھ ہر کتاب کو دیکھ سکے جو ترتیب رجسٹر میں ہے اسی ترتیب سے کتب رکھی ہوئی ہیں تاکہ تلاش میں وقت نہ ہو۔

(۳) جس کتاب کا صرف ایک نسخہ کتب خانہ میں ہو وہ کتاب کتب خانہ سے باہر نہیں جاسکتی بلکہ کتب خانہ میں اسکا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(۴) طلبائے مدرسہ ہذا کو جو کتب پڑھنے کے واسطے دی جاتی ہیں وہ تمام مع نام اور مکمل پتہ ایک رجسٹر میں درج کی جاتی ہیں۔ اور لینے والے کے دستخط کرالئے جاتے ہیں۔

(۵) جو طالب علم رخصت وغیرہ پر جاتا ہے تو اس کے لئے کتابیں کتب خانہ میں داخل کرنا ضروری ہے بعد واپسی پھر دیدی جاتی ہیں۔

(۶) جب کوئی کتاب واپس آتی ہے تو واپسی باقاعدہ درج رجسٹر ہو کر دستخط محافظ کتب خانہ ہونا ضروری ہے۔

(۷) کتابوں کی ترتیب حروف ابجد کے اعتبار سے علم وار دی گئ ہے اور اسی ترتیب سے الماریوں میں رکھی جاتی ہے۔

(۸) جو کتب جس سنہ میں داخل ہوتی ہیں ان کی فہرست مع نام و معطی اسی سنہ کی روداد سالانہ مدرسہ میں شائع کردی جاتی ہے۔

(۹) مدرسین وغیرہ فارغ وقت میں مختلف کتب کا مطالعہ کرتے ہیں نیز دیگر حضرات بھی اکثر کتب بینی کرتے رہتے ہیں۔

(۱۰) کتب خانہ کے کھلنے کا وقت صبح کو چار گھنٹہ اور شام کو دو گھنٹہ ہے جو اوقات مدرسہ کے تابع ہے۔ ہر شخص باجازت مہتمم مدرسہ بموجودگی محافظ کتب بینی کرسکتا ہے۔

(۱۱) بلا اجازت کتب خانہ میں کسی کو جانا منع ہے۔

(۱۲) طلبا اور اساتذہ کے علاوہ کسی کو مدرسہ کی کتاب کتب خانہ سے باہر لیجانے کا حق نہیں، البتہ اجازت ملنے پر کتب خانہ میں بیٹھ کر استفادہ کرسکتا ہے۔

یہ دستور العمل (جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا) ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوا تھا، اس سے قبل کتب خانہ کے متعلق جو اصول و قواعد بنائے جاتے وہ روداد میں بھی شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ' کی تجویز پر ایک قانون یہ بنایا گیا تھا کہ سہارنپور کے جو دوسرے مدارس وقتاً فوقتاً مدرسہ کے کتب خانہ سے کتابیں طلب کرتے رہتے ہیں ان کو وہ کتاب نہیں دی جائے گی جس کا صرف ایک نسخہ مدرسہ میں ہو۔ اور جن کتابوں کے متعدد نسخے ہونگے وہ بھی صرف چوبیس گھنٹے کے لئے دی جاسکیں گی۔ اس سے زائد وقت کے لئے نہیں ملے گی اس قانون کے الفاظ یہ ہیں۔

> واضح ہو کہ چونکہ بعض مدارس واقعہ خاص شہر سہارنپور سے کتب مدرسہ ہٰذا طلب کی جاتی تھیں اور ان کے دینے میں مدرسہ کا حرج واقع ہوتا تھا اسلئے جلسہ ہوکر رائے ممبران یہ قرار پائی کہ جس کتاب کا صرف ایک نسخہ ہے وہ کسی کو نہ دیا جائے اور جس کتاب کے چند نسخے ہیں ان کی دو حالت ہیں ایک درسی دوسری غیر درسی، جو درسی ہیں وہ اس شرط سے دی جائیں کہ جب (اہل مدرسہ کو) ضرورت ہوگی۔ چوبیس گھنٹہ پہلے اطلاع ہونے پر واپس لیجاویگی۔ اور غیر درسی چوبیس گھنٹہ کے واسطے دی جاسکتی ہے۔
>
> لہٰذا بعد منظوری سرپرست مدرسہ یعنی حضرت مولانا مخدوم الانام جناب مولانا رشید احمد صاحب مدفیضہم واسطے اطلاع ہر خاص و عام کے مشتہر کیا جاتا ہے۔
>
> ناظم مدرسہ (روداد ۱۳۱۴ھ)

اس کتب خانہ عالیہ میں کتابوں کی ترتیب و تنظیم اور دیگر امور کے لئے متعدد رجسٹر بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ ہر جدید آمدہ کتاب کا اندراج پہلے رجسٹر سلسلہ وار میں ہوتا ہے اس کے بعد رجسٹر ردیف وار میں اور پھر رجسٹر علموار میں۔ اگر کتاب قلمی ہوتی ہے تو ان تینوں رجسٹروں میں

اندارج ہونے کے بعد چوتھا اندراج رجسٹر مخطوطات میں ہوتا ہے۔

اساتذہ طلبا اور دیگر مستفیدین کو کتابیں دینے کے لئے مستقل ایک رجسٹر برائے تقسیم کتب ہے جس میں کتاب لینے والے کا نام، کتاب کا نام، اس کی کیفیت وضع قطع اور تجلید کی نوعیت وغیرہ کا پورا ریکارڈ رکھ کر کتاب حوالہ کی جاتی ہے۔ اس موقعہ پر گیرندگان کتب کے دستخط بھی لئے جاتے ہیں۔

سال میں ایک مرتبہ ماہ شعبان میں تمام کتب خانہ کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے جو کتابیں کثرت استعمال سے بوسیدہ ہوتی ہیں ان کی درستگی اور قابل تجلید ہوں تو جلد سازی کرائی جاتی ہے۔ تعطیل کے زمانہ میں مدرسہ کے طلبا کی ایک بڑی تعداد ان کتابوں کی دیکھ بھال کرتی ہے جس کا معاوضہ بھی ان کو دیا جاتا ہے۔

مظاہر علوم کا یہ کتب خانہ صدہا نوادرات اور بیش قیمت مخطوطات پر مشتمل ہے۔ اس میں بڑی قدیم قدیم کتابیں اپنی جاذبیت، رعنائی اور کتابت وقلم کی تمامتر خوبیوں کے ساتھ محفوظ ہیں۔ کوئی کتاب اپنی قدامت کی وجہ سے ممتاز ہے اور کوئی اپنے طرز تحریر کے اعتبار سے منفرد ہے۔ شاہان مغلیہ کے دور کے مخطوطات، ان کے ذاتی کتب خانوں میں ایک عرصہ تک رکھی ہوئی ان کے دستخطوں اور مہر شاہی سے مزین بہت سی کتابیں یہاں محفوظ ہیں۔

اس عظیم الشان مرکزی کتب خانہ کے علاوہ جامعہ مظاہر علوم میں چار مکتبات (لائبریریاں) یہ بھی ہیں۔

(۱) مکتبہ شعبہ تخصص حدیث شریف

یہاں پر عالم عربی اور عالم اسلامی سے فن حدیث شریف پر شائع ہونے والی منتخب اور نادرۂ روزگار کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ یہ کتب متخصصین حدیث کے مطالعہ میں رہتی ہیں اور یہ اصحاب اپنے مقالات کی ترتیب میں اس مکتبہ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس مکتبہ میں تادم تحریر (۲۹۷۸) کتابیں ہیں جن میں ہر ماہ معتدبہ تعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

(۲) مکتبہ جمع الفوائد

حدیث شریف کی عظیم الشان اور بیش قیمت کتاب جمع الفوائد گذشتہ تین سال سے بعض علمائے مظاہر علوم کے زیر تحقیق و تعلیق ہے اسکے لئے مستقل ایک مکتبہ قائم ہے جس میں فن حدیث و رجال پر وقیع ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اس مکتبہ میں جمع شدہ کتب کی موجوہ تعداد (۹۰۷) ہے

(۳) مکتبہ تحفظ ختم نبوت

فرق باطلہ خصوصا رد قادیانیت اور ردعیسائیت پر اس مکتبہ میں جو کتب موجود ہیں وہ اس شعبہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے طلبا کیلئے مخصوص ہیں اس شعبہ کیلئے علوم دینیہ سے فارغ طلبا کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ان کو تحریری و تقریری طور پر فرق باطلہ کی تردید و سرکوبی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس شعبہ میں (٦۵۱) کتب کا ذخیرہ محفوظ ہے۔

(۴) مکتبہ شعبہ تخصص ادب عربی

یہاں بھی ادب عربی اور ادب اسلامی پر منتخب کتابیں اور علمی و دینی و ثقافتی مجلات و ماہنامے جمع ہیں اور ان میں معتد بہ تعداد میں ہر ماہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

انجمن ہدایت الرشید

قیام، محرکات اور خدمات

مظاہر علوم ایسے وقت میں قائم ہوا تھا جب یہاں مغربی استبداد اور انگریزی ریشہ دوانیاں زوروں پر تھیں۔ اور حکومت کافرہ کی تائید وحمایت کا سہارا لیکر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیار ہو رہی تھیں۔ اور یہ لوگ اپنی تحریروں اور تقریروں کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے تھے اسلئے علمی وتحقیقی انداز پر پورے دلائل کے ساتھ انکا مقابلہ کرنے کے لئے ابتدا سے ہی یہاں طلبہ کے لئے وعظ وتقریر اور مباحثہ ومناظرہ کی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔

مظاہر علوم کی قدیم روداد یں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دور اول میں بھی طلبا نے اپنی قوت مطالعہ اور حسن تربیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالص علمی طرز پر مخالفین اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شکست دی ہے۔ چنانچہ ۱۳۰۴ھ میں سہارنپور میں عیسائیوں اور اہل اسلام کے درمیان ہونے والے ایک مناظرہ کی تفصیل (جس کے نتیجہ میں ایک بڑی تعداد غیر مسلموں کی مشرف باسلام ہوئی) روداد مدرسہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

"اس علم کا نفع اہل شہر سہارنپور کو بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ کیونکہ جو پارسال مباحثہ طلبہ اس مدرسہ کا معاندین ومخالفین کے مقابلہ میں ہوا تھا ہر فرد بشر کو اظہر من الشمس ہے کہ طلباء مدرسہ ہٰذا نے کیسے کیسے جوابات مخالفین کو دندان شکن دیئے اور بارہا گفتگو میں تمام اہل ادیان باطلہ کو بند کر دیا۔ جس کے باعث مخالفین تنگ آئے اور اپنا وعظ موقوف کر دیا۔ اور اعتراضات اہل اسلام کو تسلیم کر لیا۔ اور جب کہ حقانیت اسلام واہل اسلام کا اور بطلان مذاہب معاندین کا سب کو ظاہر ہو گیا تو ایک جماعت کی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔ یہ نفع کس قدر سہارنپور کو پہنچا کہ جو مقصود علم سے اور مدرسہ سے ہے وہ مقصد اس مدرسہ سے ہویدا ہوا۔"[1]

---

[1] روداد مدرسہ ۱۳۰۵ھ (۱۱)

بہر کیف ذہنی اور علمی طور پر طلبا کو مستعد اور تیار رکھنے کا اہتمام یہاں شروع سے ہی ہو رہا ہے، لیکن اسی حد تک کہ جس میں ان کی تعلیم کا حرج و نقصان نہ ہو۔

اس کے بعد جیسے جیسے یہاں کے حالات سخت اور شدید ہوتے گئے اسی اعتبار سے اس چیز کی اہمیت اور شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ارباب مدرسہ نے اس چیز کو محسوس کیا کہ اس کام کے لئے مستقل ایک شعبہ کا قیام ضروری ہے بغیر اسکے بھر پور صلاحیت اور علم و مطالعے کے حامل افراد حالات اور ماحول کے مطابق میدان عمل میں جم نہ سکیں گے اور بغیر خصوصی تربیت و نگہداشت کے ان کو مناظرہ اور وعظ میں مہارت و بصیرت حاصل نہ ہو سکے گی، اسلئے ۲۲ر جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ مطابق دس مئی ۱۹۱۲ء میں ''انجمن ہدایت الرشید'' کا قیام عمل میں آیا۔ یہ زمانہ وہ ہے کہ ہندوستان میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ آریہ سماج اور شدھی تحریک اہل اسلام کے دین و ایمان سے کھیل رہی تھی اور مختلف طریقوں سے ان پر دباؤ ڈالکر اور بعض حالات میں اپنی طاقت و قوت استعمال کر کے ان کو کفر و ارتداد کے غار میں دھکیل رہی تھی۔ ہر دردمند اس وقت ان حالات سے مغموم اور فکر مند تھا اور اپنی کوشش کے مطابق اس طوفان کو روکنے میں لگا ہوا تھا۔ علماء و مشائخ وعظ و تقاریر اور پند و نصائح کے ذریعہ ایمان و یقین کی دعوت دے رہے تھے۔ دینی ادارے اور مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات علمی و تحقیقی طرز پر تعاقب کر کے ان داعیان کفر و الحاد کو بڑے بڑے میدانوں میں شکست دے رہے تھے اور دور دراز علاقوں میں وفود اور جماعتیں بھیج کر دینی ذمہ داریاں پوری فرما رہے تھے۔ ملک کی ایک مؤثر اور فعال دینی جماعت جمعیۃ علماء ہند بھی اس سلسلہ میں غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کا پورا پورا ثبوت دیکر دور اندیشی کے ساتھ اس فتنہ کا تعاقب کر رہی تھی۔ چنانچہ اکابر جمعیۃ علماء کی کوششوں سے گیارہ ہزار سے زائد مرتدین نے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کیا۔ دو ہزار سے زائد غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے۔ جگہ جگہ مدارس و مکاتب قائم ہو کر دینی تعلیم اور قرآن کی ترویج ہوئی ان تمام کاموں پر جمعیۃ علماء ہند نے تقریباً اسی ہزار روپیہ خرچ کیا۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے بھی احقاق حق کے اس فریضہ کی ادائیگی میں بھر پور جدو جہد کر کے باطل قوتوں کا مقابلہ کیا۔ وعظ و تقریر، مباحثے و مناظرے اور مذہبی جذبات سے بھر پور

لٹریچر کے ذریعہ پورے ملک میں ایک نئی انقلابی روح پھونک دی۔

مظاہر علوم کی جانب سے باقاعدہ تنظیمی طور پر علاقۂ ارتداد میں تبلیغی کام کا آغاز اپریل ۱۹۲۳ء میں شروع ہوا۔ آریہ سماج اور ارتداد کے خلاف علمائے مظاہر علوم جو منظم تحریک لیکر اٹھے تھے اس کو اور زیادہ مؤثر و مضبوط بنانیکے لئے مظاہر علوم کی جانب سے اس وقت تک کے تمام فضلاء اور فارغین کی خدمات طلب کرلی گئی تھی اور ان کو ذہنی طور پر پوری قوت کے ساتھ عملی میدان میں اترنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر ادارۂ اہتمام کی جانب سے جو اعلان اس مقصد کے لئے اخبارات ورسائل میں شائع ہوا وہ یہ تھا۔

مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے تعلیم یافتہ حضرات کو ضروری اطلاع

مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کی اٹھاون سالہ عمر میں جن حضرات نے تعلیم پائی ہو وہ براہ نوازش اپنی مفصل کیفیت تحریر فرمادیں۔ کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ کس مشغلہ میں رہے اور اب کیا کر رہے ہیں۔؟ اور ہم کو آتش ارتداد کے بجھانے میں کہاں تک مدد دے سکتے ہیں۔ جوابات بہت جلد مدرسہ پہنچنا چاہئیں۔ المشتہر (حضرت مولانا) خلیل احمد

(حضرت مولانا) عنایت الٰہی (حضرت مولانا) عبداللطیف

یہ اعلان جامعہ مظاہر علوم کی جانب سے سترہ اپریل ۱۹۲۳ء میں جاری ہوا۔ اور متعدد اخبارات زمیندار لاہور خلافت بمبئی۔ الخلیل بجنور، ہمدم لکھنؤ، مدینہ بجنور، علی گڑھ گزٹ، سیاست لاہور وغیرہ میں کثرت سے شائع ہوا۔

جن حالات میں اس انجمن کا قیام عمل میں آیا اس کا کچھ مزید اندازہ انجمن ہدایت الرشید کے ایک تعارفی کتابچہ الذکر السعید فی احوال انجمن ہدایۃ الرشید کی ان سطور سے لگایا جاسکتا ہے۔

آج کل شدھی و سنگھٹن کی موجودہ سرگرمیاں مسلمانوں کی جان و مال سے گزر کر ان کے ایمان واسلام پر نہایت شرمناک حملے کر رہی ہیں۔ اور ارتداد کے عالمگیر

فتنہ نے مسلمانوں کے جذبات ملیہ کو ایسا مجروح کیا ہے کہ جس کا اندمال یقیناً ناممکن ہے بالخصوص شرانگیز و گمراہ کن فرقہ آریہ سماج نے شدھی و سنگھٹن کے ماتحت مسلمانوں اوران کے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر سیکڑوں بیجا الزامات قائم کر کے سادہ لوح و جاہل مسلمانوں کو نور اسلام سے نکالکر ظلمت کفر میں ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری و بے توجہی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ ہاں! البتہ علمائے اسلام کی بار بار کی چیخ و پکار نے اس قدر ضرور احساس پیدا کیا کہ ایک مرتبہ فوری جوش کے ساتھ تمام ملک میں سیکڑوں انجمنیں مجلسیں عرصہ شہود میں آئیں اور خوب سرگرمیاں دکھلائیں مگر افسوس کہ چند روز بعد وہ بھی تغافل مسلم کی شکار ہوگئیں جن میں سے بعض بعض اب تک نیم جان مسلمانوں کی اولوالعزمی و کرم نوازی کی طرف چشم براہ ہیں۔ انہیں میں سے ایک انجمن ہدایت الرشید، متعلقہ مدرسہ مظاہر علوم ہے۔ جس کے مفید کارنامے اور تبلیغ اسلام کی بیش بہا خدمات نے اس کو اپنے ابنائے جنس میں ممتاز و مشہور کر رکھا ہے۔ راجپوتانہ کے آتش ارتداد کو فرو کرنے کے لئے اس انجمن کی جد و جہد، جانفشانیاں کیسی مقبول بارگاہ ہوئیں کہ اس کفرستان میں سیکڑوں کفار خداوند قدوس کو معبود ازلی تسلیم کرتے ہوئے سچے اور پکے مسلمان بن گئے اوران کے بچوں و بچیوں کیلئے اکثر گاؤں میں مدارس و مکاتب اسلام قائم کئے گئے۔ [1]

اراکین انجمن

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے اسم مبارک سے برکت حاصل کرتے ہوئے اس انجمن کا نام ''انجمن ہدایت الرشید'' رکھا گیا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اس انجمن کے صدر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری ناظم اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی نائب ناظم تھے۔

[1] الزکر السعید فی احوال ہدایت الرشید ۲

تحریری واشاعتی امور کی نگرانی اور سالانہ کوائف کی ترتیب مولانا نور محمد خاں صاحب مناظر مدرسہ کے ذمہ تھی۔

اصول وقواعد

انجمن ہدایت الرشید اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ان اصولوں پر عمل کرتی تھی۔

(۱) مذہب اسلام کے پاک اور سچے اصول کو تشنگان ہدایت کے سامنے پیش کرنا

(۲) مسائل اعتقادی کی تصحیح اور سادی شرح کرنا اور شکوک وشبہات کا تسلی بخش ازالہ کرنا۔

(۳) مذاہب باطلہ کے مسائل واعتقادات جو عقل سلیم وفطرت انسانی کے بالکل خلاف ہیں ان کی حقیقت مہذب الفاظ میں واضح کرنا اور بتلانا کہ حقیقی نجات کا حصول صرف اس طرح ممکن ہے کہ مذہب اسلام کو شمع راہ بنایا جائے۔ نیز یہ کہ اسلام کا آغوش ہر طالب حق کیلئے آغوش رحمت ہے۔ ہر مذہب وملت اور ہر قوم کا آدمی اس میں داخل ہو کر پچھلے تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

(۴) دین اسلام کی تحریراً وتقریراً اشاعت کرنا۔

ان مذکورہ اصولوں کے مطابق انجمن کے اراکین وذمہ دار حضرات محنت وجد وجہد کرتے تھے۔ اس انجمن نے جن حضرات کی خصوصی طور پر تربیت کی اور جن کو مناظرہ ومباحثہ کے اصول وآداب سے واقف بنا کر ہر آڑے وقت کے لئے تیار کیا ان میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔

(۱) مولانا عبداللطیف صاحب (۲) مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری (۳) مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی (۴) مولانا منظور احمد خاں صاحب سہارنپوری (۵) مولانا قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی (۶) مولانا عبدالشکور صاحب کیمبل پوری (۷) مولانا الحاج الشاہ محمد اسعداللہ صاحب (۸) مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی (۹) مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (۱۰) مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی (۱۱) مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی (۱۲) مولانا جمیل الرحمٰن صاحب امروہوی (۱۳) مولانا مفتی محمود داؤد صاحب برما (۱۴)

مولانا اخلاق احمد صاحب سہارنپوری (۱۵) مولانا جواد حسین صاحب (۱۶) مولانا رشید احمد صاحب (۱۷) مولانا الطاف حسین صاحب (۱۸) مولانا عبدالخالق صاحب (۱۹) مولانا ہدایت علی صاحب بستوی (۲۰) مولانا نذیر احمد صاحب سیالکوٹی (۲۱) مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی (۲۲) مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی (۲۳) مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی (۲۴) مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (۲۵) مولانا وجیہہ الدین صاحب ٹانڈوی (۲۶) مولانا ممتاز احمد صاحب تھانوی۔

یہ سب حضرات خود بھی آپس میں مشترکہ طور پر مناظرے و مباحثے کرتے، علمی مجالس منعقد کرتے اور مثبتین منکرین دو جماعتوں میں تقسیم ہوکر بطور مشق و امتحان ذہنی طور سے مستعد اور تیار ہوکر ایک دوسرے کی معلومات میں اضافے کرتے رہتے تھے۔ کسی خصوصی مہمان کی آمد پر جب جلسہ استقبالیہ یا اعزازی اجتماع منعقد کیا جاتا تو اس میں بھی انجمن ہدایت الرشید کی جانب سے مجلس مناظرہ منعقد ہوتی، تاکہ معزز مہمان بھی اس سے محظوظ ہوں۔ ایک ایسے ہی موقعہ پر جب آنریبل شیخ محمد صادق وزیر سیاست خیر پور سندھ مظاہر علوم کے معائنہ کے لئے آئے تو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ نے ہندو مذہب کے عقیدۂ تناسخ (آواگون) پر مناظرہ کیا اور آدھ گھنٹہ تک یہ علمی مجلس جمی رہی جس کو آنریبل موصوف نے بہت توجہ و غور سے سنا۔ اور طرفین کے دلائل و حاضر جوابی سے بہت محظوظ ہوئے۔

ان کے علاوہ طلبہ کی بھی ایک جماعت تقریر و مناظرہ کی تربیت حاصل کرتی تھی جس کی تعداد کم و بیش سو رہتی تھی۔

جائزۂ خدمات

اس انجمن کے تربیت یافتہ حضرات نے آریہ سماج کے کارکنوں اور قادیانیوں سے اہل بدعت اور غیر مقلدین سے بکثرت مناظرے کئے جن کی تفصیلی رپورٹ اخبارات میں شائع ہوا کرتی تھی۔ یہاں پر چند مناظروں کی روداد مختصر طور پر لکھی جاتی ہے تاکہ ہمارے قارئین"

لسانی جہاد" کے اس پہلو سے بھی واقف ہو جائیں۔

(۱) ایک مرتبہ میرٹھ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور مولانا اخلاق احمد صاحب مظاہری تشریف لے گئے اور آریوں کے مشہور مناظر پنڈت دھرم بھکشو سے الہامیت قرآن مجید اور وید پر مناظرہ ہوا۔ اس موقعہ پر پنڈت جی نے پانچ ہزار افراد کے عظیم مجمع میں اس بات کا اعتراف کیا کہ نجات کے لئے وید پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔

اس مناظرہ کے مفصل کاروائی اور چشم دید حالات۔ روزنامہ لکھنؤ، روزنامہ سیاست لاہور، روزنامہ زمیندار لاہور، روزنامہ الخلیل بجنور، میں شائع ہوئے۔

(۲) ۱۹، ۲۰ رشعبان ۱۳۴۱ھ میں قصبہ ڈمکول ضلع مرشد آباد میں اہل بدعت سے مناظرہ ہوا۔ موضوع مناظرہ جمعہ فی القریٰ تھا۔ مظاہر علوم کی جانب سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ، مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی استاذ مدرسہ اور مولانا نور محمد خاں صاحب مبلغ و مناظر تشریف لے گئے۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس کی نگرانی میں یہ مناظرہ منعقد ہوا۔ مولانا نور محمد صاحب نے قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے جمعہ فی القریٰ کے عدم جواز کو ثابت کیا۔ ڈھائی گھنٹہ تک مجلس مناظرہ جمی رہی اس عرصہ میں مولانا موصوف نے فریق ثانی سے بارہ مطالبے کئے۔ لیکن ادھر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ آخر کار سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کھڑے ہوکر حضرات علمائے مظاہر علوم کی تعریف و تحسین کرتے ہوئے ان کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔

(۳) ایک مرتبہ شملہ میں قادیانیوں سے زبردست مناظرہ ہوا جس میں شرکت کیلئے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب تشریف لے گئے۔ مولانا مفتی محمود صاحب (حال مفتی اعظم برما) جو ان حضرات کے شریک سفر تھے اس مناظرہ کی تفصیلات اس طرح بیان کرتے ہیں!

"ایک مرتبہ شملہ میں قادیانیوں سے مناظرہ کیلئے حضرت الاستاذ مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو شرکت کی دعوت ملی حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی نے حضرت الاستاذ کاملپوری قدس سرہٗ

سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت بھی تشریف لے چلیں چنانچہ حضرت الاستاذ قدس سرہٗ نے قبول فرمالیا ہ اس خادم نے بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ خادمانہ شریک ہونے کو نعمت سمجھا مناظرہ سے دوروز قبل صبح وشام مذاکرہ ہوا کرتا تھا حضرت الاستاذ قدس سرہٗ سے استفادہ کا اہل علم کو خوب موقع نصیب ہوا مناظرہ کے روز جب جلسہ گاہ جانے کا وقت ہوا تو حضرت الاستاذ مولانا اسعد اللہ صاحب نے میرے ذریعہ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ حضرت اپنی دستار مبارک عنایت فرمائیں تا کہ برکت کیلئے مناظرہ کے وقت سر پر باندھ لوں میں جب درخواست لیکر پہونچا تو تواضعاً فرمانے لگے کہ شیخ میرے دستار میں برکت کہاں؟ یہ تو ان کا وہم ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت جب انکی خواہش ہے تو اسکو پورا کرنے میں کیا حرج ہے فوراً ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ لو، سر مبارک سے دستار اتار کر میرے حوالہ فرمادی، میں نے خوشی خوشی مولانا کی خدمت میں پیش کردی جس کو جلسہ میں جانے سے قبل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے نہایت عزت واحترام سے سر پر باندھا وقت مقررہ پر مناظرہ شروع ہوا میں اپنی زندگی میں بہت سے مناظروں میں شریک ہوا ہوں مگر جو بات حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے مناظروں میں دیکھی وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آئی روانی تقریر برجستہ ٹھوس اور مدلل جواب میں حضرت مولانا کی طرح جامع الصفات کسی اور مناظر کو نہیں دیکھا اس مناظرہ میں بھی حسب معمول میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے قریب حاضر تھا کہ حوالہ پیش کرتے وقت جس کتاب کی ضرورت ہو فوراً حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کردوں حضرت الاستاذ مولانا عبد الرحمان صاحب قدس سرہٗ پچھلی نشست پر تشریف فرما تھے قادیانی مناظر نے حسب عادت دجل وفریب سے کام لیکر اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے مسلم شریف کا غلط حوالہ دیا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت الاستاذ سے دریافت کرو کہ کیا یہ حدیث مسلم شریف میں ہے میں نے

حضرت کی خدمت میں آہستہ سے عرض کیا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مسلم شریف کا حوالہ سراسر غلط ہے یہ حدیث مسلم شریف میں کہیں نہیں ہے جونہی حضرت قدس کا جواب حضرت مولانا نے سنا تو جوش میں آکر کرسی پر کھڑے ہوگئے اور مسلم شریف جو وہاں رکھی ہوئی تھی دونوں ہاتھ میں لیکر بلند آواز سے فرمایا کہ یہ مسلم شریف ہے مقابل نے جس حدیث کو مسلم شریف کے حوالہ سے اپنے مدعا میں پیش کیا ہے وہ حدیث مسلم شریف میں کہیں نہیں ہے اگر ہو تو برائے کرم مدعی دکھلادیں ورنہ مجمع عام میں اپنے کذب کا اقرار کریں جیسے ہی مولانا نے اسکا اعلان فرمایا اہل حق میں خوب جوش و خروش پیدا ہوا اور نعرۂ تکبیر سے جلسہ گاہ گونج اٹھی اور مخالف قادیانی مناظر روسیاہ ہوا۔

دیکھئے حضرت الاستاذ کا یہ دعویٰ کہ مسلم شریف میں یہ حدیث نہیں ہے کوئی معمولی دعویٰ نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مسلم شریف جیسی ضخیم و عظیم الشان حدیث کی کتاب پر کتنا عبور تھا اللہ اللہ۔[1]

(۴) مظفرآباد ضلع سہارنپور میں ۲۶، ۲۷ر شعبان ۱۳۴۸ھ میں ایک مناظرہ آریوں سے ہوا مظاہر علوم کی جانب سے مولانا نور محمد خاں صاحب اور ان کی معاونت کے لئے جناب بابا خلیل داس صاحب چترویدی ساتھ تھے۔ جلسہ کی صدارت غازی محمود دھرمپال نے کی، آریوں کی جانب سے ان کے مشہور پنڈت دھرم بھکشو تھے، جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، کا منظر یہاں بھی دیکھا گیا۔

(۵) کرمی پور متصل نوشہر ضلع جالندھر میں ۲۶، ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ میں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا نور محمد خاں صاحب مبلغ مدرسہ اس مجلس مناظرہ کے اہم شرکاء تھے۔ مناظرہ کے لئے دو موضوع متعین کئے گئے ایک صدق مرزا دوسرے حیات مسیح علیہ السلام۔ پہلے موضوع میں قادیانیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتہ جالندھری مدعی تھے اور اہل اسلام کی طرف سے حضرت

[1] تذکرۃ المحمود از مولانا احمد قاسم سورتی ناشر جمعیۃ علماء اسلام میانمار

مولانا اسعد اللہ صاحبؒ۔

حضرت مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کتنے ہی سفید جھوٹ تاریخ اور کتابوں کے مکمل حوالوں کے ساتھ شمار کرادیئے جس سے جماعت مرزائیہ بڑی پراگندہ خاطر ہوئی اور ان پر اوس پڑگئی۔

دوسرے روز حضرت مولانا نے مدعی ہوکر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ کو کچھ ایسے سلجھے ہوئے عام فہم انداز میں پیش کیا کہ حاضرین اس کا اثر لئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس مجلس میں تیرہ مرزائی تائب ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

(٦) ۱۳۵۰ھ میں گنگوہ کی آریہ سماج نے اپنی پچاس سالہ گولڈن جوبلی منائی۔ اور اپنے اجتماع میں مذہبی کانفرنس کا وقت رکھ کر وہاں کے معزز اور سربرآوردہ لوگوں کو خصوصی طور پر مدعو کیا۔ مسلمانان گنگوہ کی خواہش پر مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب دارالعلوم دیوبند سے مولانا عتیق الرحمٰن صاحب آروی تشریف لے گئے۔

مجلس مناظرہ میں مولانا اسعد اللہ صاحب نے آریہ سماجی اصول پر پانچ اعتراضات کئے۔ آریوں کی جانب سے پنڈت کرمانند جواب کیلئے مقرر تھے۔

اجتماع کے آخر میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے اسلام کی حقانیت اور جامعیت پر مفصل تقریر فرمائی اور اعلان کیا کہ اگر کسی کو اس پر اعتراض ہو تو اسی مجلس میں کرسکتا ہے۔ مگر کسی کی ہمت نہیں ہوئی باوجودیکہ بہت سے آریہ مبلغین وہاں موجود تھے۔ اس جلسہ کے صدر حضرت ممدوح ہی تھے۔

اس مناظرہ کی مکمل تفصیلات ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند بابت محرم الحرام ۱۳۵۱ھ میں موجود ہیں۔

مظاہر علوم کی جانب سے اس کے مبلغین اور تربیت یافتہ افراد مرشد آباد، روڑکی، جالندھر، گلاؤٹھی، دہلی، متھرا، ریواڑی، راجپوتانہ آگرہ، سلطانپور، لوہی، مدنپورہ، الور وغیرہ بے شمار مقامات پر گئے۔ اور وہاں جاکر احقاق حق کیلئے مناظرے کئے، راجپوتانہ کا علاقہ چونکہ اہم تھا اس لئے وہاں مستقل طور پر جماعتیں مدرسہ کی جانب سے بھیجی گئیں۔ بعض علاقوں میں بے

شمار صعوبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے باوجود طویل مدت تک ان حضرات کو قیام کرنے کی نوبت آئی مگر الحمد اللہ پائے استقلال میں فرق نہیں آیا۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا ایک طویل عرصہ راجپوتانہ متھرا آگرہ میں گزرا۔ وہاں مولانا نے بڑی قربانیوں کے ساتھ وقت گزار کر اور اپنے اوپر سخت تکالیف جھیل کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ جس سے متاثر ہوکر بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور جو متزلزل تھے ان کو ثبات قدمی اور قوت ملی۔ یہ حضرات جہاں جاتے تھے اس کی کوشش کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس اور قرآنی مکاتب قائم کریں تاکہ جو دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ان کے لئے یہ چیز کشش کا ذریعہ بنے اور جو دین پر باقی ہیں ان کی ثبات قدمی میں مزید اضافہ ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے مدارس قرآنیہ کھولے گئے۔ صرف متھرا اور اس کے نواح میں چودہ مدارس ان حضرات نے قائم کئے جن میں (۴۵۵) بچوں نے قرآن پاک پڑھا اور دینی عقائد پر مشتمل تعلیم حاصل کی۔ ان مدارس میں تعلیم دینے والے اساتذہ کی تنخواہ بچوں کے لئے قاعدے سیپارے قرآن مجید، لکھنے پڑھنے کا ضروری سامان اردو کی ابتدائی کتابیں اور دیگر اخراجات کا تکفل وانتظام مدرسہ مظاہر علوم کی طرف سے ہی ہوتا تھا۔

مظاہر علوم کی جانب سے جتنے وفود یا افراد تبلیغ کے لئے جاتے وہ اپنی مکمل رپورٹ اور کارکردگی کی تفاصیل انجمن میں بھیجتے اور پھر انجمن کی جانب سے وہ خصوصی طور پر اخبار سیاست، اخبار زمیندار لاہور، اخبار خلافت بمبئی، اخبار الخلیل بجنور، اخبار ہمدم لکھنؤ، اخبار مدینہ بجنور، علی گڑھ گزٹ، اخبار نیر اعظم مرادآباد، صادق الاخبار بھاولپور، رہبر دکن حیدرآباد، دعوت الاسلام دہلی، ضیاء الاسلام دہلی وغیرہ میں شائع ہوتی تھیں۔

انجمن ہدایت الرشید کی جانب سے وقتاً فوقتاً کتابیں پمفلٹ اور اشتہارات بھی طبع ہوکر بطور خاص متاثر علاقوں میں بھیجے جاتے تھے۔ چونکہ مظاہر علوم کی پوری توجہ ان علاقوں میں وفود بھیجنے اور مکاتب قرآنیہ جاری کرنے پر رہی۔ اسلئے تصنیفات و تالیفات کا عدد اگر چہ مختصر رہا۔ لیکن جتنی کتابیں طبع ہوسکیں وہ سب مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور ان کے

قارئین نے ان کے مطالعہ سے اچھا اثر لیا وہ کتابیں یہ ہیں۔

(۱) فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض

(۲) احکام رمضان المبارک

(۳) احکام عید الاضحیٰ

(۴) شب برأت کے متعلق چند ضروری ہدایات

(۵) تنویر البصائر فی تزویج الصغائر

(۶) متعارضات مرزا غلام احمد قادیانی

(۷) کذبات مرزا

(۸) ہندوستان کے دو مجددوں کی شیریں کلامی

(۹) مناقب حضرات خلفاء از کتب شیعہ

(۱۰) تہذیب شیعہ

(۱۱) احکام آریہ

(۱۲) رفع الالحاد عن حکم الارتداد

یہ تمام کتابیں شعبۂ تبلیغ انجمن ہدایت الرشید کی جانب سے طبع ہوئیں۔ ان میں پہلی کتاب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی تالیف ہے اور ۲/۳/۴/ علمائے مظاہر علوم کی مرتب کردہ ہیں اور باقی مولانا نور محمد صاحب استاذ و مناظر مدرسہ کی تصانیف ہیں۔[1]

---

[1] مآخذ۔ روداد مظاہر علوم ۱۳۰۵ھ۔ ہفتہ وار احرار سہارنپور مجریہ ۱۸ر۔ اگست ۱۹۴۰ء۔ الذکر السعید فی احوال انجمن ہدایت الرشید۔ تاریخ مظاہر جلد اول دوم۔ تذکرۃ المحمود، از مولانا احمد قاسم سورتی، برما۔ اعلان حق یعنی مختصر روداد جلسۂ مناظرہ آریہ سماج گنگوہ شامل در ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

عمارات مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ مظاہر علوم اس وقت اپنی متعدد وسیع وعریض عمارتوں میں قائم ہے اور چونکہ یہ حسب ضرورت یکے بعد دیگرے بنائی گئی ہیں اسلئے یہ تمام عمارتیں الگ الگ بنی ہوئی ہیں۔ اگر یہ ایک ہی جگہ ہوتیں تو دیکھنے والا ان کو ایک اچھا خاصا شہر محسوس کرتا۔ یہاں ان تمام عمارتوں کا تعارف تفصیلی طور پر کرایا جاتا ہے۔

(۱) عمارت نمبر ایک مدرسہ قدیم

مظاہر علوم کی ابتداء محلّہ قاضی کی ایک مسجد سے ہوئی تھی۔ جب طلبا میں اضافہ ہونے لگا تو اساتذہ نے مختلف مسجدوں میں درس دینا شروع کر دیا۔ ایک مختصر سا مکان بھی درس و تدریس کے لئے کرایہ پر لے لیا تاکہ مساجد اور اس مکان سے ضرورت پوری ہوتی رہے۔ کچھ عرصہ بعد مستقل مکان بنایا جانا تجویز ہوا تو ۱۲۹۱ھ میں اس کے لئے چندہ کی تحریک شروع ہوئی۔ اور اسی سال اس عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔

اس تعمیر کے لئے بنیادی طور پر سب سے پہلے جن حضرات نے چندہ دیا، ان میں اہم و ممتاز شخصیتیں یہ تھیں ــــــ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی صاحب والد ماجد حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ، مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی، مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری، حکیم سید احمد یونس صاحب سہارنپوری، جناب الحاج شیخ حافظ فضل حق صاحب سہارنپوری، حافظ قمر الدین صاحب سہارنپوری۔

۱۲۹۳ھ میں یہ عمارت مکمل ہوئی۔ اور آٹھ شوال کو طلباء محلّہ قاضی سے منتقل ہو کر اس جدید عمارت (مدرسہ قدیم) میں آئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (تلمیذ رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث

سہارنپوری) نے افتتاحی تقریب میں شرکت فرماکر مسلسل تین گھنٹہ وعظ فرمایا، جناب الحاج شیخ حافظ فضل حق صاحب نے تمام شرکاء مجلس کی دعوت کی۔

سنہ تعمیر کے لحاظ سے مدرسہ کا نام مظہر علوم اور تکمیل تعمیر کے لحاظ سے مظاہر علوم ہے۔

اس احاطہ میں واقع مسجد کا تعارف یہ ہے۔

مسجد مدرسہ قدیم

یہ ۱۲۹۳ھ میں تعمیر ہوئی اور یہ ''مسجد'' مدرسہ قدیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہلے اندر سے بالکل بند تھی، کوئی جنگلہ یا روشن دان اس میں نہیں تھا۔ ۱۳۵۱ھ میں جناب حافظ نور احمد صاحب پدم والے رئیس محلّہ چوب فروشان سہارنپور نے اس کی غربی دیوار میں تین کھڑکیاں ہوا کے لئے کھلوائیں اور آہنی جنگلے اور کواڑوں سے ان کو مستحکم کیا۔

۱۲۹۳ھ میں اس مسجد کے لئے ایک کنواں بھی بنوایا گیا تھا جو کچھ عرصہ بعد اوپر سے پاٹ دیا گیا۔ اور اس میں پائپ لائن ڈالدی گئی۔ ۱۳۸۴ھ میں اس مسجد کے لئے ایک برآمدہ تعمیر کرایا گیا۔ اس مسجد کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی اور رئیس المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نے کم و بیش سو سال تک یہاں عبادت و ریاضت فرمائی ہے حضرت شیخؒ نے کئی سال تک ماہ مبارک میں یہاں اعتکاف بھی کیا ہے۔ جس کی بناء پر آپ اور آپ کے مسترشدین کے دم قدم سے اس مسجد کو ذکر و فکر کی تازگی اور ایمان و یقین کی حلاوت ملتی رہی۔

مدرسہ قدیم کی موجودہ عمارت جس زمین پر بنی ہوئی ہے اس کا ایک حصہ عالی جناب الحاج شیخ فضل حق صاحب سہارنپوری کا وقف کردہ ہے۔ باقی زمین مدرسہ کی اپنی خریدی ہوئی ہے چنانچہ روداد ۱۲۹۲ھ کے ۲۶ اور روداد ۱۲۹۶ھ کے ۱۳ پر اس کی تصریح ہے کہ نوسو ذرعہ زمین مبلغ ایک ہزار آٹھ سو چھہتر (۱۸۷۶) روپے میں خریدی گئی۔

۱۲۹۶ھ کی روداد میں صفحہ ۱۳ پر یہ تصریح بھی موجود ہے کہ اس نوسو ذرعہ زمین میں وہ حصہ خرید بھی داخل ہے جہاں مسجد مدرسہ قدیم بنی ہوئی ہے۔

مسجد کے لئے یہ زمین مسماۃ جحن مریم بن شیخ غلام زوجہ شیخ مامن صاحب سے مبلغ پانچسو پچپن (۵۵۵) روپے میں خریدی گئی۔ بیس مارچ ۱۸۷۵ء میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، قاضی فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مظہر صاحب کے روبرو خریداری کا یہ معاملہ طے پایا اور یہ بذریعہ بیعنامہ مدرسہ کے نام منتقل ہوئی۔

بعد ازاں ۱۳۱۴ھ میں مزید اسی ذرعہ زمین مبلغ ایک سو پینسٹھ روپے میں مدرسہ نے خرید کر اسی مدرسہ قدیم میں شامل کی۔ اس میں دو بیت الخلاء تعمیر ہوئے اور باقی حصہ اس انتظار میں خالی رکھا گیا کہ جب مالی سہولت حاصل ہوگی تو کوئی کمرہ یا سہ دری یہاں بنادی جائے گی۔

اس سلسلہ میں روداد مدرسہ کے الفاظ یہ ہیں کہ۔!

بحمد اللہ تعالیٰ ایک قطعۂ زمین متصل مدرسہ تخمیناً اسی ذرعہ کا بقیمت ایکسو پینسٹھ روپیہ مع مصارف بالائی دستیاب ہوگیا۔ اور اس میں دو پاخانے تیار کرائے گئے باقی ماندہ زمین جو ایک عمدہ موزوں قطعہ ہے اگر حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہوا اور ہمارے معاونین نے ہمت وتوجہ فرمائی تو مدرسہ کے لئے کسی کارآمد اور ضروری مکان بنانے میں کام آئے گی۔ (روداد مدرسہ ۱۳۱۴ھ ۲)

اس ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آگئی کہ نوسواسی ذرعہ زمین اس عمارت کیلئے مدرسہ نے خرید رکھی ہے۔

(۲) عمارت نمبر دو دارالطلبہ قدیم

اس دو منزلہ خوشنما عمارت کے لئے ۱۳۲۷ھ میں ایک ہزار گز زمین دو روپے فی گز کے حساب سے خریدی گئی۔ دو ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۵ر نومبر ۱۹۱۰ء میں اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس میں نیچے حصہ میں طلبا کے قیام کے لئے ہر چہار سمت کمرے بنے ہوئے ہیں اور بالائی منزل پر درسگاہیں بنائی گئی ہیں۔

یہاں سب سے پہلا کمرہ شیخ حافظ الٰہی بخش صاحب کے عطیہ سے بنایا گیا تھا۔

عمارت کے سنگ بنیاد رکھے جانے کے موقعہ پر ——————

———— حضرت اقدس تھانوی سرپرست مدرسہ نے ایک ترغیبی مضمون عام لوگوں کی توجہات مدرسہ کی طرف مبذول کرانے کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ جسکا ایک اقتباس یہ ہے!

دارالطلبہ اس وقت باقیات صالحات کے افضل افراد سے ہے۔ حدیث صحیح میں باقیات صالحات میں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا ہے یہ ارشاد فرمایا ہے او بیتا لابن السبیل بناہ۔ اور ظاہر ہے کہ طلباء ابن السبیل یقیناً ہیں بلکہ سب ابناء السبیل سے افضل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ سبیل اللہ ہیں جب مطلق سبیل والوں کی اعانت میں یہ فضیلت ہے تو سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت ہوگی۔

پھر غور کرنا چاہئے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور مخصوص اس وقت میں کہ علم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اور اس کی کمی سے سخت مضرتیں واقع ہیں۔ خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل و تکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے۔ پس بالضرور دارالطلبہ کا بنانا اس وقت اس حیثیت سے سب باقیات صالحات سے افضل ہے۔

امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطاعت کے موافق اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے اور بلالحاظ قلیل وکثیر ضرور اس میں امداد فرماویں گے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

العبد اشرف علی تھانوی

حضرت اقدس تھانوی کی اس تحریر پر اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کے بھی دستخط ہیں۔ ہر دو حضرات نے تائیدی مضمون بھی تحریر فرمایا جو یہ ہے۔

"بیشک حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہ، نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ نہایت مناسب اور ضروری ہے" العبد عبدالرحیم عفی عنہ

"مولانا اشرف علی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صواب ہے۔

العبد محمود عفی عنہ

اس تعمیر کے لئے عام چندوں کے علاوہ والیان ریاست میں سے حضرت مولانا سر رحیم بخش صاحب، وادی صاحبہ والی ریاست بھاولپور، خان بہادر نواب سلیم اللہ خان صاحب رئیس ڈھاکہ والدہ ماجدہ والی ریاست بھاولپور، شیخ محمد صادق وزیر ریاست خیر پور سندھ ہز ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم والیہ ریاست بھوپال نے خصوصی طور پر اعانت کرتے ہوئے ایک مشت بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔

یہ وسیع عمارت بھی چند مختلف حصوں پر مشتمل ہے۔ مسجد کلثومیہ، دارالحدیث، دفتر انجمن ہدایت الرشید۔ یہاں اس احاطہ میں واقع مسجد اور دارالحدیث کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

مسجد کلثومیہ

یہ بھوپال کی ایک نیک دل خاتون کلثوم جہاں بیگم صاحبہ جاگیر دار ریاست بھوپال (م ۱۳۴۷ھ) کی یادگار ہے۔ اسی بناء پر اس کا نام مسجد کلثومیہ قرار پایا۔ اوائل محرم الحرام ۱۳۳۱ھ میں اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ سترہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں حضرت اقدس تھانوی نے نماز جمعہ پڑھا کر اس مسجد کا افتتاح فرمایا پھر عصر تک آپ کا وعظ ہوا۔ اس افتتاحی تقریب میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، شیخ رشید احمد صاحب دہلوی سرپرستان مدرسہ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عمائدین شہر شریک اجتماع تھے۔ اس افتتاحی تقریب کے لئے اگرچہ عمومی طور پر کسی جلسہ کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ایک بڑا مجمع مدرسہ میں پہنچ گیا اور اس نے اپنے طور پر اس تقریب میں شرکت کی۔

روداد نویس اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ۔!

"ایک عظیم مجمع دیوانہ وار ہر چہار طرف سے کسی غیبی کشش کے ساتھ چلا آرہا تھا اور خلاف توقع تقریباً تین ہزار آدمیوں کا مجمع ہوگیا تھا۔

اس مسجد کے اندرونی حصہ میں تین صفیں اور باہر کے برآمدہ میں دو صفیں بآسانی بنجاتی ہیں۔ صحن بھی وسیع اور کشادہ۔ جانب جنوب ایک سہ دری اور جانب شمال ایک بڑا حجرہ (جس کے آگے برآمدہ بھی ہے) بنایا گیا ہے۔ اذن عام کی غرض سے ایک دروازہ شمال میں بھی کھول دیا گیا تا کہ مسجد کے لئے اہل محلّہ کی آمد و رفت ادھر سے ہو سکے، اس مسجد کی تکمیل ایک سال میں ہوئی اور چھ ہزار روپیہ اس پر خرچ ہوا۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ ماہ رمضان المبارک کا اعتکاف اسی مسجد میں فرمایا کرتے تھے۔

نمازیوں کی سہولت کی غرض سے اس مسجد کے لئے ایک حوض بھی بنائی گئی جس کی بنیاد پچپیس رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ میں رکھی گئی۔ جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب سرپرست مدرسہ، جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب تاجر رنگون (برما) مولانا عبدالستار صاحب تاجر کتب بمبئی نے اس کے لئے خصوصی طور پر رقم مرحمت فرمائی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

دارالحدیث قدیم

۲۳ ر ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق — ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء یکشنبہ بوقت صبح نو بجے اس کا افتتاح ہوا۔ اولاً شعبۂ تجوید کے طلبا نے مصری لب ولہجہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے وعظ فرما کر طلبائے دورۂ حدیث کو ترمذی شروع کرائی۔

شرکاء جلسہ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، شیخ رشید احمد صاحب دہلوی سرپرستان مدرسہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ابن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، جناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر سہارنپور بطور خصوصی مہمان مدعو تھے۔

(۳) عمارت نمبر تین مطبخ

ابتداء سے مدرسہ کا معمول طلبا کو خورونوش کے لئے وظیفہ دینے کا رہا ہے طلبا اپنے طور پر

کھانے کا انتظام کرتے تھے مگر ہر سال کی بڑھتی ہوئی گرانی، اور تعداد طلبہ میں اضافہ کی بناء پر ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ نے کھانے کا انتظام اپنے طور پر دار الطلبہ قدیم کے ایک حصہ میں شروع کیا۔ اور پھر دو صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اسکے لئے مستقل چار سو گز زمین خرید کر وہاں مطبخ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ زمین دو روپے فی گز کے حساب سے جناب شیخ شیر علی ولد شیخ رمضان علی ساکن محلہ چوب فروشان سہارنپور سے مبلغ آٹھ سو روپے میں خریدی گئی اور مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری نے قسطوار یہ رقم ادا فرمائی۔

سات ماہ میں یہ عمارت مکمل ہوئی جس پر مبلغ آٹھ ہزار چھپن روپیہ خرچ ہوا، ۱۳۳۸ھ سے اس مطبخ میں طلبا کے لئے کھانا تیار ہونا شروع ہوا۔

یہ عمارت دو منزلہ ہے اوپر کے حصے میں متعدد کمرے ہیں جن میں طلباء کا قیام رہتا ہے نیچے کے حصہ میں مختلف اجناس کا ذخیرہ رکھنے کے لئے بڑے بڑے گودام بنے ہوئے ہیں۔

(۴) عمارت نمبر چار شاخ خلیلیہ

مدرسہ کی یہ عمارت بہت وسیع ہے۔ ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء میں عالی جناب راؤ عبد العزیز صاحب نے یہ عمارت مدرسہ کو وقف کی۔ یہاں درجۂ قرآن شریف اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ طلبا کی ایک بڑی جماعت بھی یہاں مقیم ہے جن کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے چند ذمہ دار حضرات مقرر ہیں۔

یہ عمارت ''شاخ خلیلیہ مظاہر علوم'' کے نام سے مشہور ہے اور اسٹیشن سے آتے ہوئے گھنٹہ گھر کے قریب واقع ہے۔

(۵) عمارت نمبر پانچ دار الطلبہ جدید

طلبہ کی کثرت کی بناء پر جب مدرسہ کی سابقہ عمارتیں ناکافی ہوگئیں تو ۱۳۴۸ھ میں ایک زمین جدید دار الاقامہ بنانے کی غرض سے خریدی گئی یہ جگہ اس وقت بالکل غیر آباد تھی۔ شام ہو جانے کے بعد اس طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا تھا۔ ارباب مدرسہ کا خیال تھا کہ یہ جگہ شہر کے ہنگاموں سے دور ہے تعلیم کے لئے جس اطمینان وسکون کے ماحول کی

ضرورت ہے وہ یہاں مل جائے گا اس مصلحت کو سامنے رکھ کر یہاں زمین خریدی گئی۔ لیکن کچھ ہی سال بعد یہ تمام جنگلات اور باغات انسانی آبادیوں میں بدل گئے۔ دور دور تک اونچے اونچے مکانات اور کارخانے بن گئے مشینی نظام، زندگی کی ہلچل اور بھاگ دوڑ نے ان جنگلوں پر بھی قبضہ کرلیا۔

یہ عمارت اپنے رقبہ اور پھیلاؤ کے اعتبار سے باقی دوسری عمارتوں سے کہیں زائد بڑھی ہوئی ہے مجلس شوریٰ سرپرستان کے احکامات کے مطابق گذشتہ چند سالوں میں اس عمارت کے اطراف میں واقع بہت سے مکانات اور جانب مشرق وجنوب چند وسیع عمارات خرید کر دارالطلبہ جدید میں شامل کردی گئی ہیں۔ نیز پانی کی ایک بڑی ٹنکی اور مسجد کے سامنے ایک وسیع برآمدہ دارالحدیث کی توسیع اور اس پر ایک عظیم الشان گنبد اور تمام درسگاہوں اور طلبا کی رہائش گاہوں میں توسیع بھی گذشتہ سالوں میں اس عمارت میں ہوچکی ہے۔

اس وسیع دومنزلہ عمارت میں ہر چہار جانب طلبا کی اقامت گاہیں۔ ایک دومنزلہ مسجد، دارالحدیث، دارالافتاء، دفاتر، مدرسہ، جنریٹر روم، کتب خانہ وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔

یہاں مسجد اور دارالحدیث کی تاریخ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مسجد دارالطلبہ جدید

ماہ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ یکشنبہ کو دوپہر کے وقت مسجد کے سنگ بنیاد سے اس خوشنما اور وسیع عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوا چونکہ ان ایام میں مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ اسلئے بہت سے علماء مشائخ یہاں موجود تھے۔ ان ہی حضرات کے مبارک ہاتھوں اس مسجد کی پہلی اینٹ رکھی گئی۔ کم وبیش ایک سال کے عرصہ میں یہ مسجد مکمل ہوئی، ۱۳۵۶ھ میں پہلی مرتبہ یہاں نماز عید الاضحیٰ ادا کی گئی۔ اڑتیس سال بعد ۱۳۹۴ھ میں اسکے لئے ایک وسیع برآمدہ تعمیر کیا گیا جس کا فرش خوشنما ٹائلوں سے بنا ہوا ہے۔

یہی وہ تاریخی مسجد ہے جہاں حضرت شیخؒ نے سالہا سال تک ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف فرمایا اور آپ کے زیر سایہ سیکڑوں کی تعداد میں ملکی غیر ملکی خواص وعوام نیز مشائخ و

علمائے کرام اعتکاف کی نعمت سے مالا مال ہوتے رہے۔

حضرت شیخؒ کے ایک مخلص معتقد نے اس مسجد کو دو منزلہ بنوا کر اس کے حسن و خوبصورتی میں مزید اضافہ کر دیا۔

دارالحدیث جدید

اس وسیع اور کشادہ دارالحدیث کا سنگ بنیاد (۱۹؍ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق پانچ اکتوبر ۱۹۶۵ء جمعہ کے دن بعد نماز عصر رکھا گیا۔ حضرت شیخؒ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے علاوہ اور بہت سے اکابر و مشائخ اس موقعہ پر موجود تھے۔ سب نے ایک ایک اینٹ بطور بنیاد رکھی۔ پچیس شوال ۱۳۸۸ھ میں تعمیر مکمل ہو کر اس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی تقریب میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے طویل دعا کرائی۔ اب قدیم دارالحدیث کی طرح اس جدید دارالحدیث میں بھی حدیث کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔

(۶) عمارت نمبر چھ دارالتجوید

یہ عمارت دارالطلبہ قدیم اور مطبخ کے درمیان دونوں طرف سے لب سڑک واقع ہے۔ ۱۵؍ شوال ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷؍ مارچ ۱۹۳۰ء میں یہ زمین جناب شیخ شیر علی صاحب رئیس محلہ چوب فروشان سہارنپور نے مدرسہ مظاہر علوم کو وقف کی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں اس کو تعمیر کیا گیا۔ یہ دو منزلہ عمارت ابتداء سے ہی شعبۂ تجوید و قرأت کے لئے مخصوص رہی ہے۔ لیکن اب گذشتہ چند سالوں سے اوپر کے حصہ میں شعبہ قرأت ہے۔ اور نیچے کی منزل میں محکمۂ ڈاک و تار کی جانب سے ایک ڈاک گھر بنام "ڈاک خانہ مظاہر علوم سہارنپور" کھول دیا گیا ہے۔

(۷) عمارت نمبر سات جدید لائبریری

دفتر مدرسہ قدیم یعنی عمارت نمبر ایک کے عقب میں واقع چھ سو تینتیس (۶۳۳) مربع گز پر مشتمل یہ دو منزلہ عمارت جدید لائبریری کے نام سے موسوم ہے ۱۳۹۸ھ کے ماہ جمادی الثانی

میں یہ آراضی جامعہ مظاہر علوم نے مبلغ پچھتر ہزار روپے میں خریدی تھی ۱۹ شوال ۱۳۹۹ھ (۱۲ دسمبر ۱۹۷۹ء) میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے دست مبارک سے اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور اس موقعہ پر عمومی ترغیب اور مالی تعاون کے لئے یہ مضمون تحریر فرما کرارباب مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔

''مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے اسکا کتب خانہ ایک نہایت قیمتی اور قابل فخر سرمایہ ہے جس کے لئے موجود جگہ ناکافی ہے اس ضرورت کا ایک طویل عرصہ سے احساس کیا جارہا تھا اور چونکہ ہر سال کتابوں کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے کتب خانہ کی توسیع کی ضرورت کا درجہ بھی بڑھتا جارہا ہے کتب خانہ کی عمارت کے قریب ہی اللہ کے فضل وکرم سے ایک قطعہ زمین حاصل ہوگیا اب اس زمین میں تعمیر کا مسئلہ درپیش ہے جس کا تخمینہ دس لاکھ روپے بتایا گیا ہے یہ ناکارہ اہل خیر اور بہی خواہانِ مدرسہ کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ وہ اس اہم دینی ضرورت کے پورا کرنے میں حتی الوسع کوشش سے دریغ نہ فرمائیں کہ صدقۂ جاریہ ہے مرنے کے بعد کام آنے والی چیز ہے جی چاہتا ہے کہ یہ تعمیری مراحل جلد مکمل ہوجائیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس کارخیر کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔''ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین'' بندہ محمد زکریا کاندھلوی

بقلم محمد شاہد غفرلہٗ

یہ عمارت دومنزلہ ہے نیچے کی منزل مہمانوں کے قیام اور واردین وصادرین کے لئے ہے بالائی منزل میں مدرسہ کی لائبریری ہے جس کو ایک راہداری کے ذریعے مدرسہ قدیم میں موجود کتب خانہ کے بالائی حصہ سے مربوط کردیا گیا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی تحریک وارشاد پر اس عمارت کی تعمیر کے موقعہ پر احقر راقم سطور کا ایک بیرونی سفر بھی ہوا تھا اس سفر میں اللہ جل شانہٗ نے بڑی مدد اور نصرت فرما کر اس عمارت کا تقریباً مکمل تعمیری بجٹ مرحمت فرمادیا تھا۔

اس عمارت میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے نام نامی کا جو پتھر نصب ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔!

(عالی جناب حضرت اقدس الحاج شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی کے متبرک ہاتھوں سے ۱۹؍شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۷۹ء یوم چہار شنبہ کو نو بجے صبح مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا)

(۸) عمارت نمبر آٹھ رواق مظفر

دارالطلبہ قدیم سے ملحق یہ دومنزلہ عمارت تقریباً پانچسو اسی (۵۸۰) مربع گز پر مشتمل ہے اور جامعہ مظاہر علوم کے سابق ناظم مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مرحوم سے موسوم کرتے ہوئے اس کا نام رواق مظفر رکھا گیا ہے ۱۹۹۵ء کے اوائل میں یہ آراضی (بیعنامہ کی تصریح کے مطابق) مبلغ نو لاکھ اسی ہزار روپے میں خریدی گئی تھی۔ اس عمارت میں طلبا کی رہائش کے ساتھ ساتھ متعدد اسباق بھی ہوتے ہیں لیکن یہ ابھی تک تعمیری اعتبار سے نا تمام ہے۔

(۹) عمارت زکریا منزل

جامعہ مظاہر علوم کی اس عظیم اور وسیع دومنزلہ عمارت کا رقبہ اور احاطہ تین ہزار گز (یعنی ستائیس ہزار فٹ) ہے اور یہ دارالطلبہ جدید یعنی عمارت نمبر پانچ کے مقابل لب سڑک واقع ہے ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ (مارچ ۱۹۹۸ء) میں اس کیلئے آراضی کی خریداری ہوئی۔ اور بحیثیت سکریٹری جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اس وسیع آراضی کا بیع نامہ راقم سطور (محمد شاہد) کے نام بحق مدرسہ مظاہر علوم ہوا۔

۲۳؍محرم ۱۴۲۱ھ (۲۹؍اپریل ۲۰۰۰ء میں اولاً تمام طلبہ و جملہ مہمانان کرام نے سورۂ نوح ختم کیا اور پھر حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث، مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا محمد عاقل صاحب رئیس الاساتذہ اور دیگر حاضرین نے بطور بنیاد ایک ایک اینٹ رکھی۔

اس عمارت کا خوبصورت اور دل آویز نقشہ مشہور و معروف آرکیٹیکٹ جناب محمد ذاکر قریشی سورت گجرات کا تیار کردہ ہے جناب سلیمان صاحب انجینیر گجرات کی نگرانی میں یہ عمارت تیار ہوئی ہے۔

مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے منسوب اس وسیع اور عظیم دو منزلہ عمارت کا تعارف اس طرح ہے۔

☆ دو منزلہ مرکزی لائبریری جس کا طول ایک سو دس فٹ اور عرض اکتیس فٹ ہے اور جس میں ماربل کا فرش ہے۔

☆ درسگاہیں بیس عدد جن میں چھ درسگاہیں ۱۹×۲۷ فٹ کی چار درسگاہیں ۲۳×۴۴ فٹ کی، دو درسگاہیں ۳۹×۳۵ فٹ کی اور دو درسگاہیں ۲۶×۲۱ فٹ کی ہیں۔

☆ طلبہ کے لئے دارالمطالعہ دو عدد جن میں ہر ایک کا طول و عرض ۲۹×۲۸ ہے۔

☆ خوبصورت پھول پھلواریوں ــــــ پر مشتمل دو پارک جن میں سے ہر ایک کا طول ۳۸ فٹ اور عرض ۳۵ فٹ ہے۔

☆ تمام درسگاہوں کے سامنے طویل و عریض برآمدے جن میں راجستھانی کوٹہ کا فرش ہے۔

☆ پوری عمارت میں پچیس بیوت الخلاء آٹھ غسل خانے اور تین وضوخانے بنائے گئے ہیں۔

☆ بالائی منزل تک آمد و رفت کے لئے تین وسیع زینے بنانے کے بعد مستقبل میں لفٹ کی سہولت رکھی گئی ہے۔

☆ عمارت میں داخلے کیلئے ایک بلند و بالا مرکزی دروازہ جس کا طول بیالیس فٹ اور عرض ستائیس فٹ ہے اسکے علاوہ مزید تین کشادہ دروازے جن پر آہنی گیٹ لگے ہوئے ہیں۔

☆ عمارت کے چاروں گوشوں پر اسلامی طرز تعمیر کے مطابق اونچے اور خوبصورت مینارے اور بالائی منزل پر چاروں جانب مغلئی فن تعمیر کے مطابق کنگورے بنائے گئے ہیں۔

☆ مشرقی اور شمالی جانب مضبوط بونڈری اور اس میں گول کیاریوں میں مہکتے پھول اور پودے لگائے گئے ہیں۔

مدرسہ مظاہر علوم کا موجودہ نظام عمل، اور نظام مشورت

جامعہ مظاہر علوم کا تمام طریقۂ کار اور نظام عمل تین بڑے شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ تعلیمی وتدریسی شعبہ جات ☆ انتظامی شعبہ جات ☆ مالی شعبہ جات

ان ہر سہ شعبۂ ہائے متفرقہ کے لئے مستقل کارکن، ذمہ دار حضرات اور نگراں مقرر ہیں ان تینوں شعبوں کی قدرے تفصیل یہاں لکھی جاتی ہے۔

تعلیمی وتدریسی شعبہ جات

(۱) شعبۂ تعلیم قرآن مجید حفظ وناظرہ

اس شعبہ میں قرآن پاک حفظ وناظرہ پڑھایا جاتا ہے، تعلیم قرآن شریف کے ساتھ ساتھ ادعیہ، نماز، کلمے، بنیادی عقائد، تختی نقل املاء حساب، گنتی، جمع، تفریق، ضرب وتقسیم کا بھی انتظام ہے۔ طلبا کی کثرت کی وجہ سے یہ شعبہ جامع مسجد سہارنپور۔ شاخ خلیلیہ اور دار الطلبہ جدید کے مختلف مقامات میں کھولا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس شعبہ میں تقریباً تین سو طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

(۲) شعبۂ تعلیم اردو فارسی وریاضی

اس شعبہ کا نصاب تعلیم حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا تجویز فرمودہ ہے۔ آپ جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست اور تعلیمات میں اس کے خصوصی مشیر تھے۔

اردو، فارسی وریاضی کا یہ تعلیمی نصاب تقریباً پچیس کتابوں پر مشتمل ہے ذریعہ تعلیم اردو زبان ہے۔ حساب، تاریخ، جغرافیہ، مضمون نویسی، املا اور خوش نویسی بھی اس نصاب میں موجود ہے۔

(۳) شعبۂ تجوید وقرأت

اس شعبہ کی مفصل تاریخ صفحاتِ گذشتہ میں آچکی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر طالب علم کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پارۂ عم حفظ سنائے، اس کے بغیر داخلہ کی کاروائی مکمل نہیں ہوتی، اجرائے طعام کے لئے بھی پارۂ عم کا حفظ سنانا شرط ہے۔

(۴) دارالافتاء

یہ شعبہ فقہ وفتاویٰ اور مسائل کے ذریعہ عوامی خدمات انجام دیتا ہے۔ اندرون اور بیرون ملک سے آنے والے فتاویٰ کے تحقیقی اور استدلالی جوابات اسی شعبہ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ مفتیان کرام کی ایک مستقل جماعت شب وروز اسی دینی وعوامی خدمت کی بجا آوری میں مصروف رہتی ہے۔ مولانا مفتی محمد طاہر صاحب، مولانا مفتی مقصود صاحب، مولانا مفتی صالح صاحب اس شعبہ سے وابستہ ہیں۔

(۵) شعبہ مشق فتاویٰ

دورۂ حدیث کے فارغین طلباء میں سے ہر سال ذی استعداد طلبا کا انتخاب کر کے اس شعبہ میں ان کا داخلہ لیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ حضرات پورے سال دارالافتاء میں رہ کر فتاویٰ نویسی کی مشق کرتے ہیں۔ فقہ اور اصول فقہ خصوصی طور پر ان کا موضوع تعلیم رہتا ہے۔

(۶) شعبہ مناظرہ انجمن ہدایت الرشید

اس شعبہ کا باقاعدہ باضابطہ انعقاد ۱۳۳۰ھ میں ہوا تھا۔ اس کا مقصد علم ومطالعہ کے ذریعہ اپنی معلومات میں اضافہ کرنا اور موجود دور کے بے دین فتنوں سے خبردار ہونا ہے۔

(۷) شعبہ تعلیم عربی

ابتدائی تعلیم میزان الصرف، نحو میر سے لیکر صحاح ستہ اور کتب فنون کی تعلیم کے لئے یہ ایک جامع اور مکمل شعبہ ہے۔ اس کا تعلیمی نصاب آٹھ سال میں مکمل ہوتا ہے۔

(۸) شعبہ تمرین عربی

طلبائے عزیز میں جدید عربی کا ذوق پیدا کرنے اور بے تکلف اس میں سے بات چیت کرنے کا سلیقہ پیدا کرنے کے لئے ماہ رجب ۱۴۱۵ھ میں یہ شعبہ قائم ہوا ہے یہاں ایک استاذ مولانا محمد معاذ کاندھلوی تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں موصوف ندوۃ العلماء

لکھنؤ کے فاضل ہیں اور ایک عرصہ تک وہاں کے دو عربی مجلّات ''البعث الاسلامی'' اور الرائد سے وابستہ رہ چکے ہیں۔

(۹) شعبہ تحفظ ختم نبوت

قادیانیت کے حملوں اور اسکی یلغار کو روکنے کے لئے جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ نے یہ شعبہ محرم ۱۴۱۵ھ میں قائم کیا ہے شعبہ کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر یہاں داخلہ لینے والے طلباء کے لئے منجانب مجلس شوریٰ بطور وظیفہ مبلغ پانچ سو روپے ماہانہ متعین ہیں ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ سے باضابطہ ایک استاذ اس شعبہ کے لئے متعین ہیں تاکہ اس شعبہ کے ذریعہ منتخب طلباء کو تحریری و تقریری طور پر اس فرقۂ باطلہ کی تردید کے لئے تیار کیا جائے۔

آج کل مولانا عبدالمتین صاحب جوناگڑھ گجرات اور مولانا ابوبکر شیث صاحب بہاری اس شعبہ کے ذمہ دار ہیں۔

(۱۰) شعبۂ تخصص حدیث شریف

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اپنی سنہری تاریخ کے ہر دور میں خدمت حدیث شریف میں ممتاز و منفرد رہا ہے اور اس معاملہ میں اس کا عکس جبیں ایسا منور و روشن ہے کہ برصغیر کے مدارس کی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی اس تابناک روایت اور قابل قدر تاریخ کے تحفظ و بقاء کی غرض سے جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۵ رصفر ۱۴۱۳ھ (۵ راگست ۱۹۹۲ء) میں ایک تجویز کے ذریعہ اس شعبہ کے قیام کی منظوری دی تھی اس موقعہ پر مجلس شوری کی تجویز کے الفاظ یہ ہیں!

مولانا محمد شاہد صاحب نے مظاہر علوم سہارنپور کی خدمات حدیث شریف کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مدرسہ مظاہر علوم میں شعبہ تخصص فی الحدیث الشریف قائم کیا جائے مجلس شوریٰ اس شعبہ کے قیام کو منظور کرتی ہے۔ مولانا محمد یونس صاحب، مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا محمد سلمان صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب اس کا دستور قوانین حاکہ اور نصاب تعلیم مرتب کرکے

اگلی شوریٰ میں پیش کریں۔

دستخط اراکین مجلس شوریٰ۔

(مولانا) عبدالحلیم　　　(مولانا) افتخار الحسن

(مولانا) تقی الدین،　　　(مولانا) مفتی منظور احمد

(مولانا) مفتی محمد طیب　　　(جناب الحاج) کرامت اللہ

(جناب الحاج) عبدالخالق　　　(جناب) شیخ محمود منیار

شوال ۱۴۱۵ھ میں اس شعبہ کا باقاعدہ آغاز ہوا ان سطور کی تحریر تک ۳۹ طلبا شعبہ تخصص حدیث سے فارغ ہوکر مختلف مقامات پر علمی وحدیثی خدمات میں مصروف ہیں۔

اس شعبہ کا نصاب دوسالہ ہے اور ہر طالب علم کے لئے سال اول میں مبلغ تین سو اور سال دوم مبلغ میں پانچ سو روپیہ بطور وظیفہ متعین ہیں آج کل اس شعبہ کے سربراہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب ہیں نیز مولانا عبدالعظیم صاحب دہلوی، اور مولانا محمد یوسف صاحب سورت گجرات، مولانا محمد خالد صاحب اعظمی اس شعبہ کے اساتذہ ہیں۔

(۱۱) شعبہ صحافت

جامعہ مظاہر علوم کا یہ شعبہ اپنے اثرات اور ثمرات کے اعتبار سے ایک اہم شعبہ ہے یہاں سے ایک اردو مجلّہ ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور اور ایک عربی مجلّہ المظاہر نکلتا ہے اردو مجلّہ کی اشاعت اسوقت تین ہزار سے زائد ہے ملک و بیرون ملک سے نکلنے والے علمی و دینی مجلّات کو یہ ماہنامہ تبادلہ میں بھی بھیجا جاتا ہے۔ یہ شعبہ براہ راست کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے مربوط ہے جس کی وجہ سے عالم اسلام اور عالم عرب کے مجلّات وصحائف اور ان میں شائع تازہ تازہ خبروں کا بھی بروقت علم ہوتا رہتا ہے۔ مولانا عبداللہ خالد اعظمی اور مولانا جمیل احمد صاحب سیتاپوری اس شعبہ کے نگراں ہیں۔

(۱۲) شعبہ خوشنویسی

طلبا میں تحریری صلاحیت اور خوشخطی کیلئے یہ شعبہ ۱۴۱۶ھ سے مصروف عمل ہے اس شعبہ

میں مولانا نسیم صاحب سیتاپوری متعین ہیں جو طلباء کو ان کے اوقات تعلیم کی رعایت کے ساتھ تحریر و املاء کی مشق کراتے ہیں۔

(۱۳) ادارۂ اہتمام

جامعہ مظاہر علوم کے تمام تعلیمی و انتظامی شعبوں پر نگاہ رکھنے اور نظم و نسق کی نگرانی کیلئے منجانب مجلس شوریٰ ایک سکریٹری، اور ایک ناظم متعین ہیں جو حکومت ہند سے منظور شدہ و تسلیم شدہ دستور العمل کے مطابق جامعہ کے اہتمام و انتظام کی خدمات انجام دیتے ہیں۔

روزمرہ کے مختلف معاملات و مسائل باہمی اشتراک و تعاون کے ساتھ حل کرنے کیلئے مجلس شوریٰ نے ماہ شعبان ۱۴۱۱ھ سے ایک مجلس عاملہ بھی بنا رکھی ہے جس کے اراکین میں۔ مجلس شوریٰ سرپرستان کے دو ممبران نیز مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا محمد سلمان صاحب اور سید محمد شاہد سہارنپوری ہیں، مجلس عاملہ میں طے شدہ تجاویز کو قریب میں ہونے والے اجلاس شوریٰ سرپرستان میں پیش کر کے منظوری کرانا ضروری ہوتا ہے۔ شعبہ انتظام کے سربراہ آجکل مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوری ہیں۔

ذیل میں ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) سے ۱۴۲۵ھ (۲۰۰۵ء) تک مظاہر علوم کی ایکسو تینتالیس سالہ طویل تاریخ میں منتخب ہونے والے نظماء اور مہتمم صاحبان کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱	حضرت مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری	از ۱۲۸۳ھ تا ۱۲۸۶ھ	از ۱۸۶۶ء تا ۱۸۷۰ء
۲	قاضی فضل الرحمٰن صاحب سہارنپوری	از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۲۶ھ	از ۱۸۶۶ء تا ۱۹۰۸ء
۳	جناب عبدالواحد خاں صاحب نائب مہتمم	از ۱۲۹۸ھ تا ۱۳۱۳ھ	از ۱۸۸۱ء تا ۱۸۹۶ء
۴	جناب مولانا علی محمد صاحب	از ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۲۵ھ	از ۱۸۹۶ء تا ۱۹۰۷ء
۵	جناب منشی مقبول احمد صاحب	از ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۳۵ھ	۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۶ء
۶	جناب مولانا اکرام الحق صاحب	۱۳۲۵ھ تا ۱۳۲۶ھ	از ۱۹۰۷ء تا ۱۹۰۸ء
۷	جناب منشی محمد فضل حق صاحب	۱۳۲۶ھ تا ۱۳۳۷ھ	از ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۸ء
۸	جناب مولانا بشیر حسن صاحب نگینوی	۱۳۳۸ھ تا ۱۳۳۹ھ	از ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۰ء
۹	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی	۱۳۲۵ھ تا ۱۳۴۴ھ	از ۱۹۰۷ء تا ۱۹۲۵ء

۱۰	حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب	۱۳۲۳ھ تا ۱۳۴۷ھ	از ۱۹۰۵ء تا ۱۹۲۸ء
۱۱	حضرت مولانا عبداللطیف صاحب	۱۳۴۴ھ تا ۱۳۷۳ھ	از ۱۹۲۵ء تا ۱۹۵۴ء
۱۲	حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب	۱۳۷۴ھ تا ۱۳۹۹ھ	از ۱۹۵۴ء تا ۱۹۷۹ء
۱۳	مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب	۱۴۰۰ھ تا ۱۴۰۷ھ	۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء
۱۴	مولانا الحاج مفتی عبدالعزیز صاحب	۱۴۰۷ھ تا وصال ۱۴۱۲ھ	۱۹۸۶ء تا ۱۹۹۱ء
۱۵	مولانا الحاج محمد عاقل صاحب قائمقام ناظم	۱۴۱۱ھ تا ۱۴۱۳ھ	۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۲ء
۱۶	مولانا الحاج محمد اللہ صاحب	۱۴۱۳ھ تا ۱۴۱۵ھ	از ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۵ء
۱۷	مولانا الحاج محمد سلمان صاحب نائب ناظم	۱۴۱۳ھ تا ۱۴۱۷ھ	از ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۵ء
۱۸	؍؍ ؍؍ ؍؍ ناظم	۱۴۱۷ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۹۶ء تا حال ۲۰۰۵ء

(۱۴) مجلس شوریٰ سرپرستان

جامعہ کا نظم اور انتظام عزل ونصب ترقی وتنزل وغیرہ ہمیشہ سے اسی سپریم باڈی کے ذریعہ ہوتا آیا ہے یہ مجلس شوریٰ سوسائٹی ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ مجلس شوریٰ اور انتظامیہ کمیٹی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

ماضی قریب میں ادارہ کے ایک سابق مرحوم ناظم نے اس مجلس کے اختیارات کو مختلف سرکاری محکموں اور عدالتوں میں چیلنج کر کے نیز سول کورٹ سہارنپور الٰہ آباد ہائی کورٹ، لکھنؤ ہائی کورٹ میں متعدد مقدمات دائر کر کے اپنی تولیت کے پردہ میں انفراد بالمجد کی تاریخ قائم کرنی چاہی تھی۔ مگر اس میں ان کو ناکامی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے لیکر آج تک قائم رہنے والے تاریخی تسلسل اور روایت کو تحفظ وکامیابی ملی۔

جامعہ مظاہر علوم میں یہ مجلس شوریٰ ۳؍ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق یکم فروری ۱۹۰۳ء میں مقامی ممبران کے آپسی نزاع اور پھر ایک فیصلہ ثالثی کے نتیجہ میں (جسکی تفصیلات تذکرۃ الخلیل مصنفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مجلس شوریٰ سرپرستان مصنفہ سید محمد شاہد سہارنپوری میں موجود ہیں) قائم ہوئی تھی جس کو اب ایک سو چھ سال گزر چکے ہیں اس ایک صدی سے زائد عرصہ میں نامزد ہونے والے تمام اراکین مجلس شوریٰ کے اسماء گرامی کی

فہرست یہاں دی جارہی ہے اس کے مطالعہ سے تمام ارکان شوریٰ کے اسمائے گرامی اور ان کے ابتدائی وانتہائی زمانہ کا بخوبی علم ہوجاتا ہے۔

اسماء گرامی مجلس شوریٰ سرپرستان (مینجنگ کمیٹی) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

از ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء تا ۱۴۲۵ھ (۲۰۰۵ء)

جامعہ مظاہر علوم اپنے قیام کے پہلے دن سے مقامی ممبران کے زیر انتظام رہا۔ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں ان مقامی ممبران کے اختلافات کے دفعیہ کی غرض سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو سرپرست اعلیٰ وصدر کل تجویز کیا گیا۔ ۱۳۱۹ھ میں حضرت گنگوہی مستعفی ہوگئے۔ بعد ازاں ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ میں مجلس شوریٰ سرپرستان کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں بطور استبراک حضرت گنگوہیؒ کے نام سے اس فہرست کا آغاز کیا جاتا ہے۔

۱	امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	از ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۱۹ھ	از ۱۸۹۶ تا ۱۹۰۲
۲	حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری	از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۳۷ھ	از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۱۸ء
۳	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۶۲ھ	از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۴۳ء
۴	حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی	از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۲۲ھ	از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۴ء
۵	حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی	از ۱۳۲۲ھ تا ۱۳۳۹ھ	از ۱۹۰۴ء تا ۱۹۲۰ء
۶	عالی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب سہارنپوری	از ۱۳۲۲ھ تا ۱۳۲۶ھ	از ۱۹۰۴ء تا ۱۹۰۸ء
۷	مولانا احمد صاحب رامپوری	از ۱۳۳۳ھ تا ۱۳۴۲ھ	از ۱۹۰۴ء تا ۱۹۲۳ء
۸	مولانا سر رحیم بخش صاحب بھاولپوری	از ۱۳۳۳ھ تا ۱۳۴۵ھ	۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۶ء
۹	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری	از ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۴۶ھ	از ۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۷ء
۱۰	حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری	از ۱۳۴۴ھ تا ۱۳۸۲ھ	از ۱۹۲۵ء تا ۱۹۶۲ء
۱۱	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی	از ۱۳۴۴ھ تا ۱۳۶۰ھ	از ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۱ء
۱۲	عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب دہلوی	از ۱۳۴۴ھ تا ۱۳۶۶ھ	از ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۶ء
۱۳	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی	از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۶۳ھ	از ۱۹۳۲ء تا ۱۹۴۴ء
۱۴	حضرت الحاج حافظ عبدالعزیز صاحب رائپوری	از ۱۳۵۹ھ تا ۱۳۶۶ھ	از ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۶ء
۱۵	عالی جناب میر آل عالی صاحب سہارنپوری	از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳۸۴ھ	از ۱۹۴۱ء تا ۱۹۶۴ء

۱۶	مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب کاندھلوی	از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳۹۱ھ	از ۱۹۴۱ء تا ۱۹۷۱ء
۱۷	مولانا شبیر علی صاحب تھانوی	از ۱۳۶۳ھ تا ۱۳۶۹ھ	از ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۹ء
۱۸	جناب الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی	از ۱۳۶۷ھ تا ۱۳۹۳ھ	از ۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۳ء
۱۹	مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب سہارنپوری	از ۱۳۷۱ھ تا ۱۴۰۵	از ۱۹۵۱ء تا نومبر ۱۹۸۵
۲۰	عالی جناب شاہ مسعود صاحب سہارنپوری	از ۱۳۷۱ھ تا وصال	از ۱۹۵۱ء تا 1979
۲۱	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی	از ۱۳۷۳ھ تا ۱۴۰۲ھ	از ۱۹۵۳ء تا ۱۹۸۲ء
۲۲	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی	از ۱۳۸۲ھ تا ۱۳۸۴ھ	از ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۴ء
۲۳	حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی	از ۱۳۸۶ھ تا ۱۴۱۶ھ	از ۱۹۶۶ء تا ۱۹۹۵ء
۲۴	حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی	از ۱۳۸۶ھ تا ۱۴۱۷ھ	از ۱۹۶۶ء تا ۱۹۹۶ء
۲۵	عالی جناب الحاج محمد شفیع صاحب دہلوی	از ۱۳۸۸ھ تا ۱۴۰۵ھ	از ۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۵ء
۲۶	عالی جناب الحاج عبد العلیم صاحب مراد آبادی	از ۱۳۹۰ھ ۱۳۹۸ھ	از ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۸ء
۲۷	مولانا صدر الدین عامر انصاری رامپوری	از ۱۳۹۶ھ ۱۳۹۸۲ھ	از ۱۹۷۶ء تا ۱۹۸۰ء
۲۸	حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی	از ۱۳۹۸ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۷۸ء تا حال ۲۰۰۵
۲۹	جناب الحاج نصیر الدین صاحب علی گڑھی	از ۱۳۹۸ھ تا ۱۳۹۹ھ	از ۱۹۷۸ء تا ۱۹۷۹ء
۳۰	جناب مولانا محمد طاہر صاحب کاندھلوی	از ۱۳۹۸ھ تا ۱۴۰۶ھ	از ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۶ء
۳۱	حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری	از ۱۴۰۰ھ تا ۱۴۲۰ھ	از ۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۱ء
۳۲	جناب مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی	از ۱۴۰۲ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۲ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۳	جناب مولانا الحاج تقی الدین صاحب اعظم گڑھ	از ۱۴۰۵ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۵ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۴	جناب مولانا حکیم سعود صاحب اجمیری گنگوہی	از ۱۴۰۵ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۵ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۵	جناب الحاج شیخ محمود منیار صاحب سورت گجرات	از ۱۴۰۵ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۵ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۶	جناب الحاج حافظ کرامت اللہ صاحب دہلوی	از ۱۴۰۵ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۵ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۷	جناب الحاج مفتی منظور احمد صاحب کانپوری	از ۱۴۰۸ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۸ء تا حال ۲۰۰۵ء
۳۸	جناب الحاج بابو دوست محمد صاحب دہلوی	۱۴۰۸ھ تا وصال ۱۴۲۲ھ	از ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۱ء
۳۹	محمد شاہد سہارنپوری	از ۱۴۰۸ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۸۸ تا حال ۲۰۰۵
۴۰	جناب الحاج عبد الخالق نصیر الدین بمبئی	از ۱۴۱۰ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۹۰ء تا حال ۲۰۰۵ء
۴۱	جناب الحاج مفتی محمد طیب صاحب براہیمی	از ۱۴۱۰ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۹۰ء تا حال ۲۰۰۵ء

۴۲	مولانا روح الحق صاحب ترچی تامل ناڈو	از ۱۴۲۰ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۹۹ء تا حال ۲۰۰۵ء
۴۳	جناب الحاج رحمت اللہ صاحب بنارس	از ۱۴۲۰ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۹۹۹ء تا حال ۲۰۰۵ء

(۱۵) اسماء امین عام (سکریٹری) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

(نوٹ) ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں مجلس شوریٰ سرپرستان کے سوسائٹی ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت رجسٹریشن کے بعد جامعہ مظاہر علوم میں سکریٹری شپ کا یہ عہدہ حکومت ہند کے قانون کے تحت وجود میں آیا۔ اس عرصہ میں مجلس شوری نے سکریٹری کے عہدہ کے لئے درج ذیل دوناموں کا انتخاب کیا۔

۱	مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی	از ۲۷ر رمضان ۱۴۰۸ھ تا ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۳	از ۱۳ر مئی ۱۹۸۸ء تا ۱۲ر مئی ۱۹۹۳ء
۲	سید محمد شاہد سہارنپوری	از ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ تا حال ۱۴۲۵ھ	از ۱۳ر مئی ۱۹۹۳ء تا حال ۲۰۰۵ء

انتظامی شعبہ جات

(۱) کتب خانہ (لائبریری)

مظاہر علوم کے اس کتب خانہ میں جملہ علوم وفنون کی مطبوعات اور مخطوطات ونوادرات کا ایک عظیم اور قیمتی ذخیرہ موجود ومحفوظ ہے۔ اساتذہ طلبا کے لئے مفت کتابوں کا انتظام ہے ان سے کسی قسم کی کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔ کتب خانہ سے متعلق مزید معلومات صفحات سابقہ میں گزر چکی ہیں۔

(۲) شعبۂ ترتیب فتاویٰ

یہ دارالافتاء سے متعلق ایک وسیع شعبہ ہے۔ اب تک جتنے فتاویٰ جامعہ مظاہر علوم سے بھیجے گئے ہیں۔ ان سب کا مکمل ومفصل ریکارڈ یہاں محفوظ ہے۔

(۳) مطبخ

اس شعبہ کے ماتحت طلبا کے لئے کھانا، اجناس کی خریداری اور اس کی حفاظت وغیرہ کا نظم

وانتظام کیا جاتا ہے۔ دو ہزار طلبا کیلئے ہر دو وقت کھانا پکتا ہے جو مستحق امداد طلبا کے لئے مفت ہوتا ہے۔ جو طلبا قیمتاً کھانا خرید تے ہیں ان سے بھی صرف واجبی قیمت لی جاتی ہے۔

(۴) شعبۂ نشر واشاعت

اس اہم شعبہ کے ذریعہ مظاہر علوم کی جانب سے سالانہ روداد، احکامات و مسائل پر مشتمل کتابچے، آمد وخرچ کے سالانہ حسابی اشتہارات و پمفلٹ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۵) شعبۂ تنظیم ابنائے قدیم

اس شعبہ کے قیام کا مقصد ان تمام علماء وفضلاء سے ربط وضبط بڑھانا ہے جو مظاہر علوم سے فارغ ہو کر جاچکے ہیں۔ ان حضرات سے خط وکتابت کر کے ان کی علمی وعملی خدمات، دینی کوششوں کا ریکارڈ تیار کرنا اس شعبہ کے لوازمات میں سے ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک تعارفی فارم بھی اس شعبہ نے طبع کرایا ہے جو پندرہ سوالات پر مشتمل ہے۔

(۶) شعبۂ تبلیغ

اس اہم اور بنیادی شعبہ کے ذریعہ اطراف وجوانب میں تبلیغی وفود بھیجے جاتے ہیں جن کا مقصد وعظ ونصائح کے ذریعہ دینی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے اس مقصد کے لئے مدرسہ کے ذمہ دار حضرات نیز اساتذہ نیز ہر ہفتہ طلبا کی جماعتیں بھی قصبات ودیہات میں جاتی رہتی ہیں۔

(۷) شعبۂ تعمیرات جدیدہ واصلاح عمارات قدیمہ

یہ ایک ہمہ وقتی شعبہ ہے۔ اسکے ذریعہ مظاہر علوم کی نئی عمارتوں کی تعمیر قدیم عمارتوں کی شکست وریخت اور کرایہ پر دی جانے والی عمارتوں اور دوکانوں کی حفاظت دیکھ بھال ہوتی ہے۔

(۸) مرکزی مجلس رویت ہلال

عام مسلمانوں کے بہت سے دینی وشرعی تقاضے چونکہ رویت ہلال پر موقوف ہیں اسلئے حسب ۱۴۱۵ھ۲ (دسمبر ۱۹۹۴ء) میں اراکین شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق اس مجلس کی تشکیل

ہوکر بارہ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ (۱۳ر فروری ۱۹۹۵ء) میں اس مجلس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا اس مجلس کا مرکزی دفتر دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم ہے ہر قمری ماہ کی آخری تاریخ میں مجلس کے ارکان جمع ہوکر پورے ہندوستان سے رویت ہلال کے بارے میں ثبوت حاصل کر کے قاضی شہر جناب الحاج قاضی سلطان اختر صاحب سے رابطہ کرتے ہیں اور پھر مکمل ثبوت فراہم ہونے پر چاند کی تاریخ کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ مولانا مفتی محمد مقصود صاحب، مولانا مفتی محمد طاہر صاحب، اور مولانا محمد حفظ الرحمان صاحب اس شعبہ کے سربراہ ہیں۔

مالیاتی شعبہ جات

(۱) شعبۂ اوقاف وجائداد

اس شعبہ کے ذریعہ تمام صحرائی وسکنائی جائدادوں کا تفصیلی حساب رکھا جاتا ہے جو جائداد مدرسہ میں وقف کی جاتی ہے یا مدرسہ خریدتا ہے اس کی قانونی کاروائی، عدالتی چارۂ جوئی، نوٹس وصولی کرایہ، وقف جائدادوں کی مرمت و دیکھ بھال وغیرہ کا تعلق اسی شعبہ سے ہے۔

(۲) شعبۂ محاسب مالیات

اس نازک اور اہم شعبہ کے ذریعہ جامعہ کے تمام اخراجات اور جملہ مدات کی آمدنی کا تفصیلی حساب رکھا جاتا ہے۔

اس شعبہ کی جانب سے جملہ حسابات ہر سال سرکاری آڈیٹروں سے باضابطہ آڈٹ کرائے جاتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست کتب

مکتبہ یادگار شیخ

مارچ ۲۰۰۴ء

قائم کردہ

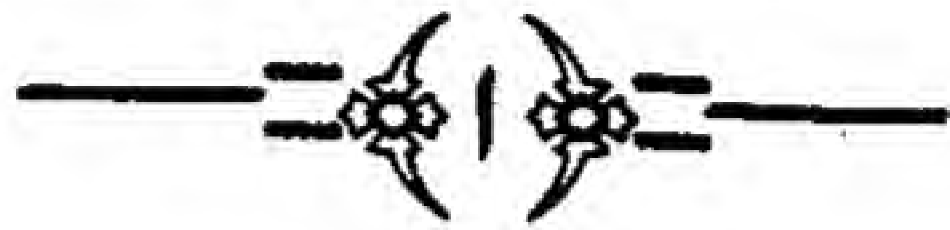
مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

مکتبہ یادگار شیخ

محلہ مبارک شاہ سہارنپور، (یوپی) پن کوڈ ۲۴۷۰۰۱

MAKTABA YADGAR-E-SHAIKH
Moh. Mubarak Shah, Saharanpur, U.P. 247001
Ph. 0132-2655712 (R) Fax 2659912 Mob. 09837178224

مکتبہ یادگار شیخ کی چند اہم مطبوعات



سوانح

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ

تالیف:- مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

عالم انسانیت کی وسیع ترین تحریک، دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی یہ سوانح تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد میں آپ کے سوانح حیات، خاندانی حالات، ابتدائی دور کے مجاہدات، حج اور عمرہ کی تفصیلات ہیں۔

دوسری جلد میں آپ کے تبلیغی دعوتی اسفار، میوات کے اصلاحی دورے اور ہندوستان بھر میں ہونے والے تبلیغی اجتماعات، تاج المساجد بھوپال، اور پاکستان و بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماعات کی مستند روداد پیش کی گئی ہے۔ اس جلد میں آپ کے دو سو بیس۲۲۰ دعوتی سفروں کی تفصیلات واضح انداز میں آگئی ہیں۔

تیسری جلد میں آپ کے یوروپ، افریقہ، امریکہ اور ممالک عربیہ واسلامیہ کے دعوتی اسفار اور آپ کے دور امارت میں عالمی سطح پر ہونے والی تبلیغ مساعی وجدو جہد نیز آپ کے دعوتی بصیرت کمالات وخصوصیات اخلاق وعادات، سانحہ وفات اور تعزیتی پیغامات وتاثرات پر مشتمل ہے۔

سائز: ۲۶-۲۰/۸ تینوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۵۵۸ - قیمت صرف ۔/۴۰۰ روپے



فہرست تالیفات شیخ

تالیف:- مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عالمی اور بین الاقوامی سطح پر شائع ہونے والی عربی واُردو تصنیفات وتالیفات کا تفصیلی تعارف اور مکمل وبھرپور جائزہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ جو کتابیں غیر مطبوعہ (قلمی) ہیں ان کے ایک ایک صفحہ کا عکس لگا دیا گیا ہے نیز جس قدر ملکی وغیر ملکی زبانوں میں حضرتؒ کی تصنیفات شائع ہو چکی ہیں ان کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ ان کے بھی ایک ایک صفحہ کا عکس کتاب میں موجود ہے حضرت شیخ کے علمی مقام کو پہچاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

سائز: $\frac{۲۲-۱۸}{۸}$ تینوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۳۷۶



دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک

(اُردو ایڈیشن)

تالیف:- مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے بتیس سالہ دور امارت میں ہونے والے تبلیغی اور دعوتی عمل کا ایک وسیع اور عمیق جائزہ۔ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آپ کے احساسات وخیالات، ملفوظات وفرمودات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع اور مستند مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے آپ کے دعوتی عہد کی یاد تازہ ہوتی ہے اور دعوت صحیح خدوخال کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے۔

سائز: $\frac{۲۶-۲۰}{۸}$ صفحات ۱۸۸

مصنف کتاب

نام : (مولانا) سید محمد شاہد سہارنپوری

نواسہ : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (مہاجر مدنی)

ولادت : ۲۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ (۵ جنوری ۱۹۵۰ء)

تعلیم : جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

فراغت و تکمیل : شعبان ۱۳۹۰ھ (اکتوبر ۱۹۷۰ء)

مشغلہ : درس و تدریس، تصنیف و تالیف

عہدہ : امین عام (سکریٹری اعزازی) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

بانی و مدیر : ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور

ناظم : مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور (یوپی)

بانی : شیخ محمد زکریا صدیقی مہاجر مدنی ٹرسٹ سہارنپور

تصنیفات و تالیفات ۲۵ کتابیں

خاص خاص کتابیں

- تقریر بخاری شریف (چھ جلدیں) مطبوعہ ایڈیشن - سہارنپور/ دیوبند/ دہلی/ کراچی
- علماء مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات (۴ جلدیں)
- فہرست تالیفات شیخ (۳ جلدیں)
- تذکرہ دانشوران سہارنپور
- سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن (۳ جلدیں) اردو/ عربی
- دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک

اردو/ عربی/ انگریزی/ فارسی/ ہندی/ بنگلہ/ گجراتی/ ٹامل

- جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اہل کمال کی نظر میں
- (اردو ایڈیشن ہندوستان سے، اور انگریزی ...)
- مجلس شوریٰ مظاہر علوم سہارنپور واقعات ...
- حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات
- حیات مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی
- حیات شیخ (۴ جلدیں)
- حضرت شیخ کی تین (مرحومہ) صاحبزادیاں - اردو/ انگریزی

MAKTABA YAADGAR-E-SHIEKH

URDU BAZAR, MOH. MUBARAKSHAH, SAHARANPUR–247001 (U.P.)

Designed By : Rehmat Computer SRE. # 9412849521